پہنچا وہاں سے اشارہ ہوا کہ مزار خواجہ احمد اجفر نوی قدس سرہ پر جانا چاہیئے۔ جب میں وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں دو تلواریں میری کمر سے باندھی گئیں۔ اور ایک گھوڑے پر مجھ کو بٹھایا گیا۔ اور گھوڑے کی باگ خواجہ مزداغن قدس سرہ کے مزار کی طرف پھیر کر مجھ کو روانہ کر دیا گیا۔ آخرات میں اُن بزرگ کے مزار پر پہنچا۔ وہاں بھی ویسا ہی چراغ نظر آیا۔ میں نے اُس کی بتی بھی اونچی کی اور قبلہ رُو ہو کر بیٹھ گیا۔ اور بے خبر ہو گیا۔ اُس بے خودی میں میں نے دیکھا کہ جانب قبلہ کی دیوار شق ہو گئی اور ایک بڑا تخت نظر آیا جس پر ایک بزرگ تشریف فرما تھے۔ ایک سبز پردہ اُن کے سامنے کھنچا ہوا تھا۔ اور اُس تخت کے گرداگرد ایک جماعت حاضر تھی اُس جماعت میں سے میں نے حضرت بابائے سماسی قدس سرہٗ کو پہچانا۔ تو میں جان لیا کہ یہ سب لوگ انتقال کئے ہوئے ہیں۔

مگر مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ یہ بزرگ کون ہیں اور یہ جماعت کن لوگوں کی ہے اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ وہ بزرگ خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ ہیں۔ اور یہ جماعت آپ کے خلفا کی ہے۔ اور اُن کے نام مجھ کو شمار کرائے اور ایک کی طرف اُن میں سے اشارہ کیا کہ یہ خواجہ محمد صدیق ہیں اور یہ خواجہ اولیاء کبیر ہیں اور یہ خواجہ عارف ریوگری اور یہ خواجہ محمود انجیر فغنوی ہیں اور خواجہ رامیتنی جب خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچا تو کہا کہ تم نے اِن کو حالت زندگی میں دیکھا ہے یہ تمہارے پیر ہیں اور انہوں نے تجھ کو اپنی ٹوپی بھی عطا کی تھی میں نے کہا کہ میں اِن کو پہچانتا ہوں۔ اور ٹوپی کے قصہ کو ایک مدت گذر گئی میں نہیں جانتا ہوں کہ وہ کہاں ہے اُنہوں نے کہا کہ وہ تمہارے گھر میں موجود ہے تم کو یہ خصوصیت عطا کی گئی ہے کہ جو بلا کہ دنیا میں کسی پر نازل ہو تمہاری برکت سے دفع ہو جائیگی۔ پھر اُس جماعت نے مجھ سے کہا کہ کان لگاؤ اور اچھی طرح سنو کہ حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کچھ تم سے ارشاد فرمائینگے۔ جو سلوک طریق حق میں تمہارے لئے نہایت ضروری ہیں۔ میں نے کہا کہ میں حضرت خواجہ کو سلام کرنا چاہتا ہوں۔ پس وہ سبز پردہ میرے سامنے سے اٹھا لیا گیا میں نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ حضرت خواجہ نے چند ارشادات ایسے فرمائے جو ہر ایک مرتبہ سلوک ابتدا اور اوسط اور انتہا کے لئے نہایت کارآمد ہیں اُن میں سے ایک یہ بات تھی کہ وہ چراغدان جو تیل سے بھرا ہوا تم نے دیکھا تھا اِس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تم اِس طریقہ کے حصول کی استعداد اور قابلیت کے بموجب عمل کرو کہ مقصود حاصل ہو۔ دوسرا ارشاد یہ تھا

جس میں آپ نے مبالغہ کے ساتھ تاکید فرمائی کہ کسی حالت میں جادہ شریعت اور استقامت سے قدم باہر رکھنا چاہیئے۔ اور عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دور رہنا اور احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اپنا پیشوا بنانا چاہیئے اور اخبار رسول اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالے علیہم اجمعین کے متلاشی رہنا لازم ہے اس گفتگو کے ختم ہونے کے بعد خلفاء حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ نے مجھ سے کہا کہ اس حال کی سچائی اور اس گفتگو کی حقیقت پر شاہد یہ امر ہے کہ آپ مولانا شمس الدین ایکنوی کے پاس جائیے اور اُن سے فرمائیے کہ فلاں ترک نے سقا پر دعوے کیا ہے اور حق اس ترک کی طرف ہے مگر آپ سقا کی طرف رعایت کر رہے ہیں اگر سقا ترک کے دعوے کے حق ہونے سے انکار کرے تو آپ سقا سے فرمائیے کہ "اے سقائے تشنہ" وہ اس کلام سے سمجھ جائیگا۔ اور دوسرا شاہد یہ ہے کہ سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے۔ اور جب وہ حاملہ ہوئی تو حمل کو ساقط کر دیا۔ اور بچہ کو فلاں موضع میں دفن کر دیا۔ اس پیام کے پہنچانے کے بعد دوسرے دن صبح کے وقت تین عدد مویشی لیجیے اور ریگستان ملک مرو کی راہ سے شہر نسف کی طرف متوجہ ہوئیے اور جب آپ پشتہ سے پار ہو جائیں۔ تو ایک بوڑھے شخص سے ملاقات ہوگی۔ وہ ایک گرم روٹی آپ کو دیگا آپ اس کو لے لیں اور اُس سے کوئی بات نہ کریں۔ اور ایک قافلہ ملیگا اُس میں سے ایک سوار سے آپ کی ملاقات ہوگی آپ اس کو نصیحت کرنا وہ آپکے ہاتھ پر توبہ کریگا۔ اور حضرت عزیزان کی کلاہ جو آپ کے پاس ہے اس کو آپ سید امیر کلال کی خدمت میں لے۔ پھر اس جماعت نے مجھ کو حرکت دی۔ اور مجھ کو ہوش میں لے آئی۔ میں اُس کی صبح کو عجلت کے ساتھ مکان پر گیا۔ اور اپنے متعلقین سے ٹوپی کا قصہ پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ ایک مدت سے وہ کلاہ فلاں مقام پر ہے جب حضرت عزیزانؒ کی کلاہ پر میری نظر پڑی تو میرا حال متغیر ہوا اور میں بہت دیر تک روتا رہا۔ پس صبح کی نماز مولانا شمس الدین ایکنوی قدس سرہٗ کی مسجد میں ادا کر کے مولانا سے سارا قصہ بیان کیا۔ وہ بہت متحیر ہوئے۔ سقہ حاضر خدمت تھا وہ ترک مدعی کے دعویٰ کی حقیقت سے منکر ہوا۔ میں نے سقا سے کہا کہ میرا ایک گواہ یہ ہے کہ تو "سقائے تشنہ ہے" تجھ کو عالم معنٰے سے کچھ حصہ نہیں ملا ہے۔ پھر میں نے سقا کے زنا کرنے اور حمل کو ساقط کرکے اُس کے دفن کرنے کا قصہ بھی موقع سے عرض کیا۔ مولانا اور حضار مسجد اس مقام کو تشریف لیگئے اور جستجو کی تو بچہ اُس مقام سے برآمد ہوا۔ سقا نے اپنے قصور پر نادم ہو کر معافی چاہی

دوسرے دن اشراق کے وقت مَیں نے تین عدد موشی لیئے اور مَیں براہ مرو نسف کی طرف متوجہ ہوا۔ میری روانگی کی خبر پاکر مولانا نے مجھ کو طلب کیا اور بہت کچھ التفات فرمائی اور کہا کہ تجھ میں طلب کا درد پیدا ہوا ہے اور اِس درد کی دوا میرے پاس ہے تم یہیں ٹھیر جاؤ تاکہ مَیں تمہاری تربیت کروں۔ مولانا کے اس ارشاد کے جواب میں میری زبان سے یہ نکلا کہ مَیں دوسروں کا فرزند ہوں ایسا نہ ہو کہ آپ پستانِ تربیت میرے منہ میں رکھیں اور مَیں اُس کے سر کو کاٹوں۔ یہ سُنکر مولانا خاموش ہو رہے اور مجھ کو جانے کی اجازت دیدی۔ اُسی روز صبح کو مَیں نے اپنی کمر مضبوط باندھی اور دو آدمیوں سے مَیں نے کہا کہ دونو طرف سے میری کمر کو زور سے کھینچیں۔ اُس کے بعد مَیں روانہ ہو گیا پشتہ کے پار ہو جانے کے بعد ایک پیر مرد سے ملاقات ہوئی اور اُس نے ایک گرم روٹی مجھے دی۔ مَیں نے وہ لے اور اُن سے کوئی بات نہ کی وہاں سے روانہ ہوا اور اس کے بعد مَیں ایک قافلہ سے جاملا قافلہ والوں نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آرہے ہو۔ مَیں نے کہا ایکنہ سے اُنہوں نے پوچھا کہ تم کس وقت وہاں سے چلے ہو۔ مَیں نے کہا کہ طلوعِ آفتاب کے وقت اور جس وقت کہ مَیں اُن لوگوں سے ملا تھا وہ چاشت کا وقت تھا۔ وہ لوگ متعجب ہو کر کہنے لگے کہ ہم اس گاؤں سے سرِ شام نکلے ہیں۔ جب مَیں اُن کے پاس سے آگے بڑھا۔ تو وہ سوار میرے پاس آیا اور اُس نے سلام کیا اور کہا کہ آپ کون ہیں مجھے آپسے خوف معلوم ہوتا ہے مَیں نے کہا کہ مَیں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر تجھے توبہ کرنی چاہیئے۔ وہ سُنتے ہی فوراً گھوڑے سے اُتر پڑا اور التجا کر کے اُس نے توبہ کی۔ وہ سوار اپنے ساتھ بہت سی شراب رکھتا تھا سب شراب پھینکدی۔

مَیں وہاں سے حضرت خواجہ امیر کلال قدس سرّہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ حضرت عزیزان قدس سرّہ کی کلاہ شریف آپ کی خدمت میں گذرانی امیر نے بہت کچھ توجہ کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ٹوپی حضرت عزیزان قدس سرّہ کی ہے مَیں نے کہا کہ ہاں! آپ نے فرمایا کہ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کلاہ کو درمیان دو پردوں کے محفوظ رکھو۔ مَیں نے قبول کیا اور کلاہ لے لی۔

پھر جناب سید امیر کلال قدس سرّہٗ نے مجھ کو ذکر خفی نفی واثبات میں مشغول فرمایا۔ مَیں آپ کے ارشاد کے مطابق اس ذکر اور عمل بہ عزیمت میں مصروف رہا۔ اور ذکر جہر ترک کر دیا۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ منازل اور مقامات کو طے کرنے کے زمانہ میں دو مرتبہ حضرت منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا سا حال مجھ میں دو مرتبہ پیدا ہوا اور قریب تھا کہ میری زبان سے صدا نکلے جو حضرت منصورؒ کی زبان سے نکلی تھی۔ وہاں تو ایک ہی دار تھی۔ مگر میں دو مرتبہ اپنے آپ کو اس دار پر لیگیا اور کہا کہ تیری جگہ اسی دار پر ہے فضل الٰہی سے یہ منزل طے ہو گئی۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اس شوق و ذوق کے غلبہ کے زمانہ میں ایک روز بخارا سے قسف کی طرف جا رہا تھا اور صحبت سید امیر کلال سے مستفید ہو کر جب میں جعفرانی کے مسافر خانہ میں پہنچا تو حضرت خضر علیہ السلام ایک سوار کی صورت میں گلہ بانوں کی طرح ایک بڑی لکڑی ہاتھ میں لئے ہوئے اور ٹوپی نمدہ کی اوڑھے ہوئے میرے پاس آئے اور وہ لکڑی میرے کو ماری اور ترکی زبان میں کہا کہ تو نے گھوڑوں کو دیکھا۔ میں نے اُن سے کچھ نہ کہا حالانکہ کئی مرتبہ انہوں نے میرا سامنا کیا اور اس اس طرح سے پیش آئے۔ میں نے کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں آپ خضر ہیں آپ سرائے قراول تک میرے پیچھے پیچھے آئے اور مجھ سے فرمایا آئیے تھوڑی دیر ہم اور آپ ہم صحبت رہیں۔ میں نے اُن کے اس کہنے پر کچھ توجہ نہ کی۔ جب میں سید امیر کلال قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے مجھ کو دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ تم راستہ میں خضر علیہ السلام کی طرف ملتفت نہیں ہوئے۔ میں نے کہا جی ہاں۔ چونکہ میں آپ کی جناب کی طرف متوجہ تھا۔ اس لئے ان کی طرف متوجہ نہ ہو سکا۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سلطان العارفین بایزید قدس سرہٗ کے مقام کی سیر کی اور اُن کے سیر کی انتہا تک پہنچا۔ اور شیخ جنید اور شیخ شبلی اور شیخ منصور حلاج قدس اللہ اسرارہم کے مقامات کی سیر کی اور جہاں تک یہ بزرگ پہنچے تھے میں بھی وہاں تک پہنچا۔ یہاں تک کہ ایک بارگاہ بزرگ مجھ کو ملی میں سمجھ گیا کہ یہ بارگاہ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے میں نے نہایت ادب سے نیاز اور تعظیم کا سر آپ کے آستانہ عزت اور احترام پر رکھا۔ شیخ بایزید قدس سرہٗ جب اس بارگاہ تک پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ سیر کرنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت کریں اس لئے اُن کے منہ پر اس گستاخی کا تمانچہ لگا۔ پس جو اُن سے غلطی ہوئی تھی میں نے اس سے پرہیز کیا اور راہ ادب اختیار کی۔

(طریق اول) قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ نماز و روزہ اور ریاضت و مجاہدہ حضرت تعالےٰ و تقدس تک پہنچنے کے ذریعے ہیں۔ لیکن ہمارے نزدیک وجود (خودی) کی

نفی اور سب راستوں سے قریب کا راستہ ہے اس کی ضرورت ہے لیکن بغیر اپنے اختیار کے ترک کرنے اور اپنے اعمال کا قصور دیکھنے کے معاملہ درست نہیں ہوتا ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نَصِیبُ اُمَّتِی مِنْ نَارِ جَھَنَّمَ کَنَصِیبِ اِبْرَاھِیْمَ مِنْ نَارِ نَمْرُوْدَ میری امت کے حصہ میں نار جہنم ایسی ہوگی جیسے حضرت ابراہیمؑ کے حصہ میں آتش نمرود +

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ لَا یَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ میری اُمت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ آپ کی مراد اس امت سے وہ لوگ ہیں جو آپکی پیروی اور متابعت کرتے ہیں۔ نہ وہ لوگ جو صرف ایمان لے آئے ہیں +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حدیث میں جو وارد ہے کہ اَلْفُقَرَاءُ الصّٰبِرِیْنَ جُلَسَاءُ اللّٰہِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَیِ الْمُقَرَّبُوْنَ غَایَۃَ الْقُرْبِ فقرا صبر کرنے والے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہونگے۔ یعنی نہایت درجہ مقرب خدا ہونگے اشارہ اہل ظاہر کے احوال کی طرف ہے +

فقر کی دو قسمیں ہیں :۔ فقر اختیاری اور فقر اضطراری۔ یہ دوسری قسم پہلی سے بہتر ہے کہ بندہ کے لئے خدا کا تجویز کیا ہوا ہے۔ اور حدیث قدسی اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ جو شخص میرا ذکر کرے میں اُس کا ہمنشین ہوں۔ اہل باطن کے احوال کی طرف اشارہ ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ولایت بڑی نعمت ہے ولی کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو ولی سمجھے۔ تاکہ اُس نعمت کا شکر ادا کر سکے۔ ولی محفوظ ہوتا ہے۔ عنایت الٰہی اُس کو اُس کے حال پر نہیں چھوڑتی۔ اور بشریت کی آفت سے اُس کو محفوظ رکھتی ہے۔ خوارق اور کرامات کے ظاہر ہونے پر کوئی اعتماد نہیں چاہیئے۔ معاملہ استقامت سے متعلق ہے +

اولیاء کرام نے فرمایا ہے کُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَۃِ لَا طَالِبَ الْکَرَامَۃِ فَاِنَّ رَبَّکَ یَطْلُبُ مِنْکَ الْاِسْتِقَامَۃَ وَنَفْسُکَ یَطْلُبُ مِنْکَ الْکَرَامَۃَ استقامت کا طالب بن۔ کرامت کا طالب مت بن۔ کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت کا طلبگار ہے۔ اور تیرا نفس تجھ سے کرامت کا طالب ہے +

بزرگان دین کا ارشاد ہے کہ اگر ولی کسی باغ میں چلا جائے۔ اور درخت کے ہر پتے سے

۱؎ صحیحین میں ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا گیا ہے +

آواز نکلے کہ اے ولی خدا کے تو ظاہر اور باطن ولی اللہ ہے تو اُس پر اس کو توجہ نہ ہوگی بلکہ ہر لحظ اُس کی کوشش بندگی اور تضرع اور نیاز مندی کی صفت میں زیادتی کرنے کیلئے ہوگی۔ حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ انتہائی کمال تھا کہ جس قدر انعام و اکرام الٰہی جل وعلا آپ پر زیادہ ہوتا اُسی قدر آپ کی بندگی اور نیاز مندی اور مسکنت زیادہ ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی سبب سے آپنے ارشاد فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ نادر اور عروۃ وثقیٰ ہے۔ سُنّتِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بدرجۂ کمال اقتدا کرنا اور آثار صحابہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرنا اس راستہ میں ہم کو محض فضل سے لایا گیا ہے۔ آخر تک ہم اُسی فضل حق سبحانہٗ کا مشاہدہ کرتے ہیں نہ اپنے عمل کا۔ ہمارے طریقہ میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں۔ مگر اتباع کی رعایت بہت بڑھی ہوئی ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریقہ سے جو کوئی رُوگردانی کرے اُس کے دین کی خرابی کا اندیشہ ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ سب سے مل جُھل کر رہنے کا ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے اور خیریت جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں ہے اور صحبت ایک دوسرے کی نفی میں ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں ہمارے طریقہ میں یہ بھی ہے کہ سالک کو نہیں جاننا چاہئے کہ وہ کس مقام میں ہے تاکہ یہ دانست اُس کے رستہ کا حجاب نہ بنے +

قدسیہ۔ پیر کو چاہئے کہ طالب کے گزشتہ اور آیندہ حالات سے باخبر رہے کہ اُس کی موجب اور وہی تربیت کر سکے۔ شرائط طلب میں سے یہ امر بھی ہے کہ جب کبھی جس دوستان حق سبحانہٗ کی مصاحبت کا اتفاق ہو اپنے حال سے باخبر ہو اور اُس وقت صحبت کو زمانہ گذشتہ سے موازنہ کرے۔ اگر نقصان کی کمی اور کمال کی زیادتی اپنے اندر پائے۔ تو بموجب اس مقولے کہ اچھی بات کو اختیار کرلو۔ اُس کی صحبت کو اپنے اوپر فرض عین سمجھے +

قدسیہ۔ سالکین راہ حق خواطر شیطانی اور نفسانی کے دفع کرنے میں متفاوت ہیں بعض ایسے ہیں کہ قبل اس کے کہ نفس اور شیطان اُن کے دل پر اثر کرے اس کو دیکھ لیتے ہیں

اور وہیں دفع کر دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ جب خطرہ آتا ہے تو قرار پکڑنے سے پہلے اُس کو دفع کر دیتے ہیں مگر یہ زیادہ مفید بات نہیں ہے اگر اس خطرہ کی پیدائش کے سبب کا ادراک اور اُس کے دفع کی قوت پیدا کریں تو یہ زیادہ مفید بات ہے۔ خطرہ کا ادراک کر لینا اور حال کی تبدیلی اور ایک صفت سے دوسری صفت کی منتقلی ایک دشوار امر ہے ؛

قدسیہ۔ خدا کی معرفت کے راستے جن سے عارفوں کو خدا کی معرفت حاصل ہے اور دوسرے اُس سے محروم ہیں۔ اُس کے تین طریقے ہیں۔ مراقبہ اور مشاہدہ اور محاسبہ۔ مراقبہ یہ ہے کہ نِسْیَانُ رُؤْیَۃِ الْمَخْلُوْقِ بِدَوَامِ النَّظَرِ اِلَی الْخَالِقِ خالق کی ہر دم کی حضوری کی وجہ سے مخلوق کی طرف نظر نہ رہے ؛ مراقبہ کی مدامت نادر چیز ہے جس کو کما حقہٗ حضرات نقشبند نے حاصل فرمایا ہے اور اُس کے حصول کے طریقہ کو معلوم کر لیا ہے یعنی نفس کی مخالفت کرنا مشاہدہ واردات غیبی کے معائنہ کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہے۔ اور چونکہ جلدی گذر جاتی ہے۔ اور قرار نہیں پکڑتی۔ اِس لئے اُس کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ مگر وہ صفت جو ہمارا حال بنجاتی ہے۔ ہم اس کو قبض اور بسط سے پہچان لیتے ہیں یعنی حالت قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور حالتِ بسط میں صفتِ جمال کا مطالعہ کرتے ہیں ؛

محاسبہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم پر گذرتا ہے ہم ہر گھڑی اُس کا حساب کرتے ہیں کہ کس طرح گذر رہا ہے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ نقصان کی چیز ہے تو ہم اُس سے بازگشت کرتے ہیں اور از سرِ نو عمل اختیار کرتے ہیں اور اگر دیکھتے ہیں کہ بہتر چیز ہے تو مشکور ہو کر ہم اس حال میں ٹھیر جاتے ہیں اور اُس عمل میں کوشش کرتے ہیں ؛

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی توجہ سے ہمارا حال یہ تھا کہ ہم پہلے ہی قدم میں مراقبہ کی سعادت سے مشرف ہو جاتے تھے۔ اور جب آنحضرت قدس سرہٗ کی توجہ اور زیادہ ہوتی تو مقام فنا تک واصل ہوتے اور اپنے سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہو جاتے۔ اُس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے کہ ہم صرف واسطہ حصولِ دولت کے ہیں۔ ہم سے علیحدہ ہو کر مقصودِ حقیقی سے جاملو۔ اصحابِ تکمیل و ارشاد کا طریقہ یہ ہے کہ اِس رستہ کے طالبوں کو طریقت کے گہوارہ میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں یہاں تک کہ وصل الٰہی تک پہنچ جاتے ہیں۔ اُس کے بعد اُن کو دودھ سے روکتے ہیں اور محرم بارگاہ احدیت بناتے ہیں تاکہ بلا واسطہ پیر کے براہ راست

حضرت عزت وجلالت قدرت سے فیض حاصل کرنے لگیں +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ عبادت میں اپنی ہستی کی طلب ہے اور عبودیت میں اپنی ہستی کا کھونا ہے۔ جب تک سالک میں کچھ بھی ہستی باقی ہے کوئی عمل نتیجہ بخش نہیں ہو سکتا ہے

تا در حجیۓ ز ہستی ز ہستی باقیست / این منشیں کہ خود پرستی باقیست

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اِذَا اَرَدْتَ مَقَامَ الْاَبْدَالِ فَعَلَیْکَ تَبْدِیْلُ الْاَحْوَالِ اگر تو مقام ابدال کا حصول چاہتا ہے تو اپنے حال کی تبدیلی کو لازم پکڑ“۔ اس قول میں مخالفت نفس اور ترک ہوا وہوس کی طرف اشارہ ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ جس نے خدا کو پہچانا اُس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہ سکتی۔ یعنی عارف جب اشیاء کی طرف توجہ کرتا ہے تو وہ اُس پر ظاہر ہو جاتی ہیں +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ سب مشائخ کے آئینہ کی دو جہت ہوتی ہیں اور ہمارے آئینہ کی شش جہت ہوتی ہیں +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ چالیس سال سے ہم آئینہ داری کر رہے ہیں ہمارے وجود کے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس قول میں اس طرف اشارہ ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں جو خدائے پاک نے ان کو عطا کیا ہے اور جو چیز خدائے پاک کی عطا کی ہوئی ہو وہ یقیناً سچ ہوتی ہے +

شیخ عبدالقدوس جو قطب الاولیاء عزلت ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی سیر تمام آسمانوں اور زمینوں کے طبقات میں جاری ہے +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت عزیزان قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس گروہ کی نظر میں تختۂ روئے زمین مثل دسترخوان کے پیش نظر ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ بصورتِ ناخن ہے۔ لہذا کوئی شئے زمین کی اُن کی نظروں سے غائب نہیں ہے اس ارشاد فرمانے کے وقت حضرت عزیزان قدس سرہٗ دسترخوان پر تھے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کو سلامتی حق سبحانہ میں سونپ دے اُس کی التجا غیر خدائے پاک سے شرک ہے یہ شرک عوام سے معاف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن خواص سے معاف نہیں کیا جاتا +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ توکل کرنے والے کو چاہئے کہ خود کو توکل کرنے والوں میں شمار نہ کرے۔ اور اپنے توکل کو اسباب کے استعمال میں پوشیدہ کر دے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدائے پاک نے مجھ کو دنیا سے لوگوں کو بچانے کیلئے پیدا کیا ہے۔ مگر لوگ مجھ سے دنیا کی ترقی کے طلب گار رہیں +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی وجود اس وجود سے نیز یا وہ حالت ویرانی میں ہوتا تو معرفت خدا کے خزانہ کو اوسی میں پوشیدہ کیا جاتا ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ تعلقات خلق کا بار صرف اسی لیئے اٹھاتے ہیں کہ خلق اللہ کے اخلاق مہذب ہو جائیں یا کسی ولی کی اُن کو صحبت حاصل ہو جائے کیونکہ کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس کے حال پر اللہ تعالےٰ کی نظر عنایت نہ ہو۔ خواہ اس سے وہ ولی آگاہ ہو یا نہ ہو۔ جو شخص کسی ولی سے ملتا ہے اُس نظر الٰہی کا فیض اس کو پہنچتا ہے ؎

صد سفرہ دشمن بکشد طالبِ مقصود باشد کہ یکے دوست بیاید بضیافت

ترجمہ۔ طالب مقصد سیکڑوں مرتبہ دستر خوان دشمن کے لئے بچھتا ہے۔ اس امید پر کہ کبھی کوئی دوست بھی آکر شریک ہو جائے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ شمع کی مانند بن۔ مگر شمع کی طرح مت ہو یعنی شمع دوسروں کو روشنی دیتی ہے ایسا بن اور شمع خود تاریکی میں رہتی ہے تو ایسا مت رہو +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے کسی دن ہمارے سامنے اپنے جوتے بھی چھوڑے ہوں تو اُس کی بھی ہم شفاعت کرینگے یعنی خواہ کتنا ہی کم تعلق رکھتا ہو +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ پہلے خستہ آدمی کے اصلی حالت پر لانے کی کوشش کرو اُس کے بعد دلِ شکستہ کی اصلاح پر توجہ کرو +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس رستہ میں صاحب پندار کا کام نکلنا نہایت مشکل ہے ؎

گرچہ حجابے برون از حد ست ہیچ حجابے تو چو پندار نیست

ترجمہ۔ اگرچہ خدا کے اور تیرے درمیان بہت کچھ حجاب ہیں لیکن کوئی حجاب تیری خود پسندی سے بڑھ کر نہیں ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فقیر کو چاہئے کہ جو کچھ کہے دردِ حال سے کہے۔

اگر بغیر حال و درود کے کہیگا تو وہ ورودِ حال کی سعادت سے محروم رہیگا ؛

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ بات نہیں ہے کہ جو شخص دوڑا اُس نے خدا کو پالیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا کو وہ پائیگا جو اس راہ میں دوڑتا رہیگا۔ دوڑتے رہنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ ہمیشہ اس راہ میں سعی کرتا رہا ہو ؛

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دیجاتی ہے ۔ مگر وہ بغیر حکم الٰہی کے ان کو ظاہر نہیں کرتے ؛

کہتے ہیں کہ جو شخص خدا کے بھید سے واقفیت رکھتا ہے وہ چھپاتا ہے اور جو نہیں رکھتا ہے وہ چلاتا جاتا ہے اِخْفَاءُ الْاَسْرَارِ مِنْ جَمِیْعِ الْاَبْرَارِ ۔ اسرار کو چھپانا ابرار کا طریقہ ہے ؛

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے مسخ صورت یعنی صورت کا بگڑ جانا تو اس اُمت سے اُٹھا لیا گیا ہے مگر مسخ باطن یعنی دل کی خرابی باقی رہ گئی ہے ؎

اندریں اُمت نباشد مسخ تن لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن

ترجمہ ۔ اِس اُمت میں بدن کا مسخ نہیں ہے ۔ مگر دل کا بگڑ جانا ہے ؛

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو کچھ ہم سے کبھی خلق کے دلی حالات اور اعمال اور احوال کا اظہار صادر ہو جاتا ہے ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں ہے ۔ یا تو الہام سے اُس کی ہم کو خبر دیجاتی ہے یا کسی اور ذریعہ سے ہم تک پہنچاتے ہیں ؛

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر کام میں نیت کی صحت نہایت ضروری ہے ۔ اِس لئے کہ نیت بخشش الٰہی ہے اس کا کسب سے کچھ تعلق نہیں ہے ۔ بزرگان دین میں سے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بڑے خلوص نیت سے نماز ادا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ لَمْ یَحْضُرْنِی النِّیَّۃُ مجھ کو ابھی تک خلوص نیت کا مرتبہ حاصل نہیں ہوا ہے ؛

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو حق پرست کہا جا سکتا ہے تو اِس بنا پر کہ وہ حق کو باطل سے جدا کرنے کی نیت رکھتا ہو ؛

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا بیضہ قابلیت صحبتہائے فاسدہ کی وجہ سے خراب ہو جائے تو اُس کے کام کی درستی دشوار ہے بجز صحبت اولیاء اللہ کے کہ وہ اُس کے

صاحب تدبیر ہیں۔ اور وہ مثل گندھک سرخ کے کمیاب ہیں۔ رباعی

جز صحبت عاشقان مستان مپسند　　در دل ہوس توہم فرومایہ مبند
ہر طائفہ ات بجانب خویش کشند　　چغدت سوئے ویرانہ و طوطی سوئے قند

ترجمہ۔ مست عاشقوں کی صحبت کے سوا کچھ اور پسند مت کرو اور اپنے دل میں نااہل لوگوں سے ملنے کی آرزو مت رکھو۔ ہر گروہ تم کو اپنی طرف کھینچتا ہے اُلو ویرانہ کی جانب اور طوطی قند کی طرف ۔

قدسیہ بندہ کا اختیار باقی رہنے میں بہت سعادت ہے تاکہ اگر کوئی کام رضائے حق سبحانہ کے خلاف اُس سے سرزد ہو جائے تو وہ شرمندگی اور پشیمانی سے عذر اور توبہ میں مشغول ہو سکے۔ اور اگر رضائے حق کے موافق ہو اور اس کے اختیار سے ہو تو اُس کی توفیق کے شکر میں مصروف ہوئے ۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ غِیَابُ الزِّیَارَۃِ مَعَ حُضُوْرِ الْقَلْبِ خَیْرٌ مِّنْ دَوَامِھَا بِلَا حُضُوْرٍ۔ اگر حضوری دل کی کسی کو اُس کے پیر کے ساتھ رہے اور ملاقات جسمی اُس سے دیر سے ہو تو وہ اُس دائمی جسمی ملاقات سے بہتر ہے جو بلا حضوری قلب کے ہو ۔

چنانچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کرتے تھے کہ زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا تم ایک دن آڑ ہم سے ملا کرو کہ اس سے محبت زیادہ ہوگی ۔

ایک روز آپ صلے اللہ علیہ وسلم استونِ حنانہ کے پیچھے سے گذر رہے تھے۔ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فوراً آپ کی ملازمت سے مشرف ہوئے اور کہا کہ اے رسول خدا کہ میں آپ کی جدائی کی طاقت نہیں رکھ سکتا ہوں۔ اگرچہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی محبت کے کمال کا اظہار کیا۔ لیکن اگر حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کی تعمیل کرتے تو اور بہتر ہوتا ۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو مرشد کا کوئی کام برا معلوم ہو تو تو چاہیئے کہ بقدرِ طاقت صبر کرے اور کارخانۂ اعتقاد کو برہم نہ کرے۔ ممکن ہے کہ اُس پر اُس کا راز ظاہر کر دیا جائے اور اگر طالب مبتدی ہو اور طاقت صبر کی نہ رکھتا ہو تو وہ شیخ سے دریافت کر لے۔ کیونکہ اُس کے لئے پوچھ لینا روا ہے اور اگر طالب متوسط الحال ہو تو وہ اُس کے حل کرنے کے لئے لب کشائی نہ کرے۔ کہ اُس کے لئے سوال حلال نہیں ہے ۔

کرامت حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے کرامت طلب کیگئی۔ آپ نے فرمایا کہ میری یہ کرامت کچھ کم ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے زمین پر چل سکتا ہوں۔ اور فرمایا کہ مرید میں شیخ کے احوال کا ظہور مرید کی کرامت ہے +

آپ نے فرمایا ہے کہ شیخ ابوالعباس قصاب قدس سرہٗ سے کرامت طلب کیگئی۔ تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں ایک بکری ذبح کرنے والے کا لڑکا ہوں۔ اتنی خلق میرے گرد کیوں جمع ہو گئی ہے +

کرامت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک مخلص بیان کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں قبچاق کی طرف سے ایک لشکر نے شہر بخارا پر حملہ کیا بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سی مخلوق کو قید کر لیا۔ اُنہی میں میرے بھائی کو بھی قید کر کے لیگئے۔ میرے والد اپنے لڑکے کیلئے بہت پریشان ہوئے۔ اور ہمیشہ مجھ سے کہتے تھے کہ اگر تو میری رضامندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں قبچاق جا۔ میں نے یہ ماجرا حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے باپ کی رضامندی حاصل کرو۔ اس میں بہت سی سعادتیں اور برکتیں ہیں۔ اور فرمایا کہ جب تم کو اس سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو ہماری طرف توجہ کرنا۔ پس اس سفر میں مجھ کو تھوڑی سی تجارت میں بہت سا نفع حاصل ہوا۔ اور بلا کسی دشواری کے بہت جلدی میں نے اپنے بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ اور قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ کشتی میں بیٹھ کر بخارا کی طرف روانہ ہوا کشتی میں لوگ بہت تھے اور ہوا مخالف چلنی شروع ہوئی اور کشتی کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ لوگوں نے فریاد شروع کی۔ اُس ناامیدی اور پریشانی کی حالت میں میرے کانوں میں کسی شخص کی حضرت خواجہ کو یاد کرنے کی آواز آئی۔ اُس کے سنتے ہی حضرت خواجہ کا وہ ارشاد مجھ کو یاد آیا۔ کہ جب تجھ کو کوئی مشکل درپیش ہو تو مجھ کو یاد کرنا پس میں حضرت کی طرف متوجہ ہوا۔ اُسی وقت حضرت خواجہ حاضر اور موجود ہو گئے۔ اور میں نے آپ کو سلام کیا۔ حضرت کی برکت سے ہوا ٹھہر گئی اور دریا کا تلاطم موقوف ہو گیا۔ تھوڑے دنوں میں ہم دونو بھائی بخارا پہنچ گئے۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں شرف قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔ ہم نے سلام کیا تو حضرت خواجہ مسکرائے اور فرمایا کہ جس وقت تم نے کشتی میں ہم کو سلام کیا تھا ہم نے تمہارے سلام کا جواب دیا تھا لیکن تم نے نہ سنا تھا ان بڑی بڑی کرامتوں کے دیکھنے سے میرا اعتقاد حضرت خواجہ کے ساتھ اور زیادہ ہو گیا +

کرامت۔ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز ابر تھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے میں نے کہا کہ ابھی نہیں ہوا آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ میں نے دیکھا۔ تو بالکل ابر نہ تھا اور تمام ملائکہ آسمان نماز ظہر کی ادائی میں مصروف تھے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ تم تو یہ کہہ رہے تھے۔ کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ میں نے اپنے اس کہنے سے نادم ہو کر استغفار کی۔ ایک مدت تک مجھ پر اس کی ندامت رہی

کرامت۔ جب کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ زیارت بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ حاجی عید قربان کے دن قربانی کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے چاہیئے کہ اُسی کو ہم قربان کر دیں۔ واپسی کے بعد جب بخارا پہنچے تو معلوم ہوا کہ عید کے دن ہی حضرت کے لڑکے نے بخارا میں انتقال کیا تھا۔

کرامت۔ ایک روز درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کلاہ نوروزی سی رہے تھے آپ کا حال اُس وقت نہایت بسیط تھا۔ چنانچہ آپ کی حالت سب میں اثر کر گئی۔ اور سب کو ذوق پیدا ہو گیا۔ حضرت خواجہ اور درویشوں نے جو آپ کی صحبت میں تھے کلاہ نوروزی سر پر رکھی۔ اُس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ سلاطین کی ٹوپی ہم نے سر پر رکھی اس لئے سلطنت میں بھی ہم کو تصرّف کرنا چاہیئے۔ پس ہم کو کس بادشاہ پر زد کرنی چاہیئے۔ ایک درویش نے حاکم ماوراءالنہر کا نام لیا حضرت نے فرمایا کہ ہم نے اُسی پر زد کی۔ آپ نے اُسی وقت خوشخبری کا ایک خط امیر بخارا کو جو وہاں سے بھاگ کر کابل چلا گیا تھا۔ بھیجا کہ صورت حال اس طرح سے واقع ہوئی ہے۔ چاہیئے کہ پانسو اشرفیاں نذرانے کی فقرا کی خدمت میں بھیجو۔ چند روز کے بعد معلوم ہو گیا کہ ماوراءالنہر کا وہ حاکم اُسی روز کہ حضرت خواجہ نے فرمایا تھا کہ ہم اُوسی پر زد کرتے ہیں قتل کیا گیا۔

کرامت۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ اُن درویشوں میں سے ایک جماعت سفر کے سامان کی تیاری کیلئے نکلی۔ اور دو فریق ہو گئے ایک فریق صرّافوں کے بازار کی طرف روانہ ہوا۔ اُنہوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اس بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ شاید آپ حجرے سے باہر نکل آئے ہیں۔ دوسرا فریق چوراہے کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اُس نے بھی حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو چوراہے میں پایا۔ اُنہوں نے بھی آپ کی نسبت

وہی خیال کیا کہ آپ حجرہ سے باہر نکل آئے ہیں۔ یہ درویش بازار میں اخی محمد زاہد سے ملے اور اُن سے اپنی سرگذشت بیان کی اُس نے کہا کہ مَیں نے اِس وقت حضرت خواجہ قدس سرّہ کو فلاں مقام پر دیکھا کہ ایک طرف کو تشریف لے جا رہے تھے۔ فقیروں کو تردد ہوا کہ حضرت سے کہاں جا کر ملاقات کریں وہ اسی خیال میں تھے کہ ایک درویش اُن کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت خواجہ یاد فرماتے ہیں کہ اتنی دیر آپ کو کیوں ہوئی۔ درویشوں نے اُس سے سب قصہ بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ جس وقت سے تم لوگ حضرت خواجہ کے پاس سے باہر نکلے ہو مَیں اور حجرہ والا درویش برابر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر رہے ہے۔ حضرت نے حجرہ سے قدم باہر نہیں نکالا۔ اور اس وقت جلدی کر کے تمہارے پاس مجھ کو بھیجا ہے۔ درویشوں نے یہ کرامت حضرت خواجہ سے بیان کی حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایک رات درویش محمد زاہد زیور تونی شیخ شادی کے مکان میں تھے ایک دوسرے کے ساتھ ہم جلیس ہوئے اور صفت ایثار اور فدا اُن پر طاری ہوئی اور بیخود ہو کر فانی ہو گئے۔ بہت دیر اسی طرح گذری۔ اور ہر شخص یہ خیال کرتا تھا کہ ان کی رُوح بدن سے پرواز کر گئی۔ اُسی وقت حضرت خواجہ قدس سرّہ قصر عارفان سے نکلے اور دونو درویشوں کو اپنے تصرّف سے اس صفت سے نکالا۔ اور فرمایا کہ جب آپ دونو اس صفت میں آ گئے۔ اور یہ حالت آپ پر طاری ہوئی۔ مجھ کو حکم ہؤا کہ جاؤ ہمارے بیدوں کی دستگیری کرو۔ اس وجہ سے اس رات کو مَیں قصر عارفان سے نکل کر آیا ؛

کرامت ۔ حضرت خواجہ قدس سرّہ نہر کے اُس کنارہ پر جو مزار شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرّہ کے برابر ہے درویشوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اور صحبت گرم تھی اثنے میں ایک شخص کی زبان سے یہ نکلا کہ پہلے بزرگوں کو کرامت اور تصرّفات حاصل تھے اِس زمانہ میں کوئی ایسا بزرگ نہیں ہے جس سے اس قسم کے ایسے اُمور سرزد ہوتے ہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اب بھی ایسے لوگ ہیں اور رہیں گے اگر اس نہر کو اشارہ کر دیں کہ اُلٹی بہے تو اُسی وقت اُلٹی بہنے لگے۔ حضرت خواجہ یہ فرما ہی رہے تھے کہ نہر کا پانی اُلٹا بہنے لگا۔ ایک جماعت کثیر اور جم غفیر نے اس کرامت کو دیکھا۔ اور مخلوق کا اعتقاد حضرت کی نسبت اور بھی زیادہ ہو گیا ؛

کرامت ۔ ایک درویش حضرت خواجہ قدس سرّہ کی صحبت میں آیا اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا حضرت نے اُس کے حال پر توجہ نہ فرمائی اور فرمایا کہ ماخان کے لوگوں کو تیری

وجہ سے نقصان پہنچا۔ اور تو بغیر ہماری اجازت کے بخارا سے نکلا۔ اور ہیبت اور جلال کے ساتھ اُس کی طرف نظر کی۔ اُس درویش کی حالت متغیر ہو گئی۔ اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور اُس کے سانس کی آمد و رفت رُک گئی۔ حاضرین میں سے کسی کو بھی اُس کی سفارش کی مجال نہ تھی۔ آخر کار سب لوگ حضرت خواجہ کے والد بزرگوار کی خدمت میں گئے وہ بہت احتیاط کے ساتھ حضرت خواجہ کی خدمت میں گئے۔ اور کہا کہ سب درویش اس کی خطاؤں کی معافی چاہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تک کہ وہ آفاق میں نہ جائیگا اور آفاق کو راضی نہ کریگا۔ اور وہ اس کی ایذا رسانی سے رہائی نہ پائیں گے اس وقت تک اس شخص کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے پھر حضرت نے اُس کے سینہ پر قدم مبارک رکھا۔ اور کہا کہ اُٹھ وہ فوراً ہوش میں آگیا۔ اور اُٹھ کھڑا ہوا ❊

کرامت۔ ایک دن حضرت خواجہ قدس سرہ غدیوت میں ایک درویش کے مکان میں تنور سلگا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت پر کیفیت اور خوش وقتی طاری ہوئی آپ نے اپنا دست مبارک سُلگتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ اور بہت دیر تک اُس میں رکھے رہے۔ جب آپ نے ہاتھ نکالا تو آپ کے ایک بال کو بھی آگ کا کچھ اثر نہ ہوا تھا ؎

خلیل اللہ در آتش ہمے گفت اگر موئے زمن باقیست مے سوز

ترجمہ۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ آگ میں گرتے وقت فرماتے تھے کہ اگر ایک بال بھی مجھ میں میرا باقی ہے تو جل جائے۔ حاضرین پر اس کرامت کے مشاہدہ سے حالت عظیم طاری ہوئی ❊

کرامت۔ ایک دن چند درویش فالیز کے کھیت کو پانی دے رہے تھے۔ ایک درویش نے کہا خاندان خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں سے ایک درویش فالیز کے کھیت کو پانی دے رہا تھا۔ روٹی کھانے میں اُس کے مریدوں نے کہا کیا اچھا ہوتا ہے جو تھوڑے خربوزہ آموچہ کے ہوتے۔ وہ درویش فالیز کے کھیت میں آیا۔ اور خربوزہ آموچہ کے نکال لایا۔ اس حکایت کے تذکرہ کے وقت حضرت خواجہ نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں ایک درویش نے یہ حکایت حضرت خواجہ سے بیان کی حضرت نے اصحاب کو باتوں میں مشغول رکھا اور ہاتھ دراز فرمایا اور فالیز کے کھیت سے ایک خربوزہ آموچہ کا نکال لائے ❊

کرامت۔ ایک درویش امیر تاج نامی کا یہ حال تھا کہ جب درویش اس کو کسی کام کے لئے بھیجتے تو وہ اُس کام کو اُسی وقت پورا کر کے آجاتا تھا۔ اور اکثر اوقات پرندوں کی

طرح بلا پروں کے اُڑا کرتا تھا۔ ایک روز درویشوں نے اس کو بخارا روانہ کیا وہ ہوا میں اُڑ کر جا رہا تھا۔ اتنے میں حضرت تشریف لائے۔ اور اُس کے اس حال کو دیکھا۔ نگاہ پڑنے کے ساتھ ہی اُس کا یہ حال سلب ہوگیا اور زمین پر گر پڑا۔ اس کے بعد پھر کبھی ہوا پر نہ اُڑ سکا۔

کرامت۔ ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ ایک دن کسی کے ساتھ مجھ کو میل خاطر غالب ہؤا۔ اس طرح کہ میں اپنے کو روک نہیں سکتا تھا۔ مجبوراً میں نے اُس کے پاس جانے کا قصد کیا۔ جب میں اُس کے پاس پہنچا تو یکایک حضرت خواجہ قدس سرہٗ عصا ہاتھ میں لیئے ہوئے ظاہر ہوئے۔ اور مجھ کو اُس عصا سے مارنا چاہا۔ اس واقعہ کو دیکھ کر دہشت مجھ پر غالب ہوئی۔ اور دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر آنکھیں بند کر کے وہاں سے اپنے گھر کی طرف بھاگا۔ ایک مدت تک میرا یہ حال رہا کہ میں کسی چیز پر نظر نہیں ڈالتا تھا۔ اُس مقام سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ بارہ روز کے راستہ پر رہا کرتے تھے۔

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ قصر عارفان میں اقامت گزین تھے۔ امیر برہان الدین پسر امیر سید کلال قدس سرہٗ آٹا لے کر تنور میں روٹی پکانے لگے۔ اتنے میں ابر عظیم پیدا ہؤا اور بارش شروع ہوئی۔ سب لوگ حیران ہو گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین سے فرمایا کہ پانی سے کہو کہ جہاں ہم ہیں وہاں تک نہ آئے۔ امیر برہان الدین سے فرمایا کہ پانی سے کہو کہ جہاں ہم ہیں وہاں تک نہ آئے۔ امیر برہان الدین نے بہت عاجزی کی اور کہا کہ میری کیا مجال جو ایسی بات کہوں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم تم کو حکم دیتے ہیں کہو اور وقت کو محفوظ رکھو۔ امیر برہان الدین نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ارشاد کی تعمیل میں جس طرح کہ حضرت نے فرمایا تھا۔ کہا۔ قدرت قادر لایزال سے جہاں کہ حضرت تھے ایک قطرہ پانی نہ برسا اور باہر خوب بارش ہوئی۔ اسی طرح نسف میں بھی جس وقت کہ حضرت نے بخارا کا ارادہ کیا چاروں طرف سے بارش شروع ہو گئی۔ حضرت نے خواجہ پارسا سے فرمایا کہ پانی بہت ہو گیا ہے دعا کرو تاکہ پانی موقوف ہو جائے۔ بس کہو کہ اے پانی ٹھیر جا۔ خواجہ پارسا قدس سرہٗ نے امیر برہان الدین کی طرح عاجزی سے وہی کلمہ کہا۔ حضرت نے فرمایا ہم کہتے ہیں تم کہو۔ خواجہ پارسا نے کہا۔ کہ اے پانی ٹھیر جا۔ پانی ٹھیر گیا اور ہوا چلنے لگی اور آفتاب نکل آیا۔

کرامت۔ شیخ شادی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں کہ جب میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نظر

قبولیت سے مشرف ہوا تو فدائیت اور ایثار یعنی بخشش کا عالم مجھ پر آسان ہو گیا۔ میرے پاس سَو دینار عدلی تھے۔ ایک روز میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ اس کو چھپا کر رکھ چھوڑ و یقین کی کمزوری کی وجہ سے میں نے بھی اس رائے سے اتفاق کر لیا اور بخارا چلا گیا۔ اور ان دیناروں سے موزہ کیمخت اور دیگر ہر قسم کی چیزیں خرید کیں۔ کچھ ایسی وجہ پیش آئی کہ قصر عارفان سے غدیوت جانے کا اتفاق ہوا۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شادی شہر بخارا کو کیوں گئے تھے۔ میں نے کہا کہ کچھ کام تھا۔ حضرت نے کہا کہ موزہ کیمخت اور جو کچھ کہ تم نے خریدا ہے حاضر کرو۔ میں نے سب چیزیں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر کر دیں۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ سَو دینار عدلی بھی حاضر کرو۔ میں نے وہ بھی پیش کر دئے۔ پھر آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اگر تو دینار چاہتا ہے تو عنایت الٰہی سے پہاڑ کو تیرے لئے سونا بنا دوں۔ لیکن ہم عالم فقر میں ایسی چیزوں پر نظر نہیں ڈالتے ہیں۔ فقیروں کی جماعت کا کارخانہ اس عالم سے الگ ہے تم کو کسی چیز کی کمی نہ ہوگی۔ پھر کیوں جمع کرتے ہو ✦

کرامت۔ حضرت مولانا سعد الدین قرشوی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ میرے باغ میں تشریف لائے۔ اتفاقاً وہ موسم خزاں کا تھا۔ میری نظروں میں باغ بہت ویران تھا۔ گویا کہ ایک خارستان اور شورستان تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم تمہارے باغ کو سرسبز اور تازہ کر دیتے ہیں۔ تا کہ تمہارا یقین زیادہ ہو جائے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اب دیکھو۔ میں نے دیکھا تو باغ پھولوں سے بھرا ہوا نظر آیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ باغ میرا نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ وہی باغ ہے۔ جب ایک زمانہ دراز اسی بہار کے عالم میں گذر گیا۔ تو باغ اُسی حالت سابقہ پر نظر آیا۔ یہ کرامت آپ کے کمال ولایت کی بابت میرے یقین کے زیادتی کا سبب ہوئی ✦

کرامت۔ حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ حضرت معشوق طوسی قدس سرہٗ کے مزار کی زیارت کے لئے طوس تشریف لائے۔ جب آپ اُن کی مزار پر پہنچے تو فرمایا سلام ہو تم پر اے معشوق طوسی تم اچھے ہو۔ اُن کی قبر سے آواز آئی کہ تم پر بھی سلام ہو۔ اے خواجہ بہاؤ الدین نقشبند ہم اچھے ہیں۔ درویشوں کی ایک جماعت نے جو حضرت خواجہ کے ہمراہ تھی۔ اس کلام کو

سُنا۔ اور منکرین خواجہ نے اس کرامت کو دیکھ کر حضرت خواجہ کی ولایت کا اقرار اور اعتراف کیا۔

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ درویش عطا کے مکان کے بالا خانہ پر اُترے۔ قصر بخارا اس مکان کے متصل تھا۔ ایک جماعت قوالوں کی اس قصر میں گانے میں مشغول تھی اور ایک جماعت صوفیوں کی رقص کر رہی تھی اور بے حد شور و شغب اور لہو و لعب برپا تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جو کچھ اس وقت سُنا جا رہا ہے وہ ممنوع اور نامشروع ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اپنے کانوں میں رُوئی رکھ لیں تاکہ صبح تک ان آوازوں کے سُننے سے محفوظ رہیں یہ فرما کر صوفیوں میں حضرت نے تصرف کیا اور اُن کا احوال متغیر ہوا اور یہ خلاف شرع آوازیں کسی طرح سے اُن کے کانوں میں نہ آسکیں۔ پڑوسیوں نے صبح کو رات کے حالات درویشوں سے بیان کر کے دریافت کیا کہ آپ کی رات کیونکر گزری۔ حضرت خواجہ اور اُن کے اصحاب سماع سے منع فرماتے ہیں۔ اور تمہارے مکان کے قریب شب گانا اور رقص و سرود اور دف کی آوازیں تھیں۔ درویشوں نے حضرت خواجہ کے تصرف کا قصہ بیان کیا۔ اُن لوگوں نے بہت تعجب کیا۔ یہ واقعہ اُن کی ہدایت اور راہ یابی کا سبب ہو گیا ✦

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایک دفعہ بخارا کے ایک گاؤں میں مقیم تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا عارف دیگرانی نسف میں اور قشلاقی میں خواجہ مبارک مولانا بہاؤ الدین کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور ہم کو طلب کر رہے ہیں۔ یہ فرما کر فوراً نسف کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضرت خواجہ اور مولانا سے ملاقات ہوئی۔ تو مولانا نے حضرت خواجہ سے کہا کہ جب ہم آپ کو تین بار طلب کریں۔ تشریف لایا کیجئے ✦

کرامت۔ ایک دفعہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ امیر برہان الدین فرزند سید امیر کلال قدس سرہٗ کے گھر قریہ سوخار میں تھے۔ امیر موصوف نے حضرت خواجہ سے التماس کیا کہ مجھ کو مولانا عارف کی ملاقات کا اشتیاق ہے۔ اور وہ نسف میں ہیں۔ آپ توجہ فرمائے تاکہ مولانا جلد تشریف لائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ہم مولانا کو بہت جلد طلب کرتے ہیں۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ امیر کی خانقاہ کی چھت پر تشریف لے گئے۔ اور تین بار فرمایا کہ اے مولانا عارف۔ پھر آپ نیچے اُتر آئے اور فرمایا کہ مولانا عارف نے میری آواز سُن لی ہے۔ اور اس طرف روانہ ہو گئے ہیں جب مولانا عارف حضرت خواجہ کے پاس پہنچے تو کہا کہ میں فلاں روز فلاں وقت نسف میں دوستوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ کہ حضرت خواجہ کی آواز میرے کانوں میں آئی کہ آپ مجھ کو طلب کر رہے ہیں اس لئے

مَیں فوراً نسف سے بخارا کو روانہ ہوگیا ۔

کرامت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ ہمارا ایک درویش بخارا میں مولانا نجم الدین دادرک نامی ہے۔ مَیں اُس کو طلب کرتا ہوں وہ کل ظہر کے وقت تک آ جائیگا۔ دوسرے دن مولانا نجم الدین ظہر کے وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں مقام قرشی میں پہنچ گئے۔ اور کہا کہ کل حضرت خواجہ کے طلب کرنے کی آواز میرے کانوں میں آئی۔ مَیں بے قرار ہوگیا۔ اور تاخیر نہ کر سکا۔ اُسی وقت بخارا سے نسف کی طرف روانہ ہوگیا ۔

کرامت۔ ایک درویش نقل کرتے ہیں کہ مَیں ایک صحرا میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور بہار کا موسم تھا۔ اور میرے دل میں خربوزہ کی آرزو پیدا ہوئی۔ مَیں نے حضرت خواجہ سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ ایک نہر پانی کی وہاں سے نزدیک تھی۔ حضرت خواجہؒ نے اس نہر کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا کہ نہر کے کنارہ جاؤ۔ تم کو خربوزہ مل جائیگا۔ مَیں نہر کے کنارہ گیا۔ ایک خربوزہ تازہ بہتا ہؤا میرے سامنے آیا۔ مَیں نے اس کو لے لیا۔ اور میرا یقین حضرت خواجہ کی نسبت اور زیادہ ہؤا ۔

کرامت۔ ایک درویش کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ میرے مکان پر تشریف لائے۔ مَیں خوش دل اور شاداں ہؤا۔ میرے گھر میں آٹا موجود نہ تھا۔ اُسی دن آٹے کا ایک تھیلا مَیں لایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اِس آٹے کو محفوظ رکھو اور اس میں سے خرچ کرو اور اس کی کمی بیشی کو کسی پر ظاہر مت کرو۔ حضرت خواجہ دو ماہ میرے مکان پر مقیم رہے اور بہت سے درویش دیگر دوست احباب بکثرت حضرت خواجہ کی ملاقات کے لئے آتے رہے۔ اور وہی آٹا پکتا رہا۔ مگر وہ اپنے حال پر جیسا تھا۔ ویسا ہی رہا۔ جب حضرت خواجہ تشریف لیگئے۔ تو ہم ایک مدت دراز تک اُسی آٹے میں سے خرچ کرتے رہے۔ اور آٹا مطلق ختم نہ ہؤا۔ جب مَیں نے حضرت کے ارشاد کے خلاف کیا اور اپنے اہل و عیال سے اس واقعہ کا اظہار کر دیا تو برکت جاتی رہی ۔

کرامت۔ ایک درویش کا بیان ہے کہ مَیں شروع زمانہ میں دکانداری کیا کرتا تھا۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ میری دکان پر تشریف لائے اور حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا تذکرہ کیا اور فرمایا کہ سلطان العارفین نے فرمایا ہے کہ اگر میں اپنے رومال کا کونہ کسی شخص تک پہنچادوں تو وہ میرا فریفتہ اور شیدا ہو کر میری جستجو میں

نکل جائیگا۔ اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر میں اپنی آستینیں ہلا دوں تو تمام اہل بخار امیرے فریفتہ اور حیران ہو جائیں اور گھر بار کو چھوڑ کر میرے پیچھے ہو جائیں اثنا کلام میں حضرت نے اپنی آستینیں ہلائی اور میری آنکھ حضرت کی آستین کے کونہ پر پڑ گئی پس بے خود ہو گیا اور زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ ایک مدت اسی طرح گذر گئی اور جب میری حالت درست ہو گئی اور اپنی حالت پر آیا تو حضرت خواجہ کا عشق میری رگ و پے میں اثر کر گیا۔ میں نے اپنا گھر بار دوکان و پونجی اور تمام چیزیں جو میرے پاس تھیں سب کو لٹا دیا۔ اور حضرت خواجہؒ کے عاشقوں میں شامل ہو گیا +

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہ نے موسم زمستان میں ایک درویش سے فرمایا کہ بہت سی لکڑیاں جمع کرو۔ پس جب اتنی لکڑیاں جتنی کا آپ نے حکم دیا تھا۔ جمع ہو گئیں۔ تو دوسرے دن سے برف باری شروع ہو گئی۔ اور برابر چالیس روز تک لگاتار ہوتی رہی۔ اسی حالت میں حضرت خواجہ نے خوارزم کا ارادہ کیا۔ اور شیخ شادی نامی درویش ہم رکاب تھے۔ جب آپ کنارہ آب حرام کام پر پہنچے۔ تو شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی کے اوپر قدم رکھ کر گذر جاؤ۔ شیخ شادی غرق ہونے کے خوف سے پانی پر چلنے کی جرأت نہ کر سکے حضرت نے تاکیداً فرمایا کہ چلو اور نظر ہیبت سے شیخ شادی کی طرف دیکھا وہ بیہوش ہو گئے۔ اور جب ہوش میں آئے۔ تو قدم پانی پر رکھا اور چلنے لگے۔ اور حضرت خواجہ ان کے پیچھے روانہ ہوئے اُس ندی سے گذر جانے کے بعد حضرت نے شیخ شادی سے فرمایا دیکھو تمہارا موزہ تر ہوا یا نہیں شیخ نے دیکھا تو اُن کے موزہ پر پانی کا کچھ بھی اثر نہ ہوا تھا +

کرامت۔ ایک دفعہ نسف میں امساک باراں ہوا اور حضرت خواجہؒ کے مخلصین نے جو اس زمانہ میں وہاں موجود تھے۔ ایک درویش کو حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ اس درویش کو دیکھتے ہی حضرت نے فرمایا کہ اصحاب نسف خیریت سے ہیں اور اُنہوں نے طلب باران کیلئے تم کو ہمارے پاس بھیجا ہے درویش نے کہا کہ ہاں حضرت نے فرمایا کہ ہم تمہارے لئے بخارا سے پانی بھیجتے ہیں۔ پھر آپ نے اُس درویش کو تھوڑی دیر ٹھیرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور پھیل کر برسنے لگا۔ اور دن بھر لگاتار برستا رہا۔ دوسرے دن آپ نے اُن کو جانے کی اجازت دی۔ اور وہ اُسی بارش کی حالت میں نسف روانہ ہوئے۔ اور تین رات دن تک یہ بارش لگاتار ہوتی رہی

اور حضرت خواجہ کی اس کرامت سے تمام ملک سیراب ہوگیا +

کرامت - ایک درویش بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ مقام قرشی میں تھا۔ خلوت میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ رقص کر رہا تھا - میرے پاس ایک عمدہ رومال تھا - وہ میں نے قوال کو دے دیا - پھر کسی کام کے لئے گھر سے نکلا تھا - کہ اُسی وقت حضرت خواجہ کیش سے ملا - جو قرشی میں پہنچے تھے - اور قرشی میں میں پہلا شخص ہوں جس نے حضرت خواجہ سے ملاقات کی اُس وقت حضرت نے فرمایا کہ اہل قرابت فقراکی صحبت رکھنی چاہیئے ہمارے طریقہ میں ذکر جہر اور رقص نہیں ہے - حضرت کے اس اشراق سے میرا حال متغیر ہوا حضرت نے ایک مدت تک مجھ کو اپنی صحبت میں نہ آنے دیا - جب تک کہ درویشوں کی ایک جماعت نے میری سفارش نہ کی میں حضرت کی صحبت میں باریاب نہ ہو سکا اور کوئی نسبت میں اپنے آپ میں نہ پاتا تھا +

کرامت - ایک درویش کا بیان ہے کہ مجھ کو اولاد نرینہ نہ ہوتی تھی - میں نے حضرت کی خدمت میں دُعا کے لئے التماس کیا - اللہ تعالےٰ نے مجھ کو ایک لڑکا عطا کیا - میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا - اور لڑکے کیلئے آپ کا ملبوس کرتا طلب کیا - آپ نے فرمایا کہ جاؤ میں کرتا نہیں بھیج سکتا - میں گھر واپس آیا اور دیکھا تو وہ لڑکا فوت ہو چکا تھا - میں پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں گیا - حضرت نے فرمایا کہ تو نے ہم سے لڑکا مانگا وہ ہوا - اب خدائے تعالیٰ تجھ کو دو لڑکے عطا کریگا - جن کی عمر بہت ہوگی اور وہ تجھ کو کافی ہونگے - اس کے بعد میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا ایک زمانہ کے بعد وہ بیمار ہوگیا - میں نے آپ سے عرض کیا - آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ ہمارا فرزند ہے تم کو اُس کی علالت سے کیا علاقہ بہت مرتبہ بیمار اور صحت یاب ہوگا - اس کے بعد اور دوسرا لڑکا تولد ہوا +

کرامت - ایک درویش کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ نے مجھ کو ایک کام کے لئے کسی جگہ روانہ کیا - اور ہوا نہایت گرم تھی - واپسی میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور اُس درخت سے تکیہ لگا کر سو رہا - میں نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ عصا ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف تشریف لا رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے اُٹھو میں بے قرار ہو کر خواب سے اُٹھا کیا دیکھتا ہوں کہ دو بھیڑیئے خونخوار میرے سرہانے کھڑے ہیں - میں فوراً قصر عارفان کو روانہ ہوگیا - جب میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خواجہ راستہ

پر کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں۔ کہ کوئی شخص یہاں سو رہا ہے ؛

کرامت ۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقت آخر ہوگا۔ تو میں روئیوں کو مرنے کی ترکیب سکھاؤنگا۔ سب درویش اس وقت کے منتظر تھے جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو مرض الموت ہوا۔ تو کاروان سرائے میں گئے اور مرض کے زمانہ میں اسی سرائے کے ایک حجرہ میں مقیم رہے جو خاص خاص مرید آپ کی خدمت میں رہتے تھے۔ حضرت نے ہر ایک کے حال پر مرحمت اور الطاف خاص فرمائے۔ اور آخر وقت دونو ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے۔ پھر دونو دستِ مبارک چہرے پر رکھے۔ اور اس عالم سے رحلت فرمائی ؛

کرامت ۔ خواجہ علاء الدین غجدوانی قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کے مرض الموت کے زمانہ میں حاضر تھا۔ حضرت حالت نزع میں تھے۔ جب حضرت نے مجھ کو دیکھا تو فرمایا کہ اے غلام دستر خوان لا اور کھانا کھا۔ حضرت ہمیشہ مجھ کو غلام کہا کرتے تھے تعمیل ارشاد کیلئے میں دستر خوان لایا اور چند لقمے کھائے۔ اس حالت میں میں کھانا نہ کھا سکتا تھا اس لئے دستر خوان کو اٹھا دیا۔ حضرت نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ میں نے دستر خوان اٹھا دیا ہے۔ پس فرمایا کہ اے غلام دستر خوان بچھا اور کھانا کھا۔ میں نے پھر چند لقمے کھا کر دستر خوان اٹھا دیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ دستر خوان بچھاؤ اور کھانا کھاؤ کیونکہ کھانا اچھی طرح کھانا چاہیئے۔ اور کام اچھی طرح کرنا چاہیئے۔ آپنے چار مرتبہ اسی طرح ارشاد فرمایا ؛

کرامت ۔ آپ کی مرض اخیر میں آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کو خیال پیدا ہوا۔ دیکھئے حضرت کس کو ارشاد کی اجازت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ کو اس خطرہ سے آگاہی ہو گئی اور فرمایا کہ اس وقت مجھ کو تشویش میں مت ڈالو۔ یہ کام میرے اختیار میں نہیں ہے۔ حق تعالےٰ تم میں سے جس کسی کو اس مرتبہ پر پہنچا دیگا۔ وہ مرتبہ خود اس کا فیصلہ کر دیگا۔ حضرت خواجہ کے بعض مریدین نے نقل کیا ہے کہ حضرت نے اس وقت یہ فرمایا کہ بات وہی ہے جو ہم نے حجاز کے راستہ میں کہی تھی۔ کہ جس کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہو۔ وہ خواجہ محمد پارسا کو دیکھ لے۔ اس ارشاد کے دوسرے دن آپ نے رحلت فرمائی ؛

کرامت۔ خواجہ علاؤالدین قدس سرہ کہتے ہیں کہ میں حضرت خواجہ کی انتقال کے وقت سورۂ یٰسین پڑھ رہا تھا۔ جب سورۃ نصف ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہوئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہو گیا حضرت کی عمر شریف پورے تہتر سال کی تھی۔ اور چوہترویں سال میں دوشنبہ کے دن تیسری ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ ہجری یا سنہ ۷۹۰ھ میں وفات پائی ۔

چنانچہ حضرت خواجہ حافظ شیرازی قدس سرہ فرماتے ہیں :۔

بہاؤالدین طالب مثواہ امام سنت شیخ جماعت
چو میرفت از جہاں این بیت میخواند براہل فضل ارباب بلاغت
بطاعت قرب یزداں میتواں یافت قدم درنہ کرت ہست استطاعت
بدین دستور تاریخ وفاتش بروں آر از حروف قرب طاعت

مزار شریف بخارا میں ہے فقیر مؤلف نے اُس صاحب کمال کی تاریخ وفات قول اوّل کی بنا پر "عجائب الکرامات بود" اور قول ثانی کی بنا پر "او سراج اُمت بودہ ادد" اور "رہین سنت بودہ" سے پائی ہے ۔

واضح ہو کہ حضرت امیر کلال قدس سرہ کے چار فرزند اور چار خلیفہ تھے۔ سب کے سب اور اصحاب حال تھے۔ حضرت نے اپنے ہر ایک فرزند کی تربیت اپنے ایک ایک خلیفہ کے سپرد کی تھی۔ امیر برہان الدین قدس سرہ حضرت امیر کلال کے بڑے صاحبزادے تھے اور ان کی تربیت حضرت خواجہ بہاء الحق والدین نقشبند قدس سرہ کے سپرد تھی۔ اور فرمایا تھا کہ جب اُستاد شاگرد کی تربیت کرے تو چاہئے کہ اپنی تربیت کا اثر شاگرد میں مطالعہ کرے۔ تاکہ اُس پر بھروسہ ہو جائے کہ تربیت اُس میں قائم ہو گئی ہے۔ اور اگر اس میں خلل دیکھے تو اُس کی اصلاح کرے۔ اِس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ نقشبند سے فرمایا کہ میرے فرزند امیر برہان الدین موجود ہیں۔ کسی کا دست تصرف اُن پر نہیں پہنچا ہے تم میرے سامنے اِن کی تربیت میں مشغول ہو جاؤ۔ تاکہ میں تمہاری تربیت کا اثر دیکھوں اور مجھ کو تمہاری کاریگری پر اعتماد ہو جائے۔ حضرت خواجہ نے ادب کی وجہ سے کچھ توقف کیا حضرت امیر نے فرمایا کہ تامل نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت خواجہ بہ تعمیل ارشاد حضرت امیر برہان الدین کے باطن کی طرف متوجہ ہوئے۔ جس سے ان میں حالت عظیم پیدا ہوئی۔ اور شکر حقیقی کا اثر

ظاہر ہوا۔ اِس کے بعد امیر برہان الدین حضرت خواجہ کے تربیت میں مرتبۂ کمال اور تکمیل کو پہنچے۔ اور صاحب تصرف کرامت ہوئے۔ حضرت امیر برہان الدین کا طریقہ خلق سے انقطاع کا تھا۔ آپ ہرگز کسی سے نسبت نہیں رکھتے تھے۔ اور کسی کو آپ کے اطوارِ باطن پر اطلاع نہ ہوتی تھی۔ آپ کی قوتِ باطن اِس درجہ تھی کہ حضرت خواجہ کے بعض مریدوں کا حال گم کر دیتے تھے ٭

کرامت۔ شیخ نیک روز بخاری جو حضرت خواجہ کے مریدوں میں سے ہیں۔ نقل کرتے ہیں کہ جب مجھ کو راستہ میں امیر برہان الدین سے اتفاق ملاقات کا ہوتا۔ تو میرے احوال باطنی مجھ سے غائب ہو جاتے تھے۔ ایک روز میں حضرت خواجہ کی خدمت میں امیر برہان الدین کی شکایت کرنے کے لئے آیا۔ حضرت خواجہ نے مجھ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم اس وقت امیر برہان الدین کی شکایت کے لئے آئے ہو۔ مَیں نے عرض کیا کہ حضرت کے ضمیرِ خورشید نظر پر خود روشن ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہوں۔ تم میری طرف اِس طرح متوجہ ہو جایا کرو کہ میں مَیں نہیں ہوں جو کچھ ہیں حضرت خواجہ ہیں۔ اِس کے بعد جب امیر برہان الدین سے اتفاق ملاقات کا ہوا تو اُنہوں نے چاہا کہ میری طرف متوجہ ہوں۔ مَیں نے فوراً حضرت خواجہ کی صورت کا تصور کیا۔ اور کہا کہ مَیں نہیں ہوں حضرت خواجہ ہیں اُس وقت مَیں نے دیکھا کہ امیر برہان الدین کا حال متغیر ہوا اور بے ہوش ہو کر گر پڑے اِس کے بعد سے اُنہوں نے کبھی مجھ میں تصرف نہیں کیا ٭

کرامت۔ امیر برہان الدین قدس سرہٗ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عیدِ قربان کے موقعہ پر جب کہ لوگ عید گاہ سے نماز پڑھ کر واپس ہو رہے تھے حضرت خواجہ کے پاس مخلوق کا بہت کچھ ہجوم تھا۔ اس طرح کہ مَیں بہت فاصلہ پر ہو گیا تھا۔ اُس وقت میرے دل میں یہ خطرہ گزرا کہ حضرت خواجہ کا یہ ابتدائی زمانہ ہے۔ اور آپ کے تصرفات و کرامات کے ظہور کا اب آغاز ہو رہا ہے۔ اِس لئے مخلوق کا ہجوم حضرت کے اوقات میں مخل ہو گا حضرت خواجہ نے میرا گریبان پکڑ کے تھوڑی حرکت دی۔ اس سے ایک صفت نہایت بزرگ میرے باطن میں پیدا ہوئی کہ اس کے عظمت اور صولت سے میری طاقت جاتی رہی۔ اور مَیں قریب گرنے کے ہو گیا۔ مگر حضرت خواجہ نے مجھ کو بچا لیا۔ اور ایک زمانہ اسی حالت پر گزر گیا جب مجھ کو افاقہ اور ہوش پیدا ہوا تو حضرت نے فرمایا کہ کیا کہتے

ہو۔ اب بھی وہ تصرفات ہیں یا نہیں۔ مَیں ندامت سے حضرت کے قدموں پر گر گیا۔

امیر حمزہ قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے دوسرے فرزند ہیں آپ کا نام حضرت امیرؒ نے اپنے والد کے نام پر رکھا۔ اور ہمیشہ آپ کو پدر کہا کرتے تھے۔ آپ کی تربیت مولانا عارف دیک کرانی قدس سرہٗ کے حوالہ فرمائی تھی۔ آپ مولانا کی تربیت کے زیرِ سایہ درجۂ کمال اور تکمیل کو پہنچے اور حضرت امیر کلال کی وفات کے بعد آپ ہی اُن کی جگہ مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اور برسوں تک خلق اللہ کو رشد و ارشاد و ہدایت فرماتے رہے۔ آپ کی وفات غرّہ شوال ۸۰۰ ہجری میں ہوئی۔

امیر شاہ قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے تیسرے فرزند ہیں۔ اور آپ کی تربیت حضرت نے شیخ یادگار قدس سرہٗ کے حوالہ کی تھی۔ آپ بندگانِ خدا کی خدمت گذاری میں بہت اہتمام اور کوشش رکھتے تھے۔ اور لوگوں کی مشکلوں کو بہت خوبی سے حل کرتے تھے۔ اور لوگوں کی دلجوئی اور نگہداشت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتے تھے۔ آپ دنیا سے بقدرِ کفایت لیتے اور فرماتے کہ ہر شے کے لینے کے پیچھے جواب دینا لگا ہوا ہے۔

امیر عمر قدس سرہٗ

آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چوتھے فرزند ہیں حضرت امیر نے آپ کی تربیت شیخ جمال الدین دہستانی قدس سرہٗ کے حوالہ فرمائی تھی۔ آپ صاحبِ کرامات اور مالکِ خارقِ عادات تھے۔ اکثر اوقات آپ احتسابِ نفس میں مشغول رہتے تھے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اکابر اولیا نے کہا ہے کہ گائے کے سر کاٹنے کا جب وقت قریب آتا ہے تو اُس کو اس طائفہ کی دیوار پر رکھتے ہیں۔ جس کو نکالنا چاہتے ہیں اُس کو اس طائفہ کی پردہ دری کے لئے لگا دیتے ہیں۔

مولانا عارف دیگ گرانی قدس سرہٗ آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے

دوسرے خلیفہ ہیں۔ اور آپکا مولد ومرقد قریۂ ریگ گران ہے۔ جو قصبہ ہزارہ کے کنارہ کوہ پر واقع ہے۔ جہاں سے بخارا نو فرسنگ شرعی ہے آپکا مزار پر انوار اُسی قریہ کے باہر ہزارہ کے راستہ پر واقع ہے۔

حضرت امیر کلال قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ میرے مریدوں میں خواجہ بہاؤالدین نقشبند اور مولانا عارف ریگ گرانی کے مماثل کوئی نہیں ہے یہ دونو سب سے آگے چلے گئے ہیں حضرت خواجہ نقشبند قدس حضرت امیر کلال قدس سرہٗ سے خلافت پانے کے بعد سات سال مولانا عارف کی صحبت میں رہے۔ اور مولانا کی تعظیم و تکریم میں مصروف رہکر اُنہیں کے ساتھ سلوک طے کیا۔ چنانچہ آپ بوقت طہارت کرنے کے نہر کے کنارہ مولانا سے بلند مقام پر ہرگز نہ بیٹھتے تھے۔ اور راستہ چلنے میں مولانا کے برابر نہ چلتے تھے۔ اور ہمیشہ آپکا اتباع کرتے تھے۔ کیونکہ حضرت مولانا کو حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کی صحبت میں حضرت خواجہ پر سبقت تھی اور حضرت خواجہ سے برسوں پہلے آپ حضرت امیر کلال کی تربیت میں درجہ کمال کو پہنچ چکے تھے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب ہم ذکر خفی میں مشغول ہوئے اور ہم میں نشان آگاہی پیدا ہوئی تو ہم اس کی اصل کے طالب ہوئے۔ اور تیس برس تک اصل کی تلاش اور جستجو کرتے رہے۔ دو مرتبہ سفر حجاز کا کیا۔ ہر ایک گوشہ اور زاویہ میں پھرے۔ اس تلاش میں مولانا عارف کے مماثل کوئی شخص بھی ملجاتا تو ہم ہرگز واپس آتے ایسا شخص چاہئے جو ہم زانو ہو اور سیر میں آسمانوں سے آگے بڑھ گیا ہو اور ظاہر اور باطن میں ہی مشغول ہو۔

قدسیہ مولانا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی تدبیر میں ہے وہ خالص دوزخ میں ہے۔ اور جو شخص تقدیر الٰہی جل و علا کی تعمیل میں مصروف ہے وہ خالص بہشت میں ہے۔

قدسیہ ایک روز مولانا نے اپنے مریدوں سے پوچھا کہ کھانے کے وقت ہر ایک عضو اپنے ایک کام میں مشغول رہتا ہے۔ دل کس کام میں مشغول رہتا ہے۔ مریدوں نے عرض کیا۔ کہ ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ آپنے فرمایا کہ ایسے وقت میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہنا ذکر نہیں ہے بلکہ اس وقت کا ذکر سبب سے مسبب کی طرف جانا اور نعمت کو منعم کی طرف سے دیکھنا ہے۔

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک شخص نے مولانا کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں کام میرا آپ کی دعا سے سرانجام پائیگا۔ مولانا نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ ذمہ لینا اُس

شخص کا کام ہے کہ صاحب مقصد کا کام اس کی مبارک ہمت سے پورا ہو سکے اور مجھ میں یہ ہمت نہیں ہے ⁂

کرامت ۔ ایک دفعہ قریہ دیگ گران میں طوفان آب آیا۔ چنانچہ گاؤں کے بہ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ لوگ خوف کے مارے فریاد کرنے لگے ۔ مولانا یہ شور سُنکر باہر نکلے اور اپنے آپ کو طوفان میں اُس مقام پر جہاں پانی کا زور تھا ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اے پانی اگر تجھ سے ہو سکتا ہے تو مجھ کو بہالے ۔ فوراً طوفان ہٹھ گیا اور تسکین ہو گئی ⁂

کرامت ۔ ایک روز حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ مولانا بہاؤالدین قشلاقی قدس سرہٗ کی صحبت میں تھے (جو علوم ظاہری اور باطنی کے عالم اور صاحب آیات کرامات تھے اور حضرت خواجہ کے پیر صحبت اور شیخ الحدیث تھے) اثناء کلام میں مولانا نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ ایسے مُرغ بلند پرواز آپ میں یا آپکے دوست مولانا عارف دیگ گرانی ہیں حضرت خواجہ نے فرمایا کہ کاش کہ صحبت مولانا کی آج ہی میسر ہو جاتی ۔ پس مولانا کی صحبت کا شوق حضرت خواجہ پر غالب ہوا ۔ اور اُس وقت مولانا عارف اپنے گاؤں میں اپنے مریدوں کے ساتھ دہقانی کی کاشت میں مشغول تھے ۔ مولانا بہاؤالدین قشلاقی نے حضرت خواجہ سے فرمایا کہ اگر تم کو مولانا عارف کے دیدار کا شوق بہت ہے تو مَیں اُن کو آواز دیتا ہوں وہ ضرور آجائینگے پس آپ بام پر چڑھے ۔ اور تین بار آواز دی ۔ کہ اے مولانا عارف ۔ مولانا عارف اُسی وقت کاشت کے کام سے رُک گئے ۔ اور مریدوں سے فرمایا کہ تم لوگ قیام گاہ پر جاؤ ۔ مجھ کو مولانا بہاؤالدین قشلاقی طلب کرتے ہیں ۔ پس عجلت کے ساتھ روانہ ہو گئے ۔ اور اُسی دوپہر میں قبل اس کے کہ دیگ آتشدان سے اُتاری جائے اور آش استعمال میں لایا جائے اُنکی صحبت میں پہنچ گئے ۔ اور قریہ دیگ گران اور قشلاق میں بیس فرسنگ کا فاصلہ ہے ۔ حضرت خواجہ اور مولانا عارف کی پہلی ملاقات اسی صحبت میں ہوئی ⁂

شیخ یادگار قدس سرہٗ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے تیسرے خلیفہ ہیں اور آپکا وطن کبن سرو ہے جو شہر بخارا سے دو فرسنگ کے فاصلہ پر ہے ۔ حضرت امیر شاہ قدس سرہٗ آپ کی تربیت میں بلند درجوں پر پہنچے ⁂

شیخ جمال الدین دہستانی قدس سرہٗ ، آپ حضرت امیر کلال قدس سرہٗ کے چوتھے خلیفہ ہیں ۔ حضرت امیر نے اپنے چوتھے فرزند امیر عمر قدس سرہٗ کی تربیت آپکے حوالہ فرمائی تھی

امیر عمر قدس سرہ آپ کی زیر تربیت مقامات اور درجات کمال پر پہنچے حضرت امیر کلال قدس سرہ کے کارکردہ مریدین سوائے ان چار خلفا کے اور بھی بہت ہیں ۔

چنانچہ شیخ محمد خلیفہ اکابر مریدین حضرت امیر کلال قدس سرہ سے تھے ۔ اور حضرت امیر کلالؒ جانتے تھے ۔ کہ آپکے بعد طالبوں اور مریدوں کی وہ تربیت کرتے رہینگے ۔ اور شیخ شمس الدین کلال قدس سرہ حضرت امیر کلال قدس سرہ کے مریدان عظام میں سے ہیں ۔ اور سفر مبارک میں حضرت امیر کے ہمراہ تھے ۔ اور قریہ فرشی سے صحرائے کفش تک پیادہ گئے اور عراق میں مشائخین کے ساتھ اُن کی صحبت میں بہت رہے ۔ آپ ماوراء النہر میں اُن کے طریقہ کے مراقبہ کو لائے اور مشتہر فرمایا ۔ اور مولانا علاؤالدین کن سروانی اکابر اصحاب حضرت امیرؒ سے ہیں ۔ اور شیخ درازونی جو عالم علوم ظاہری و باطنی تھے ۔ اور مولانا بہاؤالدین طوسی ۔ اور شیخ بدرالدین میدانی اور شیخ امین اور خواجہ محمد اور اُن کے سوا اور بہت صاحب مدین گئے حضرت امیر کلال سے ہیں اللہ تعالےٰ اُن کے اسرار کو پاک کرے ۔

حضرت مولٰنا یعقوب چرخی قدس سرہ

آپ کا انتساب اس طریقہ عالیہ میں آستانۂ عرش نشان شاہ ولایت پناہ حضرت خواجہ بہاؤالحق والدین نقشبند سے ہے آپ کی اصل قریہ چرخ ہے جو ولایت غزنین میں ایک دیہ ہے آپ کا مرقد منور ایک گاؤں میں ہے ۔ منجملہ موضعات حصار کے ابتدائے احوال میں اکثر اوقات جامع ہرات میں اور اکثر دیار مصر میں تحصیل علوم میں مشغول رہے ۔ اور شیخ زین الدین خوافی قدس سرہ کے ساتھ مصر میں ہم سبق رہے ہیں ۔ یہ دونو صاحب مولانا شہاب الدین سیرامی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جو اس دیار کے اکابر علما سے ہیں ہم سبق تھے ۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد اور خلوص رکھتے تھے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کے سلسلہ میں منسلک ہونے سے پہلے مجھ کو حضرت کے ساتھ اعتقاد اور خلوص تھا اور اکابر علما سے اجازت فتوے حاصل کرنے سے پہلے میں نے اپنے وطن مالوف کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا ۔ ایک دن مجھ کو حضرت خواجہ سے اتفاق ملاقات کا ہوا ۔ میں نے بطریق معتقدین تواضع اور نیازمندی کی اور حضرت سے عرض کیا ۔ کہ اس عاجز کی طرف بھی گوشۂ عنایت ملحوظ رکھیں ۔ حضرت نے فرمایا کہ اس

وقت ارادہ کر کے ہمارے پاس آئے ہو۔ میں نے کہا کہ میں آرزومندِ خدمت ہوں حضرت نے فرمایا کہ جس وجہ سے میں نے کہا کہ آپ بزرگ ہیں۔ اور مقبولِ خلائق۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی کوئی دلیل ہونی چاہیئے۔ ممکن ہے کہ یہ قول شیطانی ہو۔ میں نے کہا کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اللہ تعالےٰ جب کسی بندہ کو دوستی کیلئے منتخب فرماتا ہے تو اُس کی دوستی بندگانِ خدا کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے! آنحضرت قدس سرہٗ نے یہ سُنکر تبسّم فرمایا اور کہا کہ ہم عزیزان ہیں۔ پس یہ ارشاد سُنکر میری یہ حالت اس لئے متغیر ہوئی کہ میں اس سے ایک ماہ پہلے خواب میں دیکھ چکا تھا کہ کوئی صاحب مجھ سے فرماتے ہیں کہ عزیزان کا مرید ہو مجھ کو اسی وقت وہ خواب یاد آئی اور حضرت خواجہ سے میں نے التماس کی کہ خاطر شریف میرے حال پر منعطف رکھیں۔ آنحضرت نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عزیزان علیہ الرضوان سے عرض کیا تھا کہ مجھ کو آپ یاد رکھیں اُنہوں نے فرمایا کہ ہمارے دل میں اللہ کے سوا کچھ نہیں رہتا ہے۔ تم کوئی چیز ہمارے پاس چھوڑ دو۔ تاکہ جب ہم اُس کو دیکھیں تم یاد آجاؤ۔ لیکن تمہارے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ جس کو تم ہمارے پاس چھوڑ سکو۔ یہ کہکر حضرت نے اپنی ٹوپی مجھ کو عنایت فرمائی اور فرمایا کہ اس کو احتیاط سے رکھو۔ جب تم اس کو دیکھو گے تو ہم کو یاد کروگے اور جب ہماری یاد کروگے تو ہماری حضوری میں آجاؤ گے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس سفر میں مولانا تاج الدین سے کولکی کے جنگل میں ضرور ملاقات کرنا۔ کیونکہ وہ اولیائے وقت سے ہیں میرے دل میں خیال گذرا کہ میرا ارادہ بلخ جانے کا ہے۔ پھر وہاں سے اپنے وطن جاؤنگا بلخ کہاں اور دشت کولکی کہاں میں حضرت سے رخصت ہوکر بلخ روانہ ہوا۔ اتفاقاً ایسی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے دشتِ کولکی میں جانا پڑا۔ اِس وقت حضرت خواجہ کا ارشاد مجھ کو یاد آیا۔ اور بہت تعجب ہوا۔ میں نے یہاں مولانا تاج الدین سے ملاقات کی۔ اور مولانا سے ملاقات ہونے کے بعد سے حضرت خواجہ کے ساتھ رابطہ محبت اور زیادہ ہوگیا۔ اور کچھ سبب ایسا پیش آیا کہ حضرت خواجہ کی ملاقات کیلئے پھر بخارا واپس آنا پڑا اور میرے دل میں یہ خیال مضبوط ہوگیا۔ کہ دستِ ارادت حضرت خواجہ کے دست شریف میں دے دوں بخارا میں ایک مجذوب تھا۔ اور اس کے ساتھ مجھ کو بہت اعتقاد تھا چلتے وقت میں نے اُس کو رستہ پر بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ کیا میں بخارا کو جاؤں اُس نے کہا کہ جلدی جاؤ اور بہت سی لکیریں زمین پر کھینچیں۔ میں نے دل میں کہا کہ ان لکیروں کو

شمار کرنا چاہیئے۔ اگر وہ طاق نکلیں تو اس خیال کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وِتْرٌ یُحِبُّ الْوِتْرَ کیونکہ اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔

جب مَیں نے اُن کو گنا تو وہ طاق ہی نکلیں۔ مَیں پوری طرح یقین کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور حضرت سے اپنا ارادہ ظاہر کر دیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ہم خود کسی کو قبول نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر بارگاہِ ایزدی میں تجھ کو قبول کر لیا جائے تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔ پس وہ رات میرے لئے میری عمر میں سخت ترین رات تھی۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے آیا مجھ کو قبول کیا جاتا ہے یا رد کر دیتے ہیں۔ جب صبح ہوئی اور مَیں صبح کی نماز حضرت کے ساتھ پڑھ چکا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ مبارک ہو قبولیت کے لئے اشارہ کیا گیا ہے لوگوں کو بہت کم قبول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ کوئی کسی نیت سے آتا ہے۔ کوئی کیسے وقت آتا ہے۔

اِس کے بعد حضرت نے اپنے مشائخوں کا سلسلہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ تک بیان فرمایا ہے۔ اور فقیر کو وقوفِ عددی میں مشغول فرما دیا۔ اور فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے عدد طاق کی شمار کا لحاظ رکھو۔ گویا اُن خطوط کی طرف اشارہ فرمایا جو میں نے کھینچے اور اپنا رہبر بنایا تھا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے جو حضرت خضر علٰی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ کو پہنچا ہے۔

قدسیہ حضرت مولانا نے اپنی کتاب مناقب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب خدائے پاک کی عنایت بے غایت سے طلب کی خواہش اس فقیر کے دل میں پیدا ہوئی تو فیض نامتناہی کی کشش اور فضل الٰہی کے قاصد نے حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کی صحبت کی طرف کھینچا۔ مَیں بخارا میں آپ کی ملازمت کرتا اور حضرت کے کرمِ عمیم سے توجہ پاتا تھا۔ یہاں تک کہ ہدایت صمدیت سے مجھ کو یقین حاصل ہوا کہ آپ مخصوص اولیاء اللہ سے ہیں۔ اور کامل و مکمل ہیں۔ ارشاداتِ غیبی اور بہت سے توقعات کے بعد مَیں نے کلام الٰہی سے تفاؤل کیا۔ تو یہ آیت نکلی۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو بھی ان کی ہدایتوں کی پیروی کر۔

ایک روز سہ پہر کے وقت مقام فتح آباد میں جو اس فقیر کا مسکن تھا۔ مزار حضرت شیخ سیف الدین باخرزی قدس سرہٗ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ کہ قبولِ الٰہی کا جذبہ

پہنچا۔ اور میرے باطن کو بے قرار کر دیا۔ پس میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا۔ میں قصرِ عارفان تک جو حضرت خواجہ کا قیام گاہ تھا پہنچا تو حضرت کو راستہ میں منتظر کھڑے ہوئے پایا۔ حضرت نے مجھ سے ملاقات فرمائی اور نمازِ شام کے بعد صحبت کا شرف بخشا۔ حضرت کی ہیبت مجھ پر ایسی طاری ہوئی کہ کلام کرنے کی طاقت باقی نہ رہی اثنائے کلام میں حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے:۔

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ فَذٰلِكَ الْعِلْمُ النَّافِعُ عِلْمُ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ علم دو طرح کا ہے۔ پہلا علمِ قلب اور یہ علم نفع دیتا ہے اور یہ نبیوں اور مرسلوں کا علم ہے۔

اور عِلْمُ اللِّسَانِ فَذٰلِكَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلٰى ابْنِ اٰدَمَ دوسرا علمِ زبان اللہ کی حجت ہے آدم کی اولاد پر۔

مجھ کو امید ہے کہ علمِ باطنی کا حصہ تم کو ملے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے اِذَا جَالَسْتُمْ اَهْلَ الصِّدْقِ فَاجْلِسُوْا هُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّهُمْ جَوَاسِيْسُ الْقُلُوْبِ يَدْخُلُوْنَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَيَنْظُرُوْنَ اِلٰى هِمَمِكُمْ جب اہلِ صدق کی صحبت میں بیٹھو تو سچائی کے ساتھ بیٹھو۔ کیونکہ وہ قلب کے جاسوس ہیں وہ تمہارے دلوں میں داخل ہوتے ہیں اور تمہاری ہمتوں کو دیکھتے ہیں۔

اس کے بعد ایک مدت تک حضرت خواجہ کی صحبت میں رہا۔ یہاں تک کہ حضرت نے فقیر کو بخارا سے رخصت ہونے کی اجازت عطا فرمائی اور ارشاد ہوا کہ جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے تو بندگانِ خدا کے بزرگ و برتر کو پہنچا تاکہ سعادت کا سبب ہو۔ اور رخصت کے وقت حضرت نے تین بار فرمایا کہ تجھ کو ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں اور اس سپرد کرنے میں بہت سی امیدیں ہیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اسْتُوْدِعَ لَهٗ شَيْءٌ حَفِظَهٗ جب کوئی شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرتا ہے، میں بخارا سے نکل کر شہر کیش میں پہنچا۔ اور کچھ دن وہاں قیام کیا۔

اس عرصہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے وفات کی خبر میرے سننے میں آئی۔ میرے دل پر اس واقعہ کا بہت رنج و صدمہ ہوا۔ اور یہ خوفِ عظیم غالب ہوا کہ مبادا کہ عالم کبطر

میری طبیعت کا میل ہو جائے اور طلب باقی رہے۔ میں نے حضرت خواجہ کو خواب میں دیکھا کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ اور یہ آیت آپ نے پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ محمد نہیں ہیں مگر ایک رسول، اُن کے پہلے بھی بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ بالفرض اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑھیوں کے بل لوٹ جاؤ گے۔

جب حضرت کی صحبت شریف سے نااُمید ہونے کے بعد خیال ہوا کہ اس زمانے کے دوسرے درویشوں کے گروہ میں ملجاؤں۔ پھر میں نے حضرت کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ قَالَ زَيْدُ ابْنُ الْحَارِثَۃِ اَلدِّيْنُ وَاحِدٌ زید بن حارث نے کہا ہے کہ دین ایک ہی ہے، اس ارشاد سے میں نے سمجھا کہ اجازت نہیں ہے۔

حضرت قدس سرہٗ نے تمام صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم میں سے زید بن حارث رضی اللہ عنہ کی اس لئے تخصیص فرمائی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منہ بولے صاحبزادے تھے اور حضرت خواجگان قدس اللہ اسرارہم بھی طالبوں کو فرزندی میں قبول کرتے ہیں۔ اس لئے ان کے اصحاب بھی دوسروں سے ممتاز ہیں۔

دوبارہ پھر میں نے آنحضرت قدس سرہٗ کو دیکھا۔ اور پوچھا کہ قیامت میں آپ کے کس چیز سے پاؤنگا حضرت نے فرمایا کہ تشرّع سے یعنی شریعت پر عمل کرنے سے اس بشارۃ میں اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے جو آپ عالم حیات میں فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم نے جو کچھ فضل الٰہی سے اور آیات قرآنی و احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عمل کرنے کی برکت سے اور عمل سے نتیجہ طلب کرنے اور تقوےٰ اور حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھنے اور شریعت اور طریقہ سنت الجماعت پر چلنے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے پایا۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فقیر کو بخارا سے سفر کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ کی طلب پر اُن کے پاس بھیجا تھا ان کی متابعت کے لئے اشارۃً حکم دیا تھا۔ پس جب میں بخارا سے کیش پہنچا اور کیش سے ولایت بدخشان کو گیا تاکہ وہاں سے چرخ کو جاکر علوم میں مشغولی کی جائے۔ تو عنایت حق سبحانہٗ سے علاؤالدین عطار بخارا سے تشریف لائے اور قاصد کے ہاتھ ایک خط اس فقیر کے پاس

بھیجا۔ اور اس اشارہ متابعت کو یاد دلایا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی نظر الطاف فقیر کے حال پر سب اصحاب سے زیادہ تھی۔ میں نے آپ کی صحبت میں ایک مدت صرف کی۔ جب اُن کا وصال ہوگیا۔ تو میں نے چاہا کہ حضرت خواجہ کے اس ارشاد کی تعمیل کروں۔ کہ جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے تو اس کو بندگانِ خدا کو پہنچا۔ اور بقدر امکان اس امر میں کوشش کر۔ فقیر اپنے آپ کو اس خدمت کا اہل نہیں سمجھتا تھا۔ مگر فقیر کا یہ اعتقاد تھا کہ حضرت خواجہ کا اشارہ خالی از حکمت نہیں ہو سکتا ✦

قدسیہ - حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک روز مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے اس فقیر سے پوچھا کہ تم خراسان میں رہ چکے ہو لوگ کہتے ہیں کہ حضرت شیخ زین الدین خوافی مریدوں کے خوابوں کی تعبیر دیتے ہیں اور خواب کا اعتبار کرتے ہیں۔ یہ بات صحیح ہے میں نے کہا کہ ہاں درست ہے۔ حضرت مولانا نے اپنے ہاتھ اپنی داڑھی پر رکھ لئے۔ اس فرمانے کے بعد آپ پر بے خودی طاری ہوئی۔ ہمیشہ آپ کی یہ عادت تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر میں بے خودی ہوتی رہتی تھی۔ اس روز بے خودی کی حالت میں آپ کا سر مبارک سینہ بے کینہ پر گر گیا۔ اور دو تین بال ریش مبارک کے آپ کے ہاتھ کی انگلیوں کی گھائی میں رہ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر اُٹھا کر یہ شعر پڑھا ؎

چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

قدسیہ - حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاؤ الحق والدین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ ابتدائے جذبہ میں مجھے ارشاد ہوا کہ تو اس راہ کو کس طرح طے کریگا۔ میں نے کہا کہ اس طرح سے کہ جو میں کہوں اور جو میں چاہوں وہ ہو جایا کرے۔ اس کا مجھ کو یہ جواب ملا کہ جو کچھ ہم کریں ہم چاہینگے وہ ہوگا۔ پندرہ دن رات تک مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ میرا حال خراب اور میں بالکل خشک ہوگیا۔ اور معاملہ نا امیدی کی حد تک پہنچ گیا۔ تو خطاب مستطاب بارگاہ رب العزت سے پہنچا۔ کہ آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا ✦

مقامات حضرت خواجہ قدس سرہٗ میں یہ واقعہ اسی طرح سے مذکور ہے مگر حضرت

مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ جب یہ خطاب ہوا کہ تو جیسا چاہتا ہے ویسا ہی رہ۔ تو میں نے اس طریقہ کو اختیار کیا۔ جو خدا تک پہنچنے والا ہے۔

کرامت ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ ایک سوداگر سے جو مولانا یعقوب قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے تھا۔ میں نے مولانا کی تعریف سُنی اور بجانب **ہُلغتو** حضرت مولانا کی ملازمت کے لئے روانہ ہوا۔ اور ولایت چغانیاں میں پہنچا۔ یہاں میں بعارضہ تپ لرزہ بیس دن تک بیمار رہا۔ اس کے ضعف اور نقاہت کی وجہ سے وہاں سے جلد روانہ نہ ہوسکا۔ اس عرصہ مدت میں یہاں کے بعض لوگوں نے حضرت مولانا یعقوب کی مجھ سے بہت سی غیبتیں کیں۔ اور بیماری کے زمانہ میں ان باتوں کے سننے سے میری طلب میں بہت بڑا فتور پیدا ہوگیا۔ آخر کار میں نے خیال کیا کہ اتنے دور دراز کی مسافت قطع کرنے کے بعد یہ اچھی بات نہیں ہے کہ میں مولانا کی خدمت میں نہ پہنچوں۔ اِس کے بعد میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے لطف و مرحمت کو دیکھا اور آپ کی دلاویز باتیں سُنیں۔ دوسرے دن جو میں گیا تو بہت غصہ میں آئے۔ اور سختی و خشونت ظاہر کی۔ میں نے سمجھ لیا کہ مولانا کا یہ غصہ بسبب میری غیبتوں کو سننے اور طلب میں کمی پیدا کرنے کی ہے۔ اگرچہ حضرت نے اس کی تصریح نہیں فرمائی۔ لیکن اتنا فرمایا کہ کیا آسان ہے کہ کسی کی ملاقات کیلئے کوئی شخص دو ماہ پہلے آئے اور نہ دیکھے۔ مجھ کو یقین ہوگیا کہ آپ کے اس غصہ کی وجہ میرا اس غیبت کو سننا اور آپ کی ملازمت کے ارادہ میں کمی پیدا کرنا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر آپ نے نرمی اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔ اور انہوں نے حضرت خواجہ علاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ سے اپنی ملازمت کی سعادت کے قصہ کو بیان فرمایا۔ اِس کے بعد آپ نے دستِ مبارک دراز کیا۔ اور فرمایا کہ آؤ ہمارے ہاتھ پر بیعت کرو اُس وقت میری طبیعت نے کراہت کی۔ کیونکہ حضرت کی پیشانی پر ایک سفیدی کا داغ برص کی سفیدی سے مشابہ تھا۔ آپ از روئے اشراق میری طبیعت کی کراہت سے فوراً واقف ہوگئے۔ اور آپ نے اپنے ہاتھ کو فوراً کھینچ لیا اور بطور خلع ولبس کے اپنی صورت تبدیل کر کے ایسی شکل میں ظاہر ہوئے کہ میں اختیار سے باہر ہوگیا۔ اور قریب تھا کہ بے خود ہو کر حضرت سے لپٹ جاؤں۔ پھر آپ نے ہاتھ دراز کیا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ

نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ میرا ہاتھ ہے۔ اور جس نے تیرا ہاتھ پکڑا اُس نے بیشک میرا (خواجہ بہاؤ الدین کا) ہاتھ پکڑا۔ مَیں نے فوراً مولانا کا ہاتھ پکڑ لیا حضرت نے مجھ کو وقوف عددی میں مشغول کیا۔ اور حضرت مولانا یعقوب صاحب تفسیر اور دیگر تصانیف شریفہ تھے۔ سنہ ۸۵۱ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ مقام ہلغتو میں مدفون ہوئے۔

واضح ہو کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرّہٗ کے خلفا مولانا یعقوب چرخی کے سوا اور بھی ہیں اُن میں سے بعض کا اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے۔

خواجہ علاءُ الدین غجدوانی قدس سرّہٗ

آپ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرّہٗ کے جلیل القدر مریدوں میں سے ہیں آپ کا مولد مقام غجدوان ہے اور آپ کی قبر شریف مزہ میں ہے۔ جو بخارا سے سمت جنوب قریب عید گاہ ایک موضع ہے واضح ہو کہ اس موضع میں ایک ٹیلہ ہے اور آپ اسی ٹیلہ پر مدفون ہیں۔

بعض نے یہ بیان کیا کہ آپ سولہ سال کی عمر میں حضرت امیر کلال دشتی کی صحبت میں پہنچے۔ جو سید امیر کلال قدس سرّہٗ کے خلیفہ تھے۔ اور انہیں سے ذکر کی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور بعض نے کہا کہ آپ نے عمر جوانی میں حضرت علاؤ الدین نقشبند قدس سرّہٗ کی شرف صحبت و قبولیت حاصل کی اور حضرت خواجہ کی وفات کے بعد حضرت کے اشارہ پر بقیہ عمر حضرت خواجہ محمد پارسا اور خواجہ برہان الدین ابی نصر کے ہم صحبت رہے۔ اور یہ دونو بزرگ آپ کی صحبت کو غنیمت سمجھتے تھے۔

خواجہ علاؤ الدین بہت شیریں کلام تھے اور استغراق و استہلاک بدرجہ کمال رکھتے تھے۔ اور باتیں کرتے کرتے بے خود ہو جاتے تھے۔ اور مشغولی پر بہت حریص تھے اور اس کثرت مشغولیت کی وجہ سے آپ گویا عین نسبت ہو گئے تھے آپ ایک ہی جلسہ میں بلا نشست بدلے ساری ساری رات گزار دیتے تھے۔ اس طرح سے کہ ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں نہ بدلتے تھے۔ حالانکہ اُس زمانہ میں آپ کی عمر نوّے سال کی تھی اور بہت ضعیف ہو گئے تھے۔

قدسیہ۔ خواجہ علاؤ الدین فرماتے ہیں کہ جب سے میں سنِ شعور کو پہنچا ہوں۔ مَیں نے اتنی دیر کے لیے بھی یادِ خدا سے غفلت نہیں کی کہ جتنا کہ جتنی دیر پانی پینے میں اپنی

چونچ کو پانی میں رکھتی ہے۔ اور نہ میں نے خواب میں غفلت کی نہ بیداری میں ÷

شیخ سراج الدین پیرستی قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے دوسرے خلیفہ ہیں آپ کی جائے پیدائش موضع پیرست ہے جو موضعات وابکند سے ہے۔ اور بخارا سے چار فرسنگ شرعی کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ ابتدائے احوال میں حضرت امیر حمزہ فرزند امیر کلال قدس سرہٗ کے مرید تھے۔ اور آخر زمانہ میں حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہٗ کے اصحاب کے سلسلہ میں شامل ہو گئے اور منقول ہے کہ مولانا سعد الدین کاشغری قدس سرہٗ نے شروع زمانہ میں طریقہ نقشبندیہ کے ذکر نفی واثبات کی تعلیم (کہ لا کے الف کو ناف سے خیال کریں اور کرسی لا کو پستان راست پر اور سر الف کو قلب صنوبری پر اور الٰہ کو متصل کرسی لا کے جو پستان راست پر واقع ہے اور الا اللہ محمد رسول اللہ کو متصل قلب کے اعتبار کریں اور اس شکل کو اس کیفیت سے نگاہ رکھیں اور طریق مقررہ کے بموجب ذکر میں مشغول ہوں) شیخ سراج الدین قدس سرہٗ سے حاصل کی ہے ÷

کہتے ہیں کہ آپ نے حضرت امیر حمزہ قدس سرہٗ کی ابتدائی صحبت کے زمانہ میں بہت ریاضتیں اور محنتیں اٹھائیں۔ ایک دفعہ آپ کو ایسی بےخودی کی حالت پیدا ہوئی کہ تین دن رات تک مدہوش پڑے رہے۔ اس حال کی حضرت امیر حمزہ کو اطلاع دی گئی۔ آپ نے فرمایا کہ اِن کے کان کہدو کہ امیر حمزہ کہتا ہے کہ تم جہاں پہنچے ہو وہاں سے واپس ہو جاؤ۔ جب حضرت کا یہ کلام اُن کے کان میں پہنچا تو متنبہ ہوئے اور اُن میں حس و حرکت پیدا ہو گئی ÷

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے نقل کیا ہے کہ شیخ سراج الدین کا طریقہ یہ تھا کہ روزانہ کلالی یعنی مٹی کے برتن بنانے میں مشغول رہتے تھے۔ اور شب میں بسا اوقات اس طرح بیٹھتے کہ ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں شب بدلتے۔ آپ کتب متداولہ علمیہ کا شغل بہت کم رکھتے تھے۔ مگر آپ کے کلام میں اتنی نمکینی اور شیرینی تھی کہ اس زمانہ کے بہت سے عقلمندوں کی مجالس میں نہ تھی ÷

کرامت جب کوئی مہمان آپ کے گھر آنے والا ہوتا تو آپ تھوڑی دیر پہلے سے

جھاڑو دینے لگتے تھے۔ اِس کا راز آپ سے پوچھا گیا۔ تو ارشاد فرمایا کہ ایک جن میرا تابع ہے وہ مہمان کے آنے سے پہلے مجھ کو خبر دے دیتا ہے۔ یہ بات محض اپنے حال کو پوشیدہ رکھنے کے لئے آپ نے فرمائی تھی +

کرامت۔ ایک روز شیخ ابی الحسن عشقی قدس سرہ کے مریدوں سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ان درویشوں نے یہ خیال کر کے کہ آپ ان کو اپنا مرید کرنا چاہتے ہیں کہا کہ اے شیخ آپ اپنا وقت ضائع نہ کیجیے ہم شیخ ابی الحسن کی محبت اور تصرف سے تاحلق پُر ہو چکے ہیں اب کسی اور کی ہم میں گنجائش باقی نہیں ہے۔ آپ کی ہم میں سمائی نہیں ہو سکتی ہے۔ اُن کے اس کلام سے غیرت نے آپ کو آمادہ کیا۔ اور آپ نے ان کے بطون میں کچھ ایسا تصرف کیا کہ جس سے وہ زمین پر لوٹنے لگے۔ اور انہوں نے اپنے گریبانوں کو چاک کر دیا۔ اور ایک عرصہ تک بیہوش پڑے رہے۔ پھر جب آپ نے تصرف کیا۔ تو وہ ہوش میں آئے۔ اس وقت انہوں نے نیازمندی اور ارادت کا اظہار کیا حضرت نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے ہم اور شیخ ابی الحسن ایک ہی چشمہ سے پانی پیتے ہیں +

مولانا سیف الدین مناری قدس سرہ

آپ قریہ منار کے رہنے والے تھے۔ جو ولایت فرکت میں ایک گاؤں ہے اور سمرقند اور تاشقند کے درمیان تاشقند سے چار فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے اصحاب کبار اور محبوبین سے تھے اور حضرت خواجہ کی آپ کے حال پر بہت کچھ توجہ اور التفات تھی۔ آپ اپنے وقت کے علامہ تھے۔ علوم متداولہ کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان علوم میں مولانا حمید الدین شاشی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے +

مولانا سیف الدین خوشخوان نجاری قدس سرہ

آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے اصحاب کبار اور مقبولین سے ہیں حضرت خواجہ سے آپ کی ارادت کا یہ سبب ہوا کہ آپ بخارا سے بغرض تجارت خوارزم گئے اور وہاں آپ خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ کی صحبت میں شریک ہو کر متاثر

ہوئے۔ جب بخارا کو واپس آئے تو حضرت خواجہ کی خدمت میں قدمبوس ہوئے۔ اور طریقہ کی تعلیم حاصل کی اور سعادت قبول سے مشرف ہوئے۔ اور پوری کوشش کے ساتھ مشغول ہوئے۔ اور کامل ہمّت کے ساتھ حضرت خواجہ کی نسبت کی طرف توجہ کی۔ اور پُرانے احباب اور ہمنشینوں کی صحبت کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت خواجہ کی برکت توجہ سے درجۂ کمال تک پہنچے۔

خواجہ علاؤالدین عطّار قدّس سرّہٗ

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرّہٗ کی صاحبزادی سے آپ کا عقد ہوا تھا حضرت خواجہ آپ کے حال پر بہت توجہ مبذول رکھتے تھے آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور گھڑی گھڑی آپ کے حال کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ اور آپ کو کمال و تکمیل کے درجہ تک پہنچایا تھا۔ اور اپنے زمانۂ حیات میں ہی طالبانِ خدا کی تربیت آپ کے حوالہ کر دی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ خواجہ علاؤالدین نے ہمارے بار کو بہت ہلکا کر دیا ہے۔ بہت سے طالبین آپ کی بابرکت توجہ سے دوری اور نقصان کے درجہ سے قرب کی پیشگاہ میں پہنچے۔ اور قرب اور وصل اور مرتبہ تکمیل وارشاد کو پایا۔ اور بعد وفات حضرت خواجہ قدس سرّہٗ حضرت کے تمام اصحاب نے محض آپ کی رفعتِ شان کی وجہ سے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی یہاں تک کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرّہٗ نے بھی بیعت کی۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرّہٗ کو توجہ اور مراقبہ میں بےخودی اور سُکر بہت پیدا ہوتا تھا۔ اور خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو صحو اور ہوش رہتا تھا۔ اور شعور و صحو کو سُکر اور غیبت سے افضل کہا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطّار قدس سرّہٗ حضرت خواجہ کے خلیفہ اوّل اور نائبِ مطلق تھے۔ آپ طریقہ خاص کے مالک تھے جس کو طریقہ علائیہ کہتے ہیں۔ آپ کے مناقب اور کمالات اور کلمات قدسیہ اور کرامات علیہ جو شمار سے زیادہ ہیں۔ یہاں بطور اجمال کے ان کا تھوڑا سا ذکر کیا جاتا ہے۔

درجہ۔ ہمارے حضرت (مجدد صاحب) قدس سرّہ العزیز نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علاؤالدین عطّار قدس سرّہٗ باوجود نسبتِ ولایت و شہادت و صدیقیت کے محبت ذاتیہ سے غیبِ ذات تک گئے ہیں۔ اور نقطۂ نہایت میں واصل ہوئے۔ اور وہاں بقا پیدا

کی۔ اور اس بقا میں قطب ارشاد ہوئے۔ کیونکہ قطبیتِ ارشاد یا بارہ قطبیتِ مدار کا حصول اُس نقطہ تک وصُول ہونے پر موقوف ہے۔ جب تک اس مقام میں فنا اور بقا نہ پیدا کی جائے۔ اِن دونو قطبیت تک نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ نے اس مطلب تک وصُول ہونے کے لئے طریقہ خاص وضع کیا ہے اور اُن کے خلفانے اس مطلب کو اس عبارت میں ادا کیا ہے۔ کہ کل طریقوں میں زیادہ قریب طریقہ عُلائیہ ہے اس میں شک نہیں کہ طریقۂ علائیہ مقام نہایت النہایت تک وصول کے لئے اقرب طریق ہے۔ اور بہت ہی کم اولیاے عظام اس رستہ سے گئے ہیں۔ چہ جائیکہ اس مطلب کیلئے کسی نے کوئی طریقہ وضع کیا ہو۔ یہ فضیلت خاص طریقۂ عُلائیہ ہی کو حاصل ہوئی ہے۔

حضرت خواجہ محمد پارساؒ اور حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ دونو صاحب حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں اسی طریقہ کی سیر حاصل کرتے تھے! اور اُنکے والد بزرگوار خواجہ حسن عطار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے خلفا بھی اسی رستہ کو گئے ہیں آپ سالکوں کو سلوک اسی رستہ سے طے کراتے تھے۔

حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے اسی طریقہ میں حصہ لیا تھا۔ اور اُن کے خلفا اُن کی برکت سے اس طریقہ میں فی زمانہ شہرت رکھتے ہیں۔ شیخ دینوری رحمۃ اللہ علیہ جو اس رستہ سے پہنچے ہیں طالبوں کا افادہ کرتے ہیں حضرت مولانا یعقوب چرخی جذبہ سے غیب تک سیر انفسی کے رستہ پر متوجہ ہیں اِس سے معلوم ہوا کہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا جذبہ دو قسم پر ہے وہ جذبہ کہ معیت کے رستہ سے ہے۔ اُس جذبۂ خاص کے رستہ سے سالکوں کی تسلیک حضرت علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا خاصہ ہے۔

درجہ۔ ایک روز علما میں دیدار الٰہی کے ہونے نہ ہونے کی بابت مباحثہ ہوا سب اہل عقل نے بالاتفاق خواجہ علاؤ الدین عطار کو فیصلہ کے لئے ثالث قرار دیا حضرت نے منکرین دیدار سے فرمایا کہ تم تین روز تک باوضو ہماری صحبت میں ہو! انہوں نے ارشاد کے بموجب تعمیل کی۔ تیسرے روز ان میں ایسی کیفیت ظاہر ہوئی کہ بے خود ہو گئے نہ معلوم اس حال میں اُنہوں نے کیا دیکھا جس سے وہ ہوش میں آنے کے بعد نیاز مندی کرنے لگے۔ اور کہا کہ ہم کو یقین ہو گیا کہ رویت حق ہے۔ اس کے بعد وہ پھر کبھی حضرت قدس سرہٗ کی

ملازمت سے علیحدہ نہ ہوئے ÷

درجہ۔ آپ اپنی مرض الموت میں فرماتے تھے کہ عنایت خداوندی اور نظر خواجہ بزرگ سے یہ مرتبہ اس وقت مجھ کو حاصل ہوا ہے کہ اگر چاہوں تو تمام عالم واصل مقصودِ حقیقی ہو جائے ÷

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر ملک و ملکوت طالب سے چھپ جائے اور وہ سب کو بھول جائے تو یہ مرتبہ فنا کا ہے۔ اگر سالک کی ہستی بھی سالک سے پوشیدہ ہو جائے تو یہ مرتبہ فناء فنا کا ہے ÷

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مرشد کے ساتھ تعلق رکھنا بھی اگرچہ ایک قسم کی غیریت ہے اس لئے آخر میں اس تعلق کی بھی نفی کرتے ہیں۔ مگر ابتدا میں وصول کا یہی سبب ہے۔ اور اس کے ماسوا کے تعلقات کی نفی کرنا لوازم سلوک سے ہے اور سب باتوں میں اس کی پوری پوری رضامندی طلب کرنی چاہیئے ÷

قدسیہ۔ ریاضت سے مقصود یہ ہے۔ کہ تعلقاتِ جسمیہ کی پورے طور پر نفی ہو اور عالمِ ارواح اور عالمِ حقیقت کی طرف پوری طرح سے توجہ ہو جائے۔ سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور کسب سے اُن تعلقات کو جو حصولِ راہ میں مانع ہیں چھوڑ دے۔ اور اُن تعلقات میں سے ہر ایک کو پیش اور پیش کرتا جائے۔ اور چھوڑتا جائے۔ اور اگر کسی تعلق میں ٹھہر جائے اور اس میں اپنی وابستگی پائے تو معلوم کرلے کہ وہی تعلق اس کیلئے مانع راہِ حق ہے پس اُس کے قطع کرنے کی تدبیر کرے۔ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو فرماتے کہ یہ فلاں شخص کا حصّہ ہے۔ اور اس کو بطور رعایت آپ پہنتے تھے ÷

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ مشائخینِ طریقت نے (پاک کرے اللہ اُن کے اسرار کو) کہا ہے کہ اَلتَّوْفِیْقُ مَعَ السَّعْیِ توفیق کوشش کے ساتھ ہوتی ہے، اسی طرح مرشد سے روحانیت کی مدد بھی اُس حد تک ہوتی ہے کہ مرید جو جب مرشد کے سعی کرتا ہے۔ اور بغیر اس کوشش کے اس کی بقا نہیں ہو سکتی ہے ÷

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ صفتِ جباری کے مشاہدہ کرنے سے مقصود تضرع اور زاری کی صفت کا ظہور ہے۔ اور حق تعالےٰ کی طرف رجوع اور توبہ کرنا ہے اس صفت

کے مشاہدہ کی صحیح علامت مناجات کی طرف مائل ہونا ہے۔ نہ خرابات کی طرف سب نیک و بد خیال اُسی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اِس میں یہ حکمت ہے کہ جب رضا کی طرف خواہش ہو تو اُس کا شکر ادا کرے۔ اور اُس پر قایم ہو جائے۔ اور اگر رضا کی طرف اُسکی خواہش نہ ہو تو تضرع کرے۔ اور حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف رجوع ہو جائے ؀

قدسیہ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں ہے اور نہ اُن کو کوئی رنج و غم۔ یعنی یہ خوف کہ سالک پھر اپنی سابقہ حیوانی صفات کی طرف رجوع کر جائے کیونکہ اَلْفَانِیْ لَا یَرُدُّ اِلٰی اَوْصَافِہٖ فنا شدہ شخص پھر اپنے اوصاف کی طرف عود کرتا ہے ؀

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے مزاروں کی زیارتوں سے اُسی قدر فیض حاصل کرنا چاہیئے کہ اُن بزرگوں کی نسبت کو پہچان سکے۔ اور اُس میں توجہ کرے۔ اور اُس میں داخل ہو۔ اگرچہ زیاراتِ مقدسہ میں قربِ صوری کا بہت بڑا اعتبار ہے مگر حقیقت میں روحی توجہ کے لئے بعدِ صوری مانع ہے۔ جیسا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ صَلُّوْا عَلَیَّ حَیْثُمَا کُنْتُمْ کہ تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود بھیجا کرو۔ اس کی دلیل ہے۔ مشاہدہ میں اہلِ قبور کی صورِ مثالیہ کا زیادہ اعتبار نہیں ہے۔ بمقابلہ اِن کی باطنی حالت کی پہچانت کے ؀

باوجود اِس کے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ حق سُبحانہٗ تعالیٰ کی قربت بہ نسبت خلق کی طرف متوجہ ہونے کے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے ؎

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی بگردِ کارِ مرداں گر درستی

تو قبوروں کے خیال سے گزر جائے اگر تجھ کو صاحبِ قبر کے مقام تک رسائی ہو جائے ؀

قبورِ اولیا کی زیارات سے مقصد یہ ہونا چاہیئے۔ کہ اُن کے توسط سے توجہ بحق سُبحانہٗ قایم ہو جائے۔ پس اُن کی ارواح کو کمالِ توجہ کا وسیلہ بنائے۔ اِسی طرح تواضع باخلق میں بھی چاہیئے کہ اگرچہ ظاہر میں تواضع باخلق ہو مگر حقیقت میں یہ تواضع حق سبحانہٗ کی طرف ہونی چاہیئے۔ کیونکہ خلق کے ساتھ تواضع اُسی وقت بہتر ہے جب کہ خاص خدا کے لئے ہو اِسی طرح سے کہ مخلوق کو مظاہرِ قدرت اور حکمت دیکھے اور اگر ایسا نہ ہو

تو ایک قسم کی تصنع کی سی حالت ہوگی۔ تواضع نہ ہوگی ؞

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں کہ بمقابلہ طریق نفی و اثبات کے مراقبہ کرنا مقام جذبہ کے لئے اعلےٰ واقرب ہے کہ طریق مراقبہ سے مقام نورانیت اور ملک و ملکوت کے تصرف میں پہنچ سکتے ہیں۔ اور خطرات سے آگاہی اور طالبوں پر بخشش کی نظر اور اُن کے بطون کو منور کرنا دوام مراقبہ سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور مراقبہ کی قوت سے دائمی جمعیت دل اور ہمیشہ کے لئے قلوب میں قبولیت پیدا ہوتی ہے اور اس حالت کو جمع اور قبول کہتے ہیں؞

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں ابتدا میں جب خوارزم جانے کا اتفاق ہوا تو ہر ایک دوست کے ساتھ شغل باطنی اختیاری طور سے کیا گیا۔ تاکہ اپنے باطن کو آزماؤں۔ اور معلوم کروں کہ اس کمال کو پائداری ہے۔ یا نہیں۔ پس اس شغل نے بہت فائدہ بخشا اور اس کی قوت اس نسبت میں باقی رہی ؞

قدسیہ - آپ فرماتے ہیں چاہیئے کہ آدمی کی خاموشی تین صفتوں سے خالی نہ ہو یا اس میں نگاہ داشت خطرات سے ہو یا دل کے ذکر کا مطالعہ ہو یا اُن حالات کا مشاہدہ ہو۔ جو دل میں گذرتے ہیں ؞

قدسیہ آپ فرماتے ہیں اہل اللہ کی صحبت کا دوام عقل معاد کی زیادتی کا باعث ہوتا ہے ؞

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ صحبت سنت موکدہ ہے ہر روز یا ایک روز کے فاصلہ سے اولیا کی صحبت میں رہنا چاہیئے۔ اور اگر ظاہرہ دوری کا اتفاق ہو تو ماہانہ ہر دوسرے مہینہ اپنے ظاہری اور باطنی حالات کو خطوں کے ذریعہ سے عرض کیا کرے ؞

قدسیہ - آپ نے مرض الموت میں فرمایا کہ مجھ کو کسی چیز کا خیال نہیں ہے سوائے اس کے کہ جب دوست آئینگے اور مجھ کو نہ پائینگے۔ تو شکستہ خاطر ہو نگے۔ اور واپس ہو جائینگے۔ اسی مرض آپ نے فرمایا کہ رسم اور عادات کو چھوڑ دو۔ اور جو خلق کا طریقہ ہے۔ اُس کے خلاف کیا کرو اور آپس میں اتفاق رکھو۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت بشریت کے رسوم اور عادات کو اُٹھانے اور سنت کی عادت ڈالنے کے لئے تھی۔ تمام کاموں میں احتیاط اور عزیمت پر عمل کرو۔ اور بزرگوں کی صحبت پر جو سنت موکدہ ہے ہمیشگی کرو۔ ان باتوں کے کرتے کرتے بلند آواز سے آپ نے

کلمہ طیّب پڑھنا شروع کیا۔ اور رحلت فرمائی ؛

کرامت۔ آپ مرض الموت میں حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ کو موجود دیکھتے تھے۔ اور اُن سے باتیں کرتے اور اُن کی باتوں کو سنتے تھے ؛

کرامت آپ نے اپنی رحلت فرمانے اور دنیا میں جینے کے متعلق اپنی بے اختیاری کا تذکرہ فرماکر مریدوں سے اس طرح فرمایا کہ میرے رحلت کرنے اور زندہ رہنے میں تم لوگوں کے دو فرقہ ہوگئے ہیں چاہیئے کہ تم سب ایک ہی بات پر قائم ہوجاؤ کہ میں بھی اُس پر رہوں۔ **منقول** ہے کہ وفات سے پندرہ روز پہلے آپ نے رحلت فرمانے کو اختیار فرمالیا تھا۔ اور بتاکید ارشاد فرمایا کہ میں اختیار کرنے کے بعد اب نہ پھرونگا۔ آپ کی علالت دردِ سر کی تھی۔ اور مرض کی ابتدا روزِ سہ شنبہ دوسری تاریخ ماہ رجب سے ہوئی۔ اور وفات شبِ چہارشنبہ بعد نمازِ عشا ماہِ رجب کی بیسویں تاریخ ۸۰۲ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار موضع توچغابیاں میں ہے۔ حقیر مؤلف کو خواجہ علاؤالدین عطار کا مادۂ تاریخ وفات یہ ملا۔

مقرّب درگاہِ باری بودہ
۸۰۲ھ

واقعہ ایک درویش نے واقعہ میں دیکھا کہ ایک بڑی شاندار بارگاہ ہے اور حضرت خواجہ بزرگ اور حضرت خواجہ علاؤالدین قدس اللہ اسرارہم اُس بارگاہ کے قریب ہیں معلوم ہوا کہ یہ بارگاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہے اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ اس بارگاہ عرش اشتباہ میں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے داخل ہوئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد نہایت بشاشت کے ساتھ واپس ہوئے اور فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ دیا گیا کہ جس شخص کی قبر تمہاری قبر کے سو کوس کے فاصلہ پر ہوئے حکم الٰہی سے تم اُس کی شفاعت کروگے اور خواجہ علاوالدین عطار کو اُن کی قبر سے چالیس فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ دیا گیا اور مرے ادنے دوستوں اور طریقہ کی پیروی کرنے والوں کو اُن کی قبور سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ دیا گیا۔ بعضوں نے اس واقعہ کو دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ ممکن ہے کہ دونو طریقوں سے ہوا ہو ؛

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ۔ آپ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے خلیفہ

ہیں۔ اور خاندان خواجگان میں اپنے زمانہ کے بڑے عالم اور زاہد اور برگزیدہ تھے۔ ابتدائے احوال میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ کی صحبت اختیار کی۔ ایک وقت اثنائے مجاہدات میں آپ حضرت خواجہ بزرگ کے مکان پر آئے اور حضرت کے انتظار میں دروازہ پر کھڑے رہے۔ اتنے میں ایک خادمہ باہر سے اندر آئی۔ حضرت خواجہؒ نے اُس سے پوچھا کہ باہر کون شخص ہے۔ خادمہ نے کہا کہ ایک جوان آپ کا منتظر کھڑا ہے۔ حضرت خواجہ باہر تشریف لائے اور حضرت خواجہ محمد کو دیکھ کر فرمایا کہ تو پارسا ہے جس وقت کہ حضرت خواجہ نے پارسا فرمایا اُسی وقت سے عوام میں آپ کا یہ لقب مشہور ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے جب آپ کو اجازت مرید ہونے کی دی تو آپ کے بارہ میں یہ فرمایا کہ تم جو کچھ کہو گے وہی ہو گا۔ اور جس کسی پر اپنا اثر ڈالو گے وہ متاثر ہو جائے گا دوسرے وقت یہ فرمایا کہ جو کچھ خواجہ پارسا کہے گا حق سبحانہ تعالیٰ وہی کرے گا میں اُن سے کہتا ہوں کہ وہ کچھ کہے مگر وہ کچھ نہیں کہتے۔ پھر حضرت نے دوسرے موقع پر آپ کو صفت برخ عطا اور مرحمت فرمائی۔

واضح ہو کہ برخ ایک ولی کا نام ہے جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں تھے۔ جیسے اویس قرنی ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اُمت میں ہوئے ہیں پہلی اُمتوں میں برخ اُس جماعت کے لئے استعمال ہوتا تھا جو بلا زبانی تعلیم کے محض صحبت سے اور کبھی بغیر صحبت کے معارف حقیقی کو آپس کی ہمنشینی سے حاصل کرتے تھے اُن لوگوں کو برخیان کہتے تھے۔ اور وہ لوگ جو دین محمدیہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اسی صفت پر ہیں اُن کو اویسی کہا جاتا ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے سفر حجاز میں خواجہ پارسا سے خطاب کر کے فرمایا۔ کہ جو امانت اور حق خلفاء خاندان خواجگان قدس اللہ اسرارہم سے اِس ضعیف کو پہنچا ہے۔ اور جو کچھ اس راہ میں ہم نے کسب سے حاصل کیا ہے اس کو ہم تمہیں سونپتے ہیں۔ جیسا کہ برادر دینی مولانا عارف قدس سرہٗ نے تم کو سونپا۔ تم اس امانت کو قبول کرو۔ اور اُس کو خلق خدا تک پہنچاؤ۔ خواجہ پارسا نے بہت کچھ عاجزی کی۔ اور اُس کو قبول کیا۔ نیز حضرت خواجہ نے آپ سے فرمایا کہ میرے پاس جو کچھ تھا وہ تم لے گئے۔

نیز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کے بارہ میں فرمایا کہ ہمارے ظہور سے مقصود

خواجہ محمدؒ کا وجود ہے۔ بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نے اس طرح سے فرمایا کہ مقصود ہمارے وجود سے خواجہ پارساؒ کا ظہور ہے۔ اس کو ہم نے جذبہ اور سلوک دونوں طریقوں کی تعلیم دی ہے۔ اگر وہ مشغول ہو تو ایک عالم اس سے منور ہوگا۔

ایک روز حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ باغ میرزا کے حوض کے کنارہ پر تشریف فرما ہوئے تو دیکھا کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ پانی میں پاؤں لٹکائے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں اور بے خود ہیں۔ حضرت خواجہؒ نے فوراً لنگی باندھی اور پانی میں تشریف لے گئے۔ اور اپنے چہرہ کو ان کے پاؤں کی پشت پر رکھ کر فرمانے لگے کہ اے خدا ان پاؤں کی حرمت میں بہاؤالدین پر رحم کر۔

ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ سرہٗ العزیز نے لکھا ہے۔ کہ خواجہ محمد پارسا نے حضرت خواجہ بزرگ کی تربیت سے جذبہ اور سلوک کے رستوں کو طے کیا۔ اور حقیقت فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے مشرف ہوئے۔ اور درجات ولایت میں عروج کیا۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ نے فردیت کی نسبت حضرت مولانا عارف قدس سرہٗ سے حاصل کی اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے توسط سے فردیت کے رستہ سے مرتبہ غیب ہویت تک پہنچے۔ اس نسبت کا غلبہ جو عالم سے بے تعلقی کا باعث ہوتی ہے ان کے ارشاد کی تکمیل کا مانع ہوا۔ ورنہ مقام تکمیل پورے طور پر ان کو حاصل ہوتا۔

کرامت۔ میرزا خلیل نامی سمرقند کا بادشاہ تھا اور میرزا شاہ رخ خراسان کا بادشاہ تھا۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے خلائق کے حل مشکلات کے لئے ایک رقعہ میرزا شاہ رخ کو لکھا۔ میرزا خلیل کو آپ سے اس وجہ سے آزردگی پیدا ہوگئی۔ آخر کار مفسدوں کی بدگوئی سے یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ اس نے حضرت کی خدمت میں کسی کی معرفت یہ کہلا بھیجا کہ آپ یہاں سے جنگل کی طرف تشریف لے جائیے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ بہت اچھا مزارات اولیا کا طواف کر کے چلے جائیں گے اسی وقت آپ نے گھوڑا منگایا۔ اور قصر عارفان کو تشریف لے گئے۔ اور مزار پُر انوار حضرت خواجہ بزرگوار کی زیارت کی۔ جب آپ مزار حضرت سے باہر نکلے تو ہیبت اور عظمت کے آثار آپ کے چہرہ سے نمودار تھے۔ پھر وہاں سے آپ سوخار تشریف لے گئے

اور تھوڑی دیر مزار حضرت امیر کلال قدس سرہٗ پر توقف فرمایا۔ جب آپ اُن پیشوائے لیا کی زیارت سے فارغ ہو کر نکلے تو گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک تازیانہ مارا اور سواری کو پشتہ کے اوپر چلایا۔ اور خراسان کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ شعر پڑھا ے

ہمہ را زیر و زبر کن نہ زبر ماند نہ زیر

تا بدانند کہ امروز دریں میداں کیست

آپ وہاں سے روانہ ہو کر بخارا کو تشریف لائے اُسی وقت میرزا شاہ رُخ کا ایک خط میرزا خلیل کے نام اس مضمون کا پہنچا کہ ہم آ گئے ہیں تم کو چاہیئے کہ میدان جنگ مقرر کرو۔ حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اس کو مسجد جامع کے منبر پر پڑھیں۔ پھر اس خط کو میرزا خلیل کے پاس سمرقند بھیجا گیا۔ اور میرزا شاہ رُخ خط کے بعد ہی پہنچا اور میرزا خلیل کو قتل کر دیا +

کرامت۔ خواجہ ابو نصر پارسا ابن خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ راوی ہیں کہ میں اپنے والد صاحبِ کمال کے وصال کے وقت حاضر نہ تھا۔ اور جب آپ کا انتقال ہو گیا تو میں آیا۔ میں نے آخری دیدار کے لئے آپ کے چہرہ کو کھولا۔ آپ نے آنکھ کھولی اور مسکرائے۔ اس سے میرا قلق اور اضطراب اور زیادہ ہو گیا میں آپ کے پاؤں کی طرف آیا۔ اور اپنے مُنہ کو آپ کے پاؤں سے ملا۔ آپ نے پاؤں اوپر کو کھینچ لیا +

آپ کی عمر شریف تہتر سال کی تھی آپ کی وفات مدینہ طیبہ میں جمعرات کے دن چوبیس جمادی الثانی کو ہوئی۔ مولانا شمس الدین مناری رحمۃ اللہ علیہ اور اہل مدینہ اور تمام قافلہ والوں نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ آپ کا مزار پر انوار قریب مزار شریف امیر المؤمنین حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقع ہے +

حضرت شیخ زین الدین خوافی قدس سرہٗ ایک سفید پتھر مصر سے اشکر لائے۔ اور آپ کی لوح قبر بنائی۔ اس پتھر سے آپ کی قبر تمام قبور میں ممتاز ہے +

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

آپکا انتساب اس سلسلہ شریفہ میں حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے ہے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ کے اُس ارشاد میں جو مولانا یعقوب چرخی سے آپنے فرمایا

تھا۔ کہ ہم سے جو کچھ تمہیں پہنچا ہے تم بندگانِ خدا کو پہنچاؤ۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کی طرف اشارہ تھا۔ کیونکہ عبید کے معنی بندۂ خدا کے ہیں۔ اور مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ کا قول جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی تعریف میں آپ نے فرمایا ہے کہ ع

امانت دار او یعقوب چرخی

ہمارے اس قول کی تائید کرتا ہے۔ حضرت خواجہ کا مولانا سے رخصت کے وقت فرمانا کہ ہم نے تم کو خدا کے سپرد کیا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس امانت کو اس کے اہل تک پہنچاؤ۔ کیونکہ جو امانت خدا کو سونپی جاتی ہے خدا اُس کا محافظ رہتا ہے۔

حضرت خواجہ احرارؒ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں بہت رہے ہیں۔ اور اُن کی خلافت سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ اپنے وقت میں صاحب آیات عظمےٰ اور کراماتِ کبریٰ اور قطب الاقطاب تھے آپ کے زمانہ میں طالبانِ خدا کا سفر اس بارگاہ ولایت و ارشاد مآب کی طرف ہوتا تھا۔

حضرت مولانا یعقوب قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب کوئی طالب کسی بزرگ کی خدمت میں جائے تو عبید اللہ کی طرح جانا چاہیئے۔ چراغ مہیا اور فتیلہ تیار کئے ہوئے صرف آگ کا محتاج ہو۔ جس وقت حضرت مولانا نے خواجہ احرار کو وقوفِ عددی کی تعلیم دی تو فرمایا کہ جو کچھ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے ہم کو پہنچا ہے وہ یہی ہے اور اگر تم طریقہ جذبہ سے طالبوں کی تعلیم کرنا چاہو تو تم کو اختیار ہے مولانا کے بعض مریدوں کو آپ کے اس ارشاد پر غیرت آئی۔ مولانا نے فرمایا کہ خواجہ عبید اللہ میں قوت تصرف جیسی کہ ویسی موجود تھی۔ صرف اجازت کی ضرورت تھی۔

ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ العزیز نے لکھا ہے کہ سید المحققین ناصر الدین حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ بزرگوں کے مقامِ جذبہ میں بہت بڑی شان رکھتے تھے۔ آپ نے اس مقام میں پوری فنائیت حاصل کر کے بقائے خاص پیدا کی۔ اور اس بقا سے نور فوقانی پیدا کیا۔ اور انتہا نقطہ نہایت النہایت تک پہنچ گئے اور کثرت میں وحدت کا ملاحظہ اس طریقہ سے کرتے تھے کہ کثرت کا پردہ بیچ میں رہتا تھا۔ اور سلوک آفاقی کو بھی اُس اسم تک جو آپ کا مبدءِ تعین تھا۔ پہنچے۔ اور اس اسم میں قدرے

بقا پیدا کی۔ مگر پورے مستہلک نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ اس کے بعد اُسی جذبہ میں ایک قسم کی فنائیت سابقہ سلوک کے استہلاک خاص کے ساتھ حاصل کی۔ مقام جذبہ سے بقائے خاص کے ساتھ مع زیادتی نور فوقانی کے مستعدوں کی تربیت کرتے تھے۔ اور ماسوے اللہ کی گرفتاری سے رہائی دیتے تھے۔ اور مقام علینیت ذاتیہ کہ حضرت ذی النورین اور حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اسی رستہ سے نہایت النہایت تک پہنچے ہیں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو پورا حصہ اور نصیبہ کامل حاصل ہے۔ اور اس رستہ سے بھی مقام غیب سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور باوجود اس کمال و تکمیل کے مقامِ اقطاب اثنی عشر سے بھی نصیب کامل رکھتے تھے۔ یہ وہ مقام غیب ہے جو بے نسبتی سے مناسبت کامل رکھتا ہے۔ صحو کی ایک قسم خاص ہے صحبت ذاتی بھی اس مقام کے لئے لازم ہے اور ترویج شریعت اور اجراء احکام شریعت اس مقام سے متعلق ہے۔ اور حضرت امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان اقطاب کے رؤسا میں سے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ مقام اثنا عشر کے قطب نہیں تھے مگر نصیبہ کامل رکھتے تھے۔ اور آپ کا نصرت دین اور ترویج ملت فرمانا اسی مقام کا ثمرہ تھا۔ اور اسی لئے آپ کو ناصر الدین کہا جاتا ہے۔ نیز معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسبت آپ نے اپنے مادری بزرگوں سے حاصل فرمائی تھی۔ اِن تمام کمالات کے ساتھ جو آپ میں جمع تھے آپ ایک بڑے خاندان کے چراغ روشن تھے۔

قدسیہ۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت مولانا سے اجازت طلب کی تو حضرت نے طریقہ حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا تمام و کمال بیان فرما دیا جب رابطہ کے طریقہ کا ذکر آیا تو فرمایا کہ اس طریقہ کے بیان کرنے میں وحشت مت کرو۔ اور مستعد لوگوں کو پہنچاؤ۔

قدسیہ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک شخص سے فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاؤالدین قدس سرہٗ کی صحبت میں تجھ کو نسبت حاصل ہو گئی ہے۔ اور اس کے بعد پھر کسی اَور کی صحبت میں تو جائیگا۔ اور اُس سے بھی تو وہی نسبت حاصل کرے تو کیا کریگا کیا خواجہ بہاؤالدین کو چھوڑ دیگا۔ پھر آپ نے خود ہی اس سوال کا جواب دیا کہ جہاں سے تو اس نسبت کو پائے۔ خواجہ بہاؤالدین سے ہی اُس کا پانا تسلیم کر

اس حال کے متعلق آپ نے یہ حکایت فرمائی :۔

حکایت ۔ شیخ قطب الدین حیدر قدس سرہٗ کا ایک مرید شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی خانقاہ میں آیا۔ اور بہت بھوکا اور گرسنہ تھا اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا کہ خدا کے لئے کچھ دو یا شیخ قطب الدین حیدر شیخ الشیوخ شہاب الدین سُہروردی کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے اپنے خادم کو حکم فرمایا کہ اس درویش کو کچھ کھانا کھلاؤ۔ درویش نے کھانے سے فارغ ہونے کے بعد پھر اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کیا۔ شکر ہے خدا کا اے قطب الدین حیدر آپ ہم کو کسی جگہ بھوکا نہیں چھوڑتے ہیں۔ خادم نے یہ واقع شیخ الشیوخ سے بیان کیا اور کہا کہ یہ درویش عجیب شخص ہے کہ کھانا آپ کا کھاتا ہے اور شکر قطب الدین حیدر قدس سرہٗ کا کرتا ہے شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ اس سے مریدی سیکھنا چاہیئے۔ کہ اس کو کوئی فائدہ کہیں سے پہنچے خواہ ظاہری ہو یا باطنی وہ اس کو اپنے پیر کی برکت سے دیکھتا ہے"

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ زندگانی کا پھل اُس شخص کو ملا جس کا دنیا سے دل سرد ہو گیا۔ اور ذکر خدا کی گرمی اُس کے دل میں اتنی پیدا ہو جائے کہ دنیا کی محبت اس کے دل میں نہ پھٹک سکے ؞

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ زبان دل کا آئینہ ہے اور دل رُوح کا آئینہ اور رُوح حقیقتِ انسانیہ کا آئینہ حقیقت انسانیہ حق سبحانہٗ تعالےٰ کا آئینہ حقائق غیبیہ غیبِ ذات سے اتنی دُور کی مسافتیں قطع کر کے زبان پر آتی ہیں۔ اور یہاں صورتِ لفظی اختیار کر کے مستعد لوگوں کے حقائق کے سماعتوں تک پہنچتے ہیں ؞

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض اکابر اولیا کی صحبت اختیار کی۔ اور اُنہوں نے دو چیزیں مجھ کو عطا کیں اوّل یہ کہ جو کچھ میں کہوں نئی بات ہو پُرانی نہ ہو دوسرے یہ کہ میں جو کہوں وہ مقبول ہو مردُود نہ ہو ؞

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ پیر کون شخص ہے پیر وہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیزیں پسند نہ تھیں وہ اُس میں بھی نہ ہوں۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقبول باتیں اُس میں موجود ہوں۔ بلکہ اُس کا وجود اس کی تمام خواہشیں اُس سے گم ہو جائیں اور اُس کی ذات ایسا آئینہ ہو جائے جس میں سوائے اخلاق و اوصاف نبوی

صلے اللہ علیہ وسلم کے اور کچھ نہ رہے اُس مقام میں اوصاف نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موصوف ہونے کی وجہ سے تصرف حق سبحانہٗ کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے طالبوں کے باطنوں میں تصرف کرتا ہے۔ اور اپنی مرضی سے بالکل خالی ہو کر مرضی حق پر پورے طور سے کھڑا رہتا ہے ؛

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ مرید وہ ہے کہ ارادت کی تاثیر سے اُس کا وجود سوختہ ہو جائے اور اس کی کوئی آرزو باقی نہ رہے۔ اور دل کے آئینہ کی بصیرت میں اپنے پیر کے جمال کو دیکھ کر اپنی توجہ کا مُنہ اور تمام توجہات سے پھیر لیتا ہے اور اس کا قبلۂ جمال پیر ہو جاتا ہے اور پیر کی بندگی میں آزادی سے فارغ ہو کر نیاز اور تواضع کا سر سوائے پیر کے آستانہ کے اور کہیں نہیں ڈالتا بلکہ نیستی کا خط اپنے وجود کی پیشانی پر کھینچ دیتا ہے اور وجودِ غیر کے شعور کے تفرقہ سے بھی رہائی پا لیتا ہے ؎

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است

از باغ و بوستان تماشائے لالہ زار

قدسیہ۔ بلند ہمت وہ شخص ہے کہ اپنی قوت دراکہ کو حق سبحانہٗ تعالےٰ کی طرف مشغول کرے۔ اور موقتہ کو ہاتھ سے نہ کھووے اور اپنے خدا کے ساتھ ہر سانس میں مشغول رہے۔ اور اگر وہ جانتا ہے کہ اُس میں اتنی قوت نہیں ہے تو چاہئے کہ اس کو ایسی چیز میں صرف کرے جو خدائے پاک کے ساتھ مشغولی کا سبب ہو ؛

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کی صحبت میں آئے اُس کو چاہئے کہ اپنے کو نہایت مفلس و محتاج ظاہر کرے تا کہ اُن کو اُس پر رحم آئے ؛

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ اگر کسی درویش کی تصویر کسی دیوار پر کھینچ دی جائے تو اُس دیوار کے پاس سے ادب کے ساتھ گزرے ؛

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ بعض اکابرِ دین قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نے بیان کیا ہے کہ نمازِ ظہر کے بعد ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اُس میں بہترین اعمال میں مشغول رہنا چاہئے۔ بعض اولیا نے کہا ہے کہ اس ساعت میں بہترین عمل محاسبہ ہے کہ اُس کے دن کا پورا وقت عبادت میں گذرا ہے یا معصیت میں اگر عبادت میں گزرا ہے تو شکر کرے اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو توبہ کرے۔ ایک جماعت نے کہا

ہے کہ بہترین عمل یہ ہے کہ اپنے کو ایسے شخص کی صحبت میں پہنچائے۔ کہ اُس کی تاثیر سے وہ غیر حق سبحانہٗ سے کشیدہ ہو جائے اور حق سبحانہٗ کی طرف مائل ہو اور اُس کی طرف کو کھینچ جائے۔ اہل تحقیق نے کہا ہے کہ بہترین عمل یہی صحبت ہے کہ اُس میں مشغولیت کی وجہ سے غیر حق سے ملول ہو۔ اور حق سبحانہٗ کی طرف مائل ہو۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ جمادات کی تاثیر لوگوں کے اخلاق اور اعمال میں ارباب تحقیق کے نزدیک مقرر ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ اس بارہ میں عجیب تحقیقات رکھتے ہیں کہ جمادات کی یہ تاثیر یہاں تک ہے کہ اگر کوئی شخص فضل عبادات یعنی نماز کو ایسی جگہ ادا کرے جو کسی جماعت کے اعمال و اخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہو تو اس نماز کا جمال اور اثر اتنا نہیں ہو سکتا جتنا کہ ایسی جگہ پر ادا کرنے سے ہو گا کہ وہ جگہ ارباب جمعیت کی برکات سے متاثر ہو۔ اسی لئے دو رکعت نماز حرم کعبہ میں پڑھنا دوسری جگہ کی ستر رکعتوں کے برابر ہے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو طالب مکی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اتنی کوشش کرو کہ مرضی حق کے سوا اور کچھ تم میں باقی نہ رہے۔ جب تم ایسے ہو جاؤ گے تو تمہارا کام پورا ہو جائے گا۔ اس حالت میں اگر تم سے احوال و مواجید و کرامات صادر نہ ہوں تو بھی کوئی غم کی بات نہیں ہے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں توحید یہ ہو گئی ہے کہ لوگ بازاروں کو جاتے ہیں اور امردان پر نظر ڈالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم جمال لایزال کا مشاہدہ کرتے ہیں خدا کی پناہ ایسے مشاہدہ سے۔ ایک جماعت مریدان سید قاسم تبریزی قدس سرہٗ کی امرد لڑکوں کا نظارہ کیا کرتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ ہم جن صورتوں میں جمال حق سبحانہٗ کا مطالعہ کیا کرتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں حضرت سید قاسم رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے سور کدھر گئے۔ اس کلام سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ حضرت سید کی نظر بصیرت میں سور کی صورت میں نظر آتے تھے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس برس تک کوئی برائی اُس کی کاتب شمال نہ لکھ سکے۔ اُس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مرید معصوم ہو جائے اور اس مدت میں اس سے کوئی جرم سرزد نہ ہو۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ

قبل اس کے کہ فرشتے اس کا گناہ لکھنے پائیں وہ اُس کی مکافات میں مشغول ہو جائے۔ اور کسی طریقہ سے اُس گناہ کو اپنے اوپر سے دور کر دے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مولانا نظام الدین خاموش قدس سرہٗ کی خدمت میں گیا۔ مولانا اُس وقت مباحثہ علمی میں ایک جماعت علماء کے ساتھ مشغول تھے۔ میں خاموش بیٹھا رہا۔ جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ سکوت اور خاموشی بہتر ہے یا یہ بات چیت۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اگر یہ شخص اپنی ہستی کی قید سے چھوٹ گیا۔ ہے تو جو کچھ کرے گناہ نہیں ہے اور اگر ہستی میں گرفتار ہے تو جو کچھ کرے وہ نادانی ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہم نے مولانا نظام الدین خاموش علیہ الرحمۃ سے اس سے بہتر کبھی کوئی اور کلام نہیں سُنا تھا۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ شریعت و طریقت و حقیقت کو ہر چیز میں بیان کر سکتے ہیں مثلاً جھوٹ کہنا امر ممنوع ہے۔ اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو کوشش اور مجاہدہ سے جو کہ استقامت کا طریقہ ہے زبان سے دور کرے اس طرح کہ اس کے اختیار سے اور بے اختیاری سے اس کی زبان پر جاری نہ ہو تو یہ شریعت ہے۔ باوجود اس کے ممکن ہے کہ اُس کے باطن میں جھوٹ کی خواہش باقی رہے۔ پس اگر اس کو بھی کوشش اور مجاہدہ سے دفع کر دے اس طرح کہ اس کا باطن کذب کی خواہش سے پاک ہو جائے تو یہ طریقت ہے۔ اور اگر ایسا ہو جائے اس کے اختیار یا بلا اختیار کے اُس کا دل اور زبان سے جھوٹ نہ سرزد ہو سکے۔ تو یہ حقیقت ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ مولانا علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد کو بارہا نقل فرما کر اُس کی تعریف کیا کرتے تھے۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی رُوح کسی مناسب صورت میں متمثل ہو جائے اور صاحب کشف دیدۂ بصیرت سے اس صورت کو دیکھے مگر چونکہ شیاطین کو بھی مختلف صورتوں اور شکلوں کے اختیار کرنے کی قوت ہے اس لئے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اُن کے نزدیک اصحاب قبور کی زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی بزرگ کی قبر پر جائے

ہیں تو اپنے آپ کو تمام کیفیتوں اور نسبتوں سے خالی کرتے ہیں پھر نسبت کے ظہور کے منتظر ہو کر بیٹھتے ہیں۔ پس جو نسبت پیدا ہوتی ہے اُسی سے صاحب قبر کا حال معلوم کرتے ہیں۔ بیگانہ اشخاص کی صحبت میں بھی ان بزرگوں کا یہی طریقہ ہے کہ جو شخص اُن کے سامنے آئے وہ اپنے باطن میں نظر کرتے ہیں اُس کے آنے کے بعد اُن کے باطن میں جو نئی کیفیت پیدا ہوئی ہو وہ اُس کو اُسی کا اثر جانتے ہیں۔ اس جدید کیفیت میں اُن بزرگوں کا کوئی اختیار نہیں ہوتا ہے! وراس کیفیت کے لحاظ سے اُس کے ساتھ نرمی یا سختی سے زندگانی بسر کرتے ہیں۔ شیخ ابن عربی قدس سرہٗ اس کو تجلی قابلہ کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ اِس کے ظہور کا سبب عرفا کے باطن کی جلا اور صفائی ہے جو نورانی باطن سے پیدا ہوتی ہے اور اُن کے آئینہ حقیقت میں جو نقوش کونیہ سے پاک اور صاف ہو گیا ہے بسبب کمالِ محاذات کے کہ جو بے کم و کیف ذات کے ساتھ رکھتا ہے اور اُس میں سوائے تجلی ذاتیہ کے اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔ پس جب ایسے نورانی آئینہ کو اس کی حالت پر چھوڑ دینگے تو سوائے امر بے کیف کے اور کچھ نہ رہیگا۔ تو اب جو چیز اس آئینہ میں پیدا ہوئی وہ اُسکی ذاتی نہیں ہے۔ بلکہ اس شخص کے تقابل کی وجہ سے ہے جو اس میں منعکس ہوا ہے ؏

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک بعد موت کے ترقی ثابت ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس نے فرمایا ہے کہ منجملہ تجلیات کے ایک تجلی میں مَیں اور ابو الحسن نوری جمع ہوئے انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ کیا تم مجھ سے سیراب ہوئے مَیں نے کہا کہ نہیں کیونکہ توحید کا پیاسا غیر سے سیراب نہیں ہو سکتا۔ میرے اس جواب سے وہ شرمندہ ہوئے۔ مَیں نے کہا کہ ادنےٰ اعلیٰ سے حاصل کرتا ہے اور غیر سے حاصل نہیں کرتا۔

شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ دوسرے مقام میں فتوحات کے فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی موت کے بعد ترقی کے واقعوں میں سے ایک واقعہ شیخ ابوالحسن نوری قدس سرہٗ کا بھی ہے۔ پس شیخ نوری کی حالت بعد موت کے دو کیفیتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اُنہوں نے علم یقین سے جان لیا کہ ترقی ہوتی ہے یا یہ جانا کہ نہیں ہوتی۔ پس اگر ترقی ہونے کے متعلق اُن کو علم حاصل ہوا تو اس سے ہمارا مدعا ثابت ہو گیا اگر نہ ہونے کے متعلق علم ہوا تو یہ دُوسرا علم

ہے جوان کو موت کے بعد حاصل ہوا۔ اس لئے ہر حالت میں ترقی بعد مرگ کے ہوتی ہے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ترک ادب کے بعد بھی سالک کے حال کا باقی رہنا مکر الٰہی ہے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کی نسبت کو خلوت میں اول تفرقہ پیدا ہوتا ہے ۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ نسبتِ نقشبندیہ محبوبیت کی نسبت ہے ۔ اور محبوب کو جب خلوت میں بلاؤ گے تو اس کو حجاب ہوتا ہے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس نسبت کی لطافت اس درجہ ہے کہ اُسکی طرف متوجہ ہونا بھی اُس کے ظہور کو مانع ہوتا ہے ۔ چنانچہ حسینوں کی صورتوں میں بھی یہ بات ہے کہ جب اُن کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے تو وہ شرمندہ ہو جاتے ہیں ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر چیز اپنے مخالف چیز سے ظاہر ہوتی ہے پس مخلوق کی طرف مشغول ہونا حق سبحانہٗ کی طرف مشغول ہونے کے مخالف ہے اور چونکہ مخالف کو اپنے مخالف سے کراہت ہوتی ہے اس لئے اگر جاننے والا شخص ہو تو وہ خلاف چیز سے موافق کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ والے بازاروں میں اور مجمعوں میں جاتے ہیں ۔ اور وہاں بیٹھتے ہیں تاکہ مخلوق کی ضدیت سے اور اُن کے کاموں کی کراہیت سے اُن کا دل خدائے پاک کی طرف متوجہ ہو جائے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لطیفۂ مدرکہ کی توجہ خدائے پاک کی طرف ہمیشہ قایم ہو جائے ۔ تمہاری کوشش اس امر کی ہونی چاہیئے کہ یہ توجہ تم میں ہمیشہ باقی رہے تاکہ تمہارا شمار مقبلین میں ہو سکے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر زمانہ میں مردانِ غیب اُس نیک شخص کی صحبت اختیار کرتے ہیں جو کہ عزیمت پر عمل کرتا ہو اور رخصت سے پرہیز کرتا ہو اُن کی جماعت رخصت والوں سے علیحدہ رہتی ہے ۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام ہے ۔ ہمارے خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ عزیمت پر عمل کا ہے ۔

قدسیہ ۔ آپ فرماتے ہیں کہ فناءِ مطلق کے معنی یہ ہیں کہ سالک اپنے افعال اور اوصاف کی نسبت کو بطریق ذوق آپ سے نفی کرے اور اُن کو فاعلِ حقیقی جل ذکرہ کے لیئے ثابت کرے ۔ حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے اس قول کا کہ نفی اثبات

سے جنگ نہیں رکھتی ہے۔ مطلب یہی ہے۔ اِس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں۔ وہ عاریتی ہے۔ اور مجھ کو اُس کے عاریتی ہونے کا علم نہیں ہے، اِس لئے مَیں اُس کو اپنی ملکیت جان کر اُس سے اپنا تعلق رکھتا ہوں اتنے میں مجھ کو اُس کے عاریتی ہونے کا علم ہوا۔ فوراً میرا تعلّق اُس کپڑے سے منقطع ہو گیا۔ حالانکہ وہ میرا لباس ہے اور تمام صفات کو اسی کپڑے پر قیاس کرنا چاہیئے۔ تاکہ دل کا تعلق ماسوائے حق تعالےٰ سے منقطع اور آزاد ہو جائے درویشی یہی ہے مگر لوگوں نے اس کو بہت لمبا چوڑا سمجھ رکھا ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں وصل یہ ہے کہ دل خدائے پاک کیساتھ بر سبیلِ ذوق جمع ہو جائے اور جب یہ حالت ہمیشگی اختیار کرے تو اُس کو دوامِ وصل کہتے ہیں۔ انتہیٰ یہی ہے +

اور حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرّہٗ کے اس ارشاد کا کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں مطلب یہی ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرّہٗ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم واسطے سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس لئے ہم سے منقطع ہونا چاہیئے۔ اور مقصودِ حقیقی سے ملنا چاہیئے یہی وصل ہے +

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں اگر ذکر کا ملکہ ایسا ہو جائے۔ کہ ہمیشہ دل حاضر رہے اور وہ اس حضور سے وابستہ ہو جائے تو اُس کا شمار ابرار میں ہو گا۔ اور حاضر مع اللہ کہ سکتے ہیں مگر واصل مع اللہ نہیں کہہ سکتے۔ وصل اس وقت ہو گا۔ جب کہ اس حضور کی نسبت بھی اُس سے منتفی ہو جائے اور حق سبحانہٗ کو بذاتِ خود حاضر سمجھے +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ انتہائی مرتبہ جہاں تک اولیاء اللہ کی رسائی ہوتی ہے یہ ہے کہ شاہدِ حقیقی میں غایت استغراق کی وجہ سے مشاہدہ اُن سے غائب ہو جائے +

قدسیہ آپ فرماتے ہیں کہ تجلّی سے مراد کشف ہے اور یہ دو طرح سے ہوتا ہے۔ پہلا کشف اعیانی یعنی چشم ظاہری سے یہ کشف آخرت میں ہو گا۔ دوسرا کشف یہ کہ غائب مثل محسوس کے ہو جائے۔ کیونکہ محبّت کی خاصیت یہ ہے کہ غائب کو محسوس کی طرح بنا دیتی ہے۔ یہ تجلّی اربابِ کمال کے قدم کی دنیا میں انتہا ہے یعنی اس سے آگے

انہیں رسائی نہیں ہو سکتی ؂

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کا اطمینان ہے کسی ایک امر پر اس طرح کہ اُس کے خلاف کچھ دل میں نہ گزرے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر کافر شخص بھی ہمیشہ اپنے دل کو کسی امر پر اور اپنی ہمت کو کسی چیز پر مقرر کرے تو وہ کام ضرور پورا ہو جاتا ہے۔ اُس کے لئے ایمان اور عمل صالح کی بھی کچھ شرط نہیں ہے ارباب تجربہ کو چاہئے کہ کبھی کبھی اپنے مریدوں کی ہمتوں کا امتحان لیتے رہیں اور معلوم کریں کہ اُن کی مناسبت حضرات اسما کے کس مرتبہ تک پہنچی ہے اور اُن کی ہمت کی تاثیر کیسی ہے ؂

قدسیہ: آپ فرماتے ہیں کہ ابتدا جوانی میں ہم حضرت مولانا سعدالدین کاشغری قدس سرہ کے ساتھ ہرات میں تھے۔ ایک دفعہ ہم دو تو تفریح کے لئے جا رہے تھے ہمارا گزر کشتی گیروں کے اکھاڑہ میں ہوا وہاں ہم نے اپنی قوت توجہات کا امتحان لیا۔ اور دو شخصوں میں سے ایک کے غالب ہونے پر ہم نے اپنی ہمتوں کو لگایا تو وہی شخص غالب ہوا پھر دوسرے شخص کے لئے خیال کیا گیا تو دوسرا غالب آیا۔ پھر پہلے کے لئے خیال کیا گیا تو وہ غالب آیا۔ اسی طرح چند مرتبہ امتحان خیال کیا گیا۔ اس سے مقصود یہ معلوم کرنا تھا کہ ہمت کی تاثیر کس درجہ تک پہنچی ہے تاکہ اُس پر اعتماد ہو سکے ؂

کرامت: حضرت خواجہ قدس سرہ چونکہ واقع میں ترویج شریعت اور تجدید ملت اور سلاطین کے ساتھ اختلاط رکھنے کے لئے مامور کئے گئے تھے۔ اِس لئے آپ سمرقند تشریف فرما ہوئے۔ تاکہ پادشاہ وقت سے ملاقات کریں۔ اُس زمانہ میں میرزا عبداللہ بن میرزا ابراہیم بن میرزا شاہ رخ ولایت سمرقند کا پادشاہ تھا۔ میرزا عبداللہ کا ایک مصاحب حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اُس سے کہا کہ اس ولایت میں آنے سے مقصود ہمارا تمہارے پادشاہ سے ملاقات کرنا ہے۔ اگر تم اُس کی ملاقات کا واسطہ ہو تو امر بزرگ اور ثواب کثیر کو حاصل کرو گے۔ اُس امیر نے بےادبی کے ساتھ جواب دیا کہ پادشاہ ہمارا بےپرواہ شخص ہے اُس سے ملاقات کرنا بہت مشکل ہے ماسوا اس کے درویشوں کو اِن کاموں کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حضرت کو اس کلام سے غیرت پیدا ہوئی۔ اور فرمایا کہ ہم کو بادشاہوں کی ملاقات کا حکم دیا گیا ہے ہم اپنے آپ نہیں آئے

ہیں۔ اگر تمہارا بادشاہ پرواہ نہ کریگا تو ایسا بادشاہ بنایا جائیگا جو پروا کرے۔ جب وہ امیر چلا گیا۔ تو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اس کا نام سیاہی سے دیوار پر لکھا اور پھر اپنے لعابِ دہن سے اُس کو مٹا دیا۔ اور فرمایا کہ ہمارا کام اس بادشاہ اور اُس کے امیروں سے نہیں چل سکتا ہے۔ یہ فرما کر اُسی روز تاشقند کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ کی روانگی کے ایک ہفتہ کے بعد اس امیر کا انتقال ہو گیا۔ اور ایک ماہ کے بعد سلطان ابوسعید مرزا نے اطرافِ ترکستان سے ظہور کیا اور میرزا عبداللہ پر حملہ کر کے اُس کو قتل کر دیا ؁

کرامت کہتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ بہت لوگوں کے نام کاغذ کے ٹکڑوں پر لکھے۔ اور سلطان ابوسعید کا نام جس ٹکڑے پر لکھا تھا اس کو اپنی دستار میں رکھ لیا۔ اور فرمایا کہ یہ اُس شخص کا نام ہے جس کے ہم اور آپ اور اہلِ تاشقند اور سمرقند و خراسان رعایا ہونگے اُس زمانہ میں وہاں سلطان ابوسعید کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ مگر چند روز کے بعد ہی سلطان ابوسعید مرزا کی شہرت ترکستان کی طرف سے بلند ہو گئی ؁

کرامت منقول ہے کہ سلطان ابوسعید نے خواب میں حضرت کو دیکھا تھا اور حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ کے ارشاد سے حضرت خواجہ کا نام اُس کو معلوم ہوا اُس نے حضرت خواجہؒ کی صورت کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھا۔ جب بیدار ہوا تو اپنے مصاحبوں سے دریافت کیا کہ اس حلیہ کا کوئی درویش خواجہ عبیداللہ نامی اِس ملک میں ہے۔ لوگوں نے خبر دی کہ وہ درویش صاحب اس زمانہ میں تاشقند میں رہتے ہیں سلطان اُسی وقت سوار ہوا اور تاشقند پہنچا۔ حضرت خواجہ کو جب اُس کے آنے کی خبر پہنچی۔ تو فوراً جانب مقام فرکت روانہ ہو گئے۔ سلطان کو حضرت کے فرکت میں قیام فرمانے کی خبر پہنچی تو وہ بھی فرکت پہنچا جب بادشاہ حضرت کی ملازمت سے مشرف ہوا اور اُس کی نظر حضرت کے چہرۂ زیبا پر پڑی تو کہا خدا کی قسم یہ وہی بزرگ ہیں جن کو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور نیازمندی بجا لایا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اُس کے حال پر بہت کچھ توجہ فرمائی۔ اور اس کو اپنی طرف جذب فرمایا۔ بادشاہ نے آخر مجلس میں فتح کی دعا کے لئے التماس کی۔ حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ فتح کی دعا ایک دفعہ ہوا کرتی ہے۔ اس کے بعد بادشاہ کے ساتھ ایک بڑا لشکر جمع ہوا۔ اور بادشاہ

کے دنوں میں سمرقند کے فتح کا ارادہ پیدا ہوا۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور توجہ کے لیئے عرض کیا حضرت نے فرمایا کہ تم کس نیت سے جاتے ہو۔ اگر تمہاری نیت یہ ہے کہ روشن شریعت کی تقویت اور دین متین کو رواج دینے اور رعیت کے انتظام کرنے کی ہے تو تمہارا یہ سفر تمہارے لیئے مبارک ہوگا اور فتح تمہاری ہوگی اُس نے عرض کیا کہ روشن کی تقویت میں جان و دل سے کوشش کرونگا۔ اور انتظام رعایا میں پوری محنت کرونگا حضرت نے فرمایا جب ایسا ہے تو شریعت کی پناہ میں جاؤ مراد حاصل ہوگی ✦

کرامت ۔نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہؒ نے سلطان میرزا سعید سے فرمایا کہ جب دشمن سے تمہارا مقابلہ شروع ہو۔ تو جب تک تمہاری پشت سے کوؤں کی ایک جماعت ظاہر نہ ہو تم دشمن پر حملہ نہ کرنا۔ پس جب دونو لشکروں میں مقابلہ شروع ہوا تو میرزا عبداللہ کے لشکر نے گھوڑوں کو بڑھایا اور میرزا سلطان ابوسعید کے لشکر کے میسرہ کے قدم اکھاڑ دئیے۔ اور میسرہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ یکایک کوؤں کی ایک جماعت میرزا سلطان ابوسعید کے لشکر کے پیچھے سے ظاہر ہوئی۔ سلطان ابوسعید کے لشکر نے جب حضرت کی اُس بشارت کو دیکھا تو اُن کے دلوں میں قوت پیدا ہوئی اور یکبارگی میرزا عبداللہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے۔ پہلے ہی حملہ میں میرزا عبداللہ کے لشکر کو شکست دے دی اور میرزا عبداللہ کا گھوڑا دلدل میں پھنس گیا۔ اُسی وقت اُس کو پکڑ کر قتل کر دیا ✦

کرامت ۔سلطان ابوسعید کے مصاحبوں میں سے ایک شخص میر حسن بہادر روایت کرتے ہیں کہ جب اُن کے سلطان اور میرزا عبداللہ میں مقابلہ شروع ہوا۔ تو یہ اس وقت وہاں موجود تھے۔ ہمارا کل لشکر اندازاً سات ہزار ہوگا۔ اور میرزا عبداللہ کی فوج بہت مسلح اور مکمل تھی۔ میرزا سلطان ابوسعید کو میرزا عبداللہ کا غلبہ اپنی فوج پر دیکھ کر بیقراری ہوئی۔ اور خوف اُس پر غالب ہوا اور بطور جلدی کے کہا کہ اے حسن بہادر کیا دیکھتا ہے میں نے کہا کہ اے میرے بادشاہ اس وقت میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو اپنے سامنے چلتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ سلطان نے کہا کہ قسم خدا کی میں یہی دیکھ رہا ہوں۔ میں نے کہا کہ اے میرے بادشاہ اب مطمئن رہو۔ ہم دشمن پر ضرور فتح پائینگے۔ میری زبان سے یہ کلمہ نکل ہی رہا تھا کہ دشمن نے شکست پائی پس ہمارے لشکر نے اسی

کلمہ کو دُہرایا۔ اور دشمن پر سخت حملہ کیا۔ آدھی گھڑی یعنی دس منٹ میں میرزا عبداللہ کے لشکر نے شکست کھائی۔ اور وہ خود گرفتار ہو گیا۔ اور مارا گیا سمرقند فتح ہو گیا ٭

کرامت حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس وقت میرزا عبداللہ مارا گیا مَیں اُس وقت تاشقند کی طرف متوجہ تھا میں نے دیکھا کہ ایک فوج ہوا میں سے زمین پر اُتری۔ اور اُس نے میرزا عبداللہ کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ میرزا عبداللہ مارا گیا اور اُس کا کام تمام ہو گیا ٭

کرامت۔ ایک مرتبہ بابر ایک لاکھ جرار سوار ہمراہ لیکر سمرقند پر حملہ کرنے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ میرزا سلطان ابو سعید حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا کہ مجھ کو بابر کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے۔ کیا کروں مصاحبوں نے اس کو یہ رائے دی۔ کہ سمرقند سے بھاگ کر ترکستان چلے جاؤ۔ اور وہاں قلعہ بند ہو کر لڑو۔ اور سلطان نے اس رائے کو پسند کر کے اپنا کل سامان اونٹوں پر لدوا دیا۔ حضرت اُس کے ارادہ سے آگاہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ مَیں نے تمہاری اس مہم کو اپنے ذمے لیا ہے۔ اور بابر کی شکست میرے ذمہ ہے تم اطمینان رکھو میرزا نے کمال اعتقاد کے ساتھ اپنے چلے جانے کے ارادہ کو ملتوی کر دیا۔ اور سمرقند ہی میں ٹھیر گیا۔ جب میرزا بابر سمرقند کے نزدیک پہنچ گیا۔ اور طرفین کی فوجوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ میرزا خلیل جو میرزا بابر کا سپہ سالار تھا گرفتار ہوا کہ اُس سے زیادہ بہادر بابر کے لشکر میں اور کوئی شخص نہ تھا۔ میرزا بابر نے لوگوں کو جو سامانِ معیشت لانے کے لئے سمرقند چلے گئے تھے۔ میرزا ابو سعید کے علاقہ داروں نے ناک کان کاٹ کر نکال دیا۔ چند ہی روز میں وبائے عظیم بابر کے لشکر کے گھوڑوں میں پھیلی اور کثرت سے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ آخر کار میرزا بابر کو صلح کرنی پڑی۔ حضرت مولانا قاسم نے جو حضرت خواجہ کے خاص مریدوں میں سے تھے باہر آ کر فریقین میں صلح کرا دی۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ جب میرزا بابر ملحدوں کے ایک گروہ کے ساتھ سمرقند کے محاصرہ کے لئے آیا۔ کہ رعایائے سمرقند کی عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرے۔ اہل سمرقند میں بہت سے صالحین اور غربا تھے۔ اس لئے ہم کو اُن پر رحم آیا۔ اور دو تین روز ہم نے اُن کی مصیبتوں کے ٹالنے میں صرف کئے کیونکہ مصائب کو ٹالنا اور دشمنوں کو دفع کرنا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ ہے میرزا بابر کہا کرتا تھا کہ ہم

اگرچہ سمرقند کو فتح نہ کر سکے لیکن ہم کو یہ معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت خواجہ عارف نہ تھے کیونکہ عارف میں ہمت نہیں ہوتی ہے۔ اور حضرت نے ہمت سے ہم کو خراب کیا حضرت خواجہ نے فرمایا کہ بابر نے شاید اس کلام کے معنی نہیں سمجھے مطلب اس کا یہ ہے کہ عارف ایسی فنا سے مشرف ہو جاتا ہے۔ کہ عارف اور اُس کے تمام اوصاف مٹ جاتے ہیں کہ نہ اُن کا نام باقی رہتا ہے اور نہ نشان۔ اور جو کچھ اُس سے صادر ہو وہ اس کا فعل نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (پس نہیں قتل کیا تم نے اُن کو لیکن اللہ نے قتل کیا اور تم نے اُن پر خاک مٹھی بھر کر نہیں ماری۔ جب کہ تم نے ماری تھی بلکہ وہ اللہ نے ماری تھی) اس معنی پر شاہد ہے اگر ایسا نہ ہو تو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے باب میں مشکل ہو جائیگی کیونکہ انہوں نے ایک عالم کو اپنی مضبوط قوت سے درہم و برہم کر دیا تھا جیسے حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام +

کرامت۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر ہم پیری مریدی کرنا چاہتے تو اس زمانہ کے کسی پیر کو ایک آدمی بھی مریدی کے لئے نہ ملتا۔ لیکن ہم کو دوسرے کام کے لئے حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کی ظالموں کے شر سے حفاظت کریں اور شریعت قویہ کو ترویج دیں۔ اسی لئے ہم بادشاہوں پر مسلط ہوتے ہیں اور ان کو مسخر کرتے ہیں اور انہی ذرایہ سے مسلمانوں کے مقاصد پورے ہوتے ہیں +

کرامت۔ آپ فرماتے ہیں کہ خدائے پاک نے محض اپنی عنایت سے کرامت کی قوت عطا کی ہے اگر ہم چاہیں تو ایک ہی خط میں بادشاہ خطا کو جو خدائی کا مدعی ہے ایسا بنا دیں کہ ننگے پاؤں خس و خاشاک میں دوڑتا ہوا ہمارے آستانہ پر حاضر ہو جائے مگر باوجود اس قدرت کے ہم ہر وقت حکمِ الٰہی کے منتظر رہتے ہیں کہ وہ جو چاہے وہ حکم دے گا۔ پورا ہو جائیگا اس مقام میں ادب ضروری ہے۔ اور ادب یہ ہے کہ اپنے ارادہ کو خدائے پاک کا ارادہ بنائے۔ نہ یہ کہ اُس کے ارادے کو اپنا تابع کرے۔ حضرت کا ایسے تین بادشاہوں کی جو باہم مخالف تھے ایک معرکہ میں صلح کرا دینے کا واقعہ مشہور ہے +

کرامت۔ ایک بزرگ حضرت خواجہ قدس سرہ کے دوستوں میں سے نقل کرتے

ہیں کہ میرا ایک غلام سمرقند میں گم ہو گیا۔ مَیں چار ماہ تک سمرقند کے اطراف و اکناف میں اُس کی جستجو میں سرگرداں پھرتا رہا۔ مگر اُس کا پتہ نہ چلا۔ ایک دفعہ جنگل میں اس کی تلاش میں پھر رہا تھا کہ حضرت اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نمودار ہوئے۔ مَیں نے حضرت کے گھوڑے کی باگ تھامی اور نیازمندی کے ساتھ عرض حال کیا۔ حضرت رحؒ نے فرمایا کہ ہم دھقانی آدمی ہیں ہم ان باتوں کو کیا جانیں مَیں نے بہت زاری اور اصرار کیا۔ حضرت میری زاری و بکا کو دیکھ کر بہت مہربان ہوئے اور تھوڑی دیر سکوت کیا اس کے بعد فرمایا کہ اس سامنے والے گاؤں میں بھی تم نے اُس کی تلاش کی۔ مَیں نے عرض کیا کہ متعدد بار یہاں بھی گیا ہوں۔ اور محروم واپس آیا ہوں۔ حضرت رحؒ نے فرمایا کہ پھر تلاش کرو۔ اب کے ضرور پاؤ گے۔ آپ نے یہ ارشاد فرما کر اپنا گھوڑا آگے دوڑا یا۔ اور مَیں اُس گاؤں کو روانہ ہوُا۔ جب قریب پہنچا تو دیکھا کہ میرا غلام گم گشتہ پانی کا بھرا ہوُا برتن سامنے رکھے ہوئے متحیر کھڑا ہے۔ مَیں نے اس کو دیکھتے ہی بے اختیار فریاد کی۔ اے غلام اتنی مدت تک تو کہاں رہا۔ اُس نے کہا کہ مَیں جب آپ کے گھر سے نکلا تو ایک شخص بہکا کر مجھ کو خوارزم لے گیا! اور دوسرے شخص کے ہاتھ مجھ کو فروخت کر دیا۔ مَیں اُس کی خدمت میں ہوں۔ آج اتفاقاً اُس کے گھر میں مہمان آیا۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ پانی برتن میں بھر لا۔ تاکہ کھانا تیار کراؤں مَیں پانی کا گھڑا بھر کر اُٹھا کر لے چلا تھا کہ اب میں اپنے آپ کو یہاں دیکھ رہا ہوں۔ مَیں حیرت و فکر میں ہوں کہ یہ معاملہ بیداری میں دیکھ رہا ہوں یا خواب میں +

کرامت ۔ حضرت مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نقل کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت خواجہ رحؒ نے مجھ سے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کے صورتوں اور لباس بشری کے بدلنے کا قصہ بیان فرمایا تھا۔ اُس زمانہ میں حضرت ایک بزرگ کی شکل میں میرے سامنے نمودار ہوئے۔ جس سے مجھ کو کمال درجہ محبّت و الفت تھی۔ اور اُس کو دنیا سے انتقال کئے ہوئے تھوڑے دن گذر چکے تھے۔ میری نظر پڑتے ہی حضرت نے فوراً اُس شکل کو بدل دیا۔ مجھ کو خیال ہوُا کہ شاید وہ شکل میرے خیال میں تھی۔ مگر مَیں نے اپنے ہمراہیوں سے بھی سُنا کہ اُنھوں نے مشاہدہ کیا تھا۔ حضرت کے صورتوں اور شکلوں کے بدلنے کے واقعات اکثر وقوع میں آئے ہیں۔ چنانچہ مولانا حاجی مزاری اور حافظ اسمٰعیل رُوحی جو مولانا سعدالدین قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے ہیں نقل کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ

کو مولانا سعد الدین کی صورت میں دیکھا ہے ۔

کرامت ۔حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ایک خادم ایک مرتبہ سمرقند کو جا رہا تھا حضرت نے اُس سے فرمایا کہ سمرقند سے چند ڈبہ صاف شہد کے ہمارے لئے لانا۔ وہ سمرقند سے کئی ڈبے شہد سے بھر کر اور اُن کے مُنہ پر مضبوط مُہر لگا کر سمرقند سے روانہ ہوا۔ اتفاقاً کسی کام کے لئے بازار میں ایک بزاز کی دکان پر تھوڑی دیر کے لئے ٹھیر گیا۔ اور شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ اتنے میں ایک حسینہ عورت جو اُس بزاز کی آشنا تھی دکان پر آئی اور ایک طرف بیٹھ کر بزاز سے باتیں کرنے لگی۔ اُس خادم نے دو تین بار نظرِ حرام سے اُس عورت کو دیکھا اور پھر نظر پھیر کر ڈبوں کو اُٹھا کر تاشقند کو روانہ ہو گیا۔ اور ڈبے لا کر حضرت کی خدمت میں پیش کئے حضرت ڈبوں کو دیکھتے ہی خشم آلود ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اِن ڈبوں سے شراب کی بو آ رہی ہے۔ اے بدبخت میں نے تجھ کو شہد کے لانے کو کہا تھا۔ اور تو شراب لیکر آیا ہے اُس نے کہا کہ میں شہد ہی لیکر آیا ہوں۔ اِن میں شراب نہیں ہے۔ ڈبوں کو کھولنے کے لئے ارشاد ہوا جب کھول کر دیکھا گیا تو حقیقت میں شراب سے بھرے ہوئے تھے ۔

کرامت ۔ایک معتبر بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ہمراہی میں ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کو روانہ ہوا۔ موسم سردی کا تھا۔ اور دن بہت چھوٹا۔ ہم نے رستہ میں عصر کی نماز پڑھی آفتاب زرد ہوا شام ہونے آئی۔ منزل تک پہنچنے کے لئے دو کوس باقی تھے۔ اور رستہ میں کوئی جگہ پناہ اور آرام کی نہ تھی۔ مجھ کو خیال ہوا کہ دن ختم ہو گیا اور رستہ خوفناک ہے۔ ہوا سرد اور فاصلہ زیادہ اب آگے کیسے گزرے گی۔ پھر مجھے مکرر یہی خیال گزرا۔ حضرت مُنہ پھیر کر میری طرف مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ڈرو مت اور رستہ کی نسبت دل میں کوئی خیال نہ لاؤ ممکن ہے کہ آفتاب غروب ہونے نہ پائے کہ ہم منزل تک پہنچ جائیں۔ پس میں پلٹ پلٹ کر آفتاب کو دیکھتا جاتا تھا۔ اسی طرح اس کا کنارہ آسمان پر ٹھیرا ہوا تھا۔ اور غروب ہونے کے کوئی آثار نہ پائے جاتے تھے۔ بلکہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُس میں میخ لگا دی گئی ہے جس سے وہ ایک جگہ ٹھیرا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ ہم گاؤں کی آبادی میں پہنچ گئے اُس وقت آفتاب یک بہ یک ایسا غائب ہو گیا کہ اس کا کوئی نام و نشان باقی نہ تھا۔ اور غروب کے

بعد شفق کی جو سُرخی و سفیدی ہوا کرتی ہے وہ بھی بالکل نہ تھی۔ عالم میں دفعۃً ایسی تاریکی پھیل گئی کہ صورتوں اور رنگتوں کا نظر آنا ناممکن تھا۔ جس سے لوگوں پر ہیبت و حیرت چھا گئی۔ اور سب نے یقین کیا کہ حضرت خواجہ کا اس میں تصرف واقع ہوا۔ آخر کار بے حیا ہو کر سب نے حضرت سے اس کا راز دریافت کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی طریقت کے شعبدوں میں سے ایک شعبدہ ہے۔

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے حضرت خواجہ محمدؒ جو بڑے عالم اور عارف اور صاحب کرامات تھے۔ نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میری پھوپھی نے چاہا کہ ایک ضعیفہ بی بی کی عیادت کے لئے جو آپ کی عزیز تھیں اور پڑوس میں رہتی تھیں۔ جائیں۔ آپ نے اُن کو منع فرمایا۔ پھر دو تین روز بعد جب آپ مقام فرکت کو تشریف لیگئے پھر پھوپی صاحبہ نے اُس کی عیادت کیلئے گھر سے نکلنا چاہا کیا دیکھتی ہیں کہ آپ سوار ہو کر ظاہر ہوئے اور کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ عیادت کیلئے جاتی ہو واپس ہو جاؤ۔ نہیں تو جانتی ہو کہ تم بھی بیمار ہو جاؤ گی اور تم کو کسی کی عیادت نہیں کرنی چاہیئے۔ مجبوراً وہ واپس ہو گئیں۔ اور گھر میں قدم رکھتے ہی بیمار ہوئیں۔ تپ محرقہ میں مبتلا ہو کر فریش ہو گئیں جب آپ فراکت سے واپس تشریف لائے تو پھوپی صاحبہ کی عیادت کیلئے تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیمار کے پوچھنے کے لئے جانے اور بیمار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

کرامت۔ حضرت خواجہ محمدؒ قدس سرہٗ کی پھوپی صاحبہ نقل کرتی ہیں کہ جب حضرت خواجہ پر قبض کی کیفیت طاری ہوتی تو آپ گھڑی گھڑی گھر سے باہر جاتے اور باہر سے اندر آتے۔ اور جب آپ گھر میں تشریف لاتے تو تبدیل صورت کے قاعدے سے نئی صورت میں تشریف لاتے اگر بالفرض دس مرتبہ بھی آتے تو ہر بار نئی صورت میں تشریف لاتے۔ چنانچہ مکان میں رہنے والی بوڑھی عورتیں غیر آدمی کی شکل کی وجہ سے غلطی میں پڑ کر شور کرنے لگتیں۔ آپ اس صورت کو چھوڑ کر ہنس پڑتے اور کیفیت قبض جاتی رہتی تھی۔

کرامت دو درویش بہت دُور سے حضرت خواجہ کی ملاقات کے شوق میں آپ کی خانقاہ میں آئے۔ خادموں سے دریافت کیا کہ حضرت خواجہ ہیں خدام نے کہا

کہ بادشاہ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے ہیں یہ سُنکر وہ اپنے آنے پر پشیمان اور وقت کے ضائع ہونے سے پریشان ہوئے۔ اور کہا کہ عجب شیخ ہیں جو سلاطین کے دربار میں جاتے ہیں۔ حالانکہ بہت بُرا ہے۔ وہ فقیر جو امرا کے دروازہ پر ہو۔ اتفاقاً دو چور بادشاہی مجلس سے بھاگ گئے تھے۔ اور سپاہی اُن کی تلاش میں گلی کوچوں میں پھر رہے تھے۔ ان دونوں درویشوں کو بجائے چوروں کے پکڑ کر دربار بادشاہ میں لے گئے۔ اور کہا کہ یہ وہی چور ہیں جو جیل سے بھاگ گئے تھے۔ اب اُن کے بارے میں جو حکم ہو۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ شریعت غرّا کے احکام کے بموجب ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ حضرت خواجہ پہلوئے سُلطان میں تشریف فرما تھے۔ اِس واقعہ کو دیکھ کر مُسکرائے اور کہا کہ یہ دونو درویش ہیں اور ہماری ملاقات کے لئے دُور دراز سے آئے ہیں اس کے بعد حضرت خواجہ اُٹھے اور دونوں درویشوں کو ہمراہ لیکر اپنے مسکن پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ ہم دربار شاہی میں اس لئے گئے تھے کہ ہاتھ کاٹے جانے سے تم کو بچائیں اور امیروں کے دروازہ پر وہ درویش بُرا معلوم ہوتا ہے جو طمع کی وجہ سے دولتمندوں کے پاس جاتا ہو۔ وہ درویش بُرا نہیں ہے جو خلق اللہ کے مظالم رفع کرنے اور شرع متین کو رواج دینے کے لئے جاتا ہو۔ اس واقعہ سے اُنہوں نے اپنی بدگمانی کی توبہ کی اور حضرت کے مخلصین اور معتقدین میں داخل ہوئے ۔

کرامت ایک عالم حضرت کے فضائل و کمالات کا شہرہ سُنکر حضرت کی ملاقات کے ارادہ سے سمرقند روانہ ہوا اور شہر میں داخل ہُوا۔ اور شہر کے رستوں میں اونٹوں کی قطار بُراز غلہ جاتے ہوئے دیکھ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ اتنا بہت سا غلہ کس کا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت خواجہ کا ہے۔ عالم کے دل میں خطرہ گزرا کہ فقیری کو اس دُنیاداری سے کیا نسبت یہاں سے واپس ہو جانا چاہئے۔ پھر اُس نے سوچا کہ اتنی مسافت طے کر کے آیا ہوں۔ ایک بار تو خود اُن سے مل لوں۔ اور آپکی خانقاہ میں آیا۔ اور بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ اس وقت زنانہ مکان میں تھے۔ اِس اثناء میں اُس کو غنودگی ہو گئی اور اُس میں اُس نے دیکھا کہ قیامت برپا ہے اور ایک قرضدار اُس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اور اپنے ساتھ اس کو دوزخ میں لیجانا چاہتا ہے۔ اتنے میں حضرت خواجہ آئے اور قرضدار سے دریافت فرمایا کہ اِس کے

ذمہ تیرا کتنا قرضہ ہے۔ اُس نے مقدار بتلائی۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ اپنا بقایا مجھ سے لے لے۔ اور اِس بیچارے کو چھوڑ دے۔ پھر آپ نے اُس کا مطالبہ ادا کر دیا۔ اور اُس کو چھوڑا لیا۔ اِس کے بعد اس کی آنکھ کھل گئی۔ اور آپ اندر سے باہر تشریف لے آئے۔ اور مسکرا کر فرمایا کہ اتنی دولت ہم نے اسی لئے جمع کی ہے۔ کہ تم کو اور تمہارے مماثل لوگوں کو قرضداروں سے چھڑائیں +

اُس صاحبِ تکمیل و کمال کی وفات ۳۰۔ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہجری شب شنبہ میں ہوئی۔ اور محلہ خواجہ کفشیر میں مدفون ہوئے۔ آپ کی اولاد امجاد نے آپ کے مزار شریف پر عالیشان عمارت تعمیر کی ہے +

کرامت۔ جب حضرت قدس سرہٗ کا نفس شریف منقطع ہؤا تو اُس وقت چونکہ رات زیادہ گزر چکی تھی کثرت سے شمع روشن کئے گئے تھے۔ جن سے مکان روشن ہو گیا تھا۔ اِسی حال میں دیکھا گیا کہ حضرت کے دونو ابروؤں کے بیچ سے ایک نور چمکدار بجلی کی طرح پھیلا اور اُس کی شعاعیں شمع پر پڑیں اور کل شمعوں کی روشنی سلب ہو گئی۔ جو لوگ اُس گھر میں اُس وقت موجود تھے اُنہوں نے اُس کا مشاہدہ کیا +

حضرت مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ کے حالات

آپ کا انتساب اس طریقہ عالیہ میں حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے ہے اور آپ اُن کے اکمل اور عالیشان خلیفہ ہیں۔ وخش خاء معجمہ ساکن اور شین منقوطہ کے ساتھ ایک گاؤں کا نام ہے جو متعلقاتِ حصار سے ہے اور اس گاؤں کو وخشوارھی کہتے ہیں۔ آپ اقربائے مولانا یعقوب چرخی سے ہیں۔ بلکہ اُن کے نور سے ہیں۔ بعض ثقات سے سُنا گیا ہے۔ کہ حضرت مولانا محمد زاہد نے ذکر کی تلقین اور طریقہ کی تعلیم بعض اصحابِ کبار مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ سے حاصل کی تھی۔ گوشۂ تنہائی اور گمنامی میں اپنے وقت کو آپ تازہ کرتے رہے۔ اور ریاضات اور مجاہدات میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد آپ خواجہ احرار قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے جسکی تفصیل آگے کی جائے گی +

بخدمۃ الاکابر حضرت خواجہ خاوند محمود سلمہ اللہ تعالےٰ وابقاہ نے ایک روز بتقریر

مؤلف سے کہا کہ مولانا مرید خواجہ محمد یوسف قدس سرہ کے ہیں۔ اور وہ مرید خواجہ یعقوب چرخی قدس سرہ کے تھے۔ اگر مولانا کو خواجہ احرار قدس سرہ سے انتساب ہوتا۔ تو مصنفِ رشحات مولانا جامی قدس سرہ ضرور اس کا ذکر کرتے۔ اتفاقاً حاجی ضیاء الدین سمرقندی خلیفہ حضرت خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ جو بعد خلافت پانے کے کشمیر میں سکونت رکھتے ہیں۔ اس مجلس میں موجود تھے۔ اپنی جگہ سے اُٹھے اور میرے پاس آکر بیٹھ گئے۔ اور مجھ سے کہنے لگے۔ کہ حضرت خواجہ خاوند محمود اس معاملہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ میں مولانا خواجہ اَمکنگی قدس سرہ کا مرید ہوں اور برسوں اُنکی خدمت میں رہا ہوں۔ اور اُن کی وفات کے بعد حضرت خواجہ محمودؒ کی خدمت میں آیا ہوں۔ اور حضرت محمد باقی قدس سرہ میرے سامنے مولانا خواجگی کی خدمت میں آئے۔ اور مولانا محمد زاہدؒ کی خلافت حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے بلا شک وشبہ کے محقق ومقرر ہے۔ اس کا واقع اس طرح ہے کہ جب حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کے ارشاد کا آوازہ مولانا محمد زاہدؒ کے گوش ہوش میں پہنچا تو آپ حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے اور سمرقند پہنچنے کے بعد محلہ وانسرا میں جو دلپسند اور بہت سرسبز مقام ہے اُترے اور حضرت احرار کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے کپڑے پہنے۔ محلہ وانسرا میں اور حضرت خواجہ کی جائے سکونت کے مابین تین کوس کا فاصلہ ہے۔ اتفاقاً حضرت خواجہ پر ظاہر ہوا کہ مولانا زاہد کمالات اور مقامات عالیات سے موصوف ہیں۔ اور اس میں ہماری ملاقات کے لئے آتے ہیں آپکے دل میں گذرا کہ مولانا کے استقبال کے لئے نکلیں ٹھیک دوپہر اور سخت گرمی کا وقت تھا۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ سواری کے اونٹ کو لائیں۔ پس حضرت اُس پر سوار ہو گئے۔ اور تمام مریدین آپکے ہمراہ رکاب روانہ ہوئے۔ اور کوئی شخص یہ نہیں جانتا تھا کہ کہاں جا رہے ہیں۔ اس لئے اونٹ کو اُس کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ کہ جہاں کو چاہے چلے۔ جب حضرت محلہ وانسرائے میں پہنچے جہاں کہ مولانا اُترے ہوئے تھے۔ اونٹ خود بخود رُک گیا۔ اور حضرت خواجہ اونٹ سے اُترے مولانا کو حضرت خواجہ کے تشریف لانے کی خبر ہوئی تو وہ بے اختیار دوڑے آئے اور حضرت کا استقبال کیا اور حضرت کے پیروں کو بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ مولانا کے ساتھ اُسی مقام پر خلوت کی۔ اور مولانا نے اپنے واردات اور معاملات ومقامات کو حضرت

کے سامنے پیش کیا۔اور بیعت کی خواہش کی۔حضرت خواجہؒ نے مولانا کا التماس قبول کیا اور جو کچھ بتلانا تھا بتلا دیا۔اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی نعمت مولانا کو عطا فرمائی۔اس پر بعض اصحاب حضرت خواجہ کے جو اُس وقت وہاں موجود تھے آتش غیرت میں جلنے لگے کہ مولانا محمد زاہد کو حضرتؒ نے پہلی ہی صحبت میں خلافت دے دی۔حالانکہ ہم برسوں سے حضرت کی خدمت کر رہے ہیں۔مگر حضرتؒ نے ہمارے حال پر یہ التفات نہیں فرمائی۔حضرت خواجہؒ نے اُن لوگوں سے فرمایا کہ مولانا زاہد چراغ اور تیل۔بتی تیار کر کے ہمارے پاس آئے تھے۔ہم نے اُس کو روشن کر کے اُن کو رخصت کر دیا۔اِس کے بعد حاجی مذکور نے مجھ سے کہا کہ یہ بات مشہور ہے کہ صاحب رشحات نے دو عالی قدر حکایتوں کو چھوڑ دیا ہے +

اولاً مولانا محمد زاہدؒ کا انتساب حضرت خواجہ احرار کے ساتھ بطریق مذکورہ بالا کہ اُس سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی کرامت کا اظہار بھی ہوتا ہے۔اور مولانا محمد زاہدؒ کے درجات کی بلندی کا +

ثانیاً یہ کہ ایک روز حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کسی راستہ سے تشریف لیجا رہے تھے۔اور آپ کے حالات اس وقت متلوّن تھے۔اور سکر آپ پر غالب تھا۔اُسی حالت میں آفتاب قریب غروب کے ہوگیا۔اور کسی ہمراہی کی یہ جرأت نہ ہوسکی کہ حضرت خواجہؒ سے نماز عصر ادا کرنے کے لئے عرض کرے۔غروب آفتاب کے بعد حضرت خواجہ کا سکر کم ہوا اور آپ ہوش میں آئے دیکھا کہ آفتاب غروب ہوا اور عصر کی نماز قضا ہوگئی۔اُس وقت آپ آفتاب سے مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے آفتاب ہمارے لئے پھر نکل آ۔آفتاب اُسی وقت نکل آیا اور حضرتؒ نے نماز عصر ادا کی نماز سے فراغت پانے کے بعد آفتاب غروب ہوگیا۔اور عالم میں تاریکی پھیل گئی +

واضح ہو کہ حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ نے رشحات میں حضرت خواجہ احرارؒ کے تمام مریدوں اور خلفا کے ذکر کا التزام نہیں فرمایا ہے۔بلکہ آپ کے اصحاب کے ذکر میں ایک فصل قرار دے کر لکھا ہے کہ تیسری فصل آنحضرت قدس سرہٗ کی اولاد اور اہل اصحاب کی اُن کرامتوں اور مقامات کے بیان میں ہے۔جو لوگوں نے اپنی چشمدید بیان کی ہیں مع مختصر حالات ادی بلکہ دوسرے بزرگوں کے مریدوں کے ذکر کا بھی التزام نہیں فرمایا ہے

مقصود بالذات رشحات کا یہ ہے کہ جن لوگوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو دیکھا ہے اور حضرت کے کسی ارشاد کو اور آپ کی کسی کرامت کو نقل کیا ہے اُن کو نام بنام کتاب میں ذکر کر دیا جائے۔ نیز اُن لوگوں کا تذکرہ جن کی خود حضرت خواجہؒ نے اپنے ہمعصر بزرگوں میں سے تعریف کی ہو۔ رشحات کی بنا حضرت خواجہ کے احوال اور اقوال پر ہے۔ حالانکہ مصنف علیہ الرحمۃ حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے علیحدگی کے بعد بھی ایک مدت تک زندہ رہے اور کتاب رشحات کے مسودے حضرت خواجہؒ کے حیات میں آپ کی صحبت کے زمانہ میں تیار کئے گئے تھے۔ اور سولہ برس کے بعد وہ صاف کئے گئے۔ بہت سی باتیں نسیان کی وجہ سے سپرد قلم نہ کی جاسکیں۔ اور چونکہ مولانا محمد زاہد علیہ الرحمۃ کی ملازمت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں باوجودیکہ بہت تھوڑی دیر کے لئے ہوئی تھی اور وہ بھی اس زمانہ میں کہ مصنف رشحات علیہ الرحمۃ وہاں موجود نہ تھے۔ اس لئے اُن کو جناب خواجہ سے جناب مولانا کی کرامات اور اشرافات کی سماعت کا اتفاق نہ ہو سکا۔ بلکہ اُن کی مولانا سے ملاقات بھی نہ ہو سکی۔ اور نہ اُن کو مولانا کی حضرت خواجہؒ سے ملاقات کی خبر مل سکی اس لئے اُن پر مولانا کا ذکر ترک کرنے سے کوئی قصور عاید نہیں ہوتا ہے۔

چنانچہ انہوں نے رشحات کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ جب لطائف الٰہی کی برکتوں اور اُس کی نامحدود مہربانیوں سے اور آخر ماہ ذیقعد ۸۸۹ھ ہجری میں فقیر کو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے آستانہ عالیہ کی بوسہ ہی کا اتفاق ہوا۔ اور پھر دوبارہ ابتداء ربیع الثانی ۸۹۳ھ ہجری میں اُس آستانۂ پاک کے قدم کی پابوسی کا شرف نصیب ہوا۔ تو آپ کے فیضان اور افادہ کی مجلسوں اور مخلصوں میں حضرات خواجگان نقشبندیہ علیہ الرحمۃ کے بعض فضائل اور شمائل اور مناقب اور حالات کے سننے کا شرف حاصل ہوا۔ کہ اکثر بیان میں آتے رہتے تھے۔ انہی حالات کو میں نے تحریر کی لڑی میں پرونا شروع کیا۔ پھر ایک حوادث زمانہ کے بُرے اثرات اور طرح طرح کے بلاؤں کی فکرات کی وجہ سے اُس کعبہ عزت اور اقبال کے قرب و ہمسائیگی سے محروم رہا۔ ایک مدت کے بعد مجھ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اُن انفاس متبرکہ سے جو ارشادات زمانۂ سعادت فرجام میں سُنے تھے۔ ایک جگہ جمع کر دوں۔ مگر اس کی توفیق نہ ہو سکی یہاں تک کہ سولہ سال گزر گئے۔ ۹۰۹ھ ہجری میں از سرِ نو یہ ارادہ تازہ ہوا۔ اور اُن حالات کے جمع کرنے

اور ترتیب دینے کے لئے طبیعت آمادہ ہوئی۔ اور کام کا آغاز ہوا۔

کرامت - جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو سلطان محمود میرزا کی بابت یہ خبر پہنچی۔ کہ اُس نے اپنے بھائی سلطان احمد میرزا سے جنگ کرنے کی غرض سے محاصرہ سمرقند کا ارادہ کیا ہے۔ تو آپ نے میرزا سلطان محمود کو یہ رقعہ تحریر فرمایا:۔

رقعہ اس عرضداشت کے ذریعہ یہ فقیر حضرت مخدوم زادہ کے ملازمین کی خدمت میں ظاہر کرتا ہے کہ اکابر اولیاء اللہ نے شہر سمرقند کو بلدہ محفوظہ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ لہٰذا آپ کا فتح سمرقند کا ارادہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور جب خدائے پاک نے اس کا حکم نہیں دیا۔ نہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں کوئی ایسی ہدایت وارد ہوئی۔ تو پھر آپ کا اپنے بھائی پر تلوار اُٹھانا کس حد تک آپ کے لئے مناسب ہے۔ یہ فقیر آپ کی خیر خواہی کے لئے کئی مرتبہ آپ کی خدمت میں عرض معروض کر چکا ہے۔ مگر قبولیت کی حد تک نہیں پہنچا۔ لوگوں کی باتوں میں آکر آپ کا اس ملک کی فتح کا قصد کرنا اور اس فقیر کے معروضہ کو قبول نہ کرنا ایک عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ میں آپ کی خدمت میں خیرخواہی کی عرض کرتا ہوں اور لوگ جو کچھ کہتے ہیں محض اپنی نفسانیت سے معلوم ہے کہ سمرقند میں بہت سے بزرگانِ دین اور فقرا و مساکین ہیں۔ اُن کو اور زیادہ تنگ کرنا مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی کے دل کو صدمہ پہنچے۔ اور دردمند دل کی آہ جو کچھ کر سکتی ہے وہ آپ کو بخوبی معلوم ہے۔ خدا کے نیک بندوں اور عام طور سے سب مسلمانوں کے دلوں کو ضرور اس سے تکلیف ہوگی آپ اس ارادہ سے باز آئیں اور ڈریں۔ اور فقیر کی اس بات کو جو بے غرض اور محض للّٰہیت کی وجہ سے ہے مان لیں اور دونو بھائی آپس میں اتفاق کر کے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ تاکہ خدائے تعالےٰ راضی رہے۔ پھر ایک دل اور متفق ہو کر ان کاموں کو جو درپیش ہو پڑے ہوں پورا کرو۔ دنیا میں اللہ تعالےٰ کے ایسے بھی بعض بندے ہیں جن پر وہ اپنی بہت کچھ عنایت رکھتا ہے۔ اور ان کی عدول حکمی اور لڑائی کے ارادہ کو اپنے ساتھ جنگ کا ارادہ اور ظلم کرنا فرماتا ہے۔ چنانچہ صحاح کی حدیث میں اس کی کی تفصیل مذکور ہے

ع

بہ پیش چشم چو خاکسترم میا گستاخ
کہ ہست در تگ اِو آتشے و دریائے

ترجمہ ؎ لوگوں کی نظر میں اگرچہ میں خاک کی مانند ہوں لیکن تو ارادہ گستاخی کو دور رکھ کہ اس راکھ کے نیچے آگ اور پانی کا ایک دریا موجود ہے۔

اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے امیر مزید سے جو سلطان محمود کے دربار کا امیر کبیر تھا کہلا بھیجا کہ جنگ اور مخالفت کے طریقہ سے باز آؤ۔ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ہزاروں آدمی عبدالخالق کے ایک تابعدار سے مقابلہ نہیں کر سکتے ہیں۔ اور اگر کرینگے تو مغلوب ہونگے خاندان نقشبند کا خانوادہ بڑے تصرف کی قدرت رکھتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ انکی خاطر شریف کی بموجب پورا کر دیتا ہے۔ اور خانوادۂ مذکور کسی کا مطیع نہیں ہے۔

میرزا سلطان محمود باوجود اس نامہ و پیام کے اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔ اور سمرقند کے محاصرہ کے لئے متوجہ ہوا اور فوج بیکران اور لشکر بے عدد ہمراہ لیکر روانہ ہوا علاوہ چغتائی فوج کے چودہ ہزار ترک ہمرکاب تھے۔ بیچارہ میرزا سلطان احمد مقابلہ کی تاب لاسکا۔ اور فرار کا ارادہ کیا۔ اور حضرت خواجہ کی خدمت میں بیقرار اور مضطر ہو حاضر ہوا۔ کہ بھاگ جانے کی اجازت چاہی۔ آپ اس وقت شہر کے مدرسہ میں تھے۔ فرمایا کہ اگر تم بھاگو گے تو سب شہر والے قید ہو جائینگے۔ پس تم ٹھیرو اور اپنے دل کو مضبوط کرو۔ میں تمہارا کفیل و ذمہ وار ہوتا ہوں۔ بعدہٗ آپ نے مرزا سلطان احمد کو مدرسہ کے ایک حجرہ میں جس کا ایک ہی دروازہ تھا۔ لے جا کر بٹھا دیا۔ اور خود اس حجرہ کی دہلیز پر تشریف فرما ہے۔ اور حکم دیا کہ ایک سانڈنی ہر دم تیار رہے۔ کہ اس پر کجاوہ بندھا ہوا اور چند روز کا توشہ اس میں رکھا ہوا ہو۔ چنانچہ اس کو تیار کر کے سلطان احمد کے حجرہ کے رُوبرُو حاضر کیا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر مرزا سلطان محمود سمرقند کو فتح کر لے اور جس دروازہ پر جنگ ہو رہی ہے۔ وہ اس میں داخل ہو جائے۔ تو تم اس اونٹنی پر سوار ہو کر اپنے خاص لوگوں کے ساتھ دوسرے دروازہ سے نکل جانا۔ آپ نے اس طرح سے میرزا سلطان احمد کو تسکین دی۔

اس کے بعد آپ نے مولانا سید حسن اور مولانا سید قاسم اور میر عبدالاوّل اور مولانا جعفر قدس اللہ اسرارہم کو جو آپ کے بڑے بڑے مرید تھے طلب کر کے حکم دیا کہ جلد جاؤ اور اُس کے دروازہ پر جہاں کہ سلطان محمود مصروف جنگ ہے ٹھیرو اور خدا کی طرف مشغول ہو جاؤ۔ اور جب وہ بھاگ جائے تو تم ہمارے پاس آؤ اور اگر بالفرض

اُس کا لشکر شکست نہ کھائے۔ تو ہمارے پاس تمہارے لئے رہنا نہیں ہے وہ چاروں بزرگ اُس دروازہ کے بُرج پر چڑھے۔ اور مراقبہ میں مشغول ہو گئے +

وہ کہتے ہیں کہ ہم مراقبہ میں اپنے آپ کو نہیں پاتے تھے۔ جو کچھ تھے حضرت خواجہ ہی تھے۔ اور ایسا نظر آتا تھا کہ تمام عالم پر حضرت خواجہ کا وجود چھایا ہوا ہے۔ اس اثنا میں مولانا زاہد قدس سرہٗ کو سلطان محمود کے سمرقند پر حملہ کرنے اور حضرت خواجہ کے خط کو قبول نہ کرنے اور اپنے بھائی اور سلطان احمد سے جنگ کرنے کی خبر ملی تو مولانا پر اس خبر کے سننے سے غیرت طاری ہوئی۔ اور اس کی ہزیمت کے لئے آپ متوجہ ہوئے اثناءِ مشغولی میں مولانا پر ظاہر ہو گیا کہ حضرت خواجہ کی تیغ باطن نے میرزا سلطان محمود کو مقہور اور مغلوب کر دیا۔ اور شکست دے دی۔ مولانا سے یہ مشاہدہ بے اختیار ظاہر ہو گیا اور رفتہ رفتہ اِس کی خبر حاکم وخش کو جو سلطان محمود کا دوست تھا پہنچی۔ وہ یہ سُنکر مولانا پر بے حد بگڑا۔ اور بے انتہا عتاب کیا۔ اور ایک خط میں مولانا کی شکایت لکھ کر سلطان محمود کے پاس روانہ کی۔ تقدیر سے قاصد کا اس خط کو لیکر پہنچنا۔ اور میرزا سلطان محمود کا شکست کھانا ایک ہی وقت میں واقع ہوا +

کہتے ہیں کہ میرزا سلطان محمود اور میرزا سلطان احمد کی فوجوں میں صبح سے دوپہر تک جنگ ترقی پر رہی۔ اور قریب تھا کہ سلطان محمود کا لشکر غالب ہو جائے اور سلطان احمد کی فوج بہت گھبرائی ہوئی تھی۔ ناگاہ قبچاق کی طرف سے ایک آندھی ہولناک اٹھی اور اُس میں سلطان محمود کا لشکرگاہ اس طرح سے پھنس گیا کہ کسی شخص کو آنکھ کھولنے کی مجال نہ رہی۔ اِس آندھی نے گھوڑوں اور آدمیوں کو اُٹھا کر پھینک دیا۔ اور پیادوں اور سواروں کو زمین پر پٹک دیا خیموں اور سرا پردے اور شامیانوں کو اکھاڑ کر اوپر لے گئی۔ اور زمین پر پھینک دیا۔ الحاصل ایک طوفان عظیم برپا ہوا اور قیامت قایم ہو گئی +

اِس حالت میں سلطان محمود امیروں اور ترکوں کی ایک جماعت کے ساتھ بلند دیوار کے پشتہ کے نیچے ایک بڑے تالاب کے کنارے کھڑا ہوا تھا۔ کہ زمین تڑخی اور اُس کا ایک ٹکڑا بہت بڑا پھٹا اور اس تالاب کا کنارہ ٹوٹ کر گرا جس سے ایک آواز نہایت مہیب پیدا ہوئی۔ اور قریب چار سو سواروں اور گھوڑوں کے جو اُس کی

آڑ میں کھڑے تھے دبکر ہلاک ہوگئے۔ اور ادھر اُس کی آواز کی دہشت سے ترکوں کے گھوڑے بھڑک کر جنگل کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ آراستہ لشکر میں یکبارگی پھوٹ پڑ گئی۔ اور تکریں ہو ہو کر بھاگ نکلے۔ اور خوف اور رعب سلطان محمود اور لشکریوں اور اُس کے تمام وزیروں پر چھا گیا۔ اُس نے معہ تمام اُمرا کے سرنگوں و ذلیل ہو کر گھوڑوں کو دوڑایا۔ اور جتنی جلدی ہو سکا شہر سے بھاگ گیا۔ اور میرزا سلطان احمد کا لشکر اور شہر کے لوگ اُن کے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور تقریباً پانچ کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ اور گھوڑے اور قیدی پکڑ لائے۔ اور بہت کچھ سامانِ غنیمت اور ہتھیار لوٹ لائے۔ اُس وقت حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کلام کا اثر اور حضرت کے چاروں مریدوں کی قوتِ مراقبہ اور مولانا محمد زاہد کے کشف کی سچائی پوری طرح سے ظاہر ہو گئی ❖

حضرت مولانا قدس سرہٗ کی وفات بتاریخ غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ ہجری موضع وخش میں واقع ہوئی۔ وہیں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ جس کی لوگ زیارت کر کے برکت حاصل کرتے ہیں ❖

واضح ہو کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندان کامل و مکمل اور صاحب کمال و تکمیل حد سے زیادہ ہیں جن کا انحصار اور شمار کرنا اس کتاب میں نا ممکن ہے اُن کے مختصر حالات رشحات کی فصل سوم میں مذکور ہیں۔ جس میں حضرت کی اولاد اور اصحاب کاملین کے کرامات اور مقامات کا خود اُن سے مشاہدہ کر کے بیان کیا گیا ہے۔ اور ہر نقل کے دوران میں ناقل کا مجملاً حال بھی ذکر کیا گیا ہے ❖

حضرت مولانا درویش قدس سرہٗ

آپ کو اپنے ماموں مولانا محمد زاہد قدس سرہٗ سے خلافت ہے اس دار فانی سے اُن کے انتقال فرمانے کے بعد آپ اُن کے مستقل نائب ہوئے۔ آپ بڑے پرہیزگار اور متقی تھے۔ اور عزیمت اور احتیاط پر عمل فرماتے تھے۔ اور آپ کی نسبت نہایت صحیح اور محفوظ تھی۔ اور اپنے زمانہ میں مرجع طالبان تھے۔ کرامات ظاہرا اور تصرفات روشن رکھتے تھے۔ اور طریق گمنامی اور حالات کے چھپانے کا بڑا التزام فرماتے تھے۔ اور اسی چھپانے کے لئے بچوں کو قرآن شریف کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

اِس طائفہ عالیہ کے بزرگوں نے علم ظاہری کے پڑھنے پڑھانے کے مشغلہ کو طریقہ تعلیم اطفال کو باطن کی پوشیدگی کے لئے بہترین پردہ قرار دیا ہے۔ آپ اپنی عمر اسی پردہ میں چھپے رہتے تھے۔ کہ کسی کو آپ کے حال اور کمال سے آگاہی نہ ہونے پائے۔

قدسیہ ۔ ایک روز ایک درویش کا جو ترک تھا۔ آپکے شہر میں گزر ہوا اُس نے کہا کہ یہاں سے ایک مردِ خدا کی بُو آتی ہے اور مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا۔

قدسیہ ۔ حضرت مولانا خواجگی امکنگی فرزند عزیز مولانا درویش محمد قدس سرہٗ سے مروی ہے کہ ہمارے والد بزرگوار کی شہرت کا سبب یہ ہوا کہ ایک روز آپکے رُو برُو ایک درویش نے شیخ نورالدین خوافی قدس سرہ کے کمالات کا جو شیخ حاجی مینوشاتی قدس سرہٗ کے اکمل خلیفہ تھے۔ ذکر کیا اُنہوں نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے فرزند یہ شیخ بہت بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ اِن حدود سے گزر ہوگا تو مَیں بھی اِن کی صحبت شریف میں پہنچونگا چنانچہ آپ کے اِس ارشاد سے چند روز کے بعد شیخ نورالدین مذکور کا اطراف امکنہ میں گزر ہوا۔ ہمارے والد علیہ الرحمۃ نے جب شیخ کے آنے کی خبر سُنی۔ تو فرمایا کہ آج دہی اور ملائی زیادہ تیار کرو۔ کل ہم شیخ کی ملاقات کیلئے جائینگے۔ اسیطرح کیا گیا آپ صبح کے وقت اُنہیں کپڑوں کے ساتھ جو آپکے بدن پر تھے، اُٹھے۔ اور اُن تیار کرائی ہوئی چیزوں کو ساتھ لیکر شیخ کی ملاقات کیلئے روانہ ہوئے۔ مَیں بھی اُس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ جب ہم پہنچے۔ تو اُس وقت جناب شیخ ٹوپی اور کرتہ پہنے ہوئے بے تکلف بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے والد ماجد کو دیکھتے ہی وہ اُٹھے اور سخت معانقہ کیا۔ اور بہت دیر تک متغیر رہے۔ پھر اپنی دستار اور عبا طلب کرکے پہنکر اور ادب کے ساتھ دوزانو مراقب ہو کر بیٹھ گئے۔ میرے والد ماجد اُن کے مراقب رہنے تک بیٹھے رہے۔ پھر والد نے جانے کی اجازت چاہی۔ شیخ نے چند قدم تک پہنچا کر والد کو رخصت کیا۔ اس کے بعد شیخ مذکور مراقب رہے۔ اور لوگوں سے پوچھا کہ طالبان طریقت کی اِن بزرگ کے پاس بہت کچھ آمد و رفت ہوا کرتی ہوگی لوگوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شیخ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک مُلّا ہیں۔ اور لڑکوں کو تعلیم قرآن دینے میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ سُنکر شیخ نورالدین مذکور نے فرمایا کہ یہاں کے لوگ عجیب نابینا اور

مردہ دل ہیں۔ ایسے درویش کامل و مکمل سے فائدہ و فیض حاصل نہیں کرتے۔

جب شیخ کا یہ کلام مشہور ہوا تو ہر طرف سے طالبانِ طریقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے اور کمالات کی تحصیل کرنے لگے۔ مگر آپ ہمیشہ اپنی گوشہ نشینی اور پوشیدگی کی لذت کو یاد کیا کرتے تھے۔ اور خلق اللہ کی کثرت آمد و رفت سے دل تنگ ہوتے تھے۔

کرامت۔ بعض معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے کہ شیخ حسین خوارزمی کُبروی قدس سرہٗ اپنے وقت کے مقتدا تھے۔ جہاں کہیں وہ تشریف لیجاتے تھے وہاں کے مشائخین کی اُن کے تصرفات کے سامنے کوئی ہستی نہ رہتی تھی۔ جو درویش اُن سے ملاقات کرتے۔ وہ اُس کی نسبت کو سلب کر لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ مولانا درویش محمد کے شہر میں بھی اُن کا گزر ہوا۔ تو وہاں کے مشائخ اُن کی ملاقات کے لئے گئے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات کے لئے چلنا چاہئے۔ یہ فرما کر مولانا نے شیخ مذکور کی نسبت اپنے باطن میں اندر کے اندر سلب فرمالی۔ اِدھر شیخ حسین قدس سرہٗ اپنے آپ کو نسبت سے خالی پاکر حیران اور پریشان ہوئے۔ اور بے قرار و بے طاقت ہو گئے۔ جب حضرت مولانا شیخ کی ملاقات کیلئے سوار ہوئے تو اُس وقت شیخ نے اپنے باطن میں نسبت کی بُو پائی۔ جس طرح کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی بُو پہنچی تھی۔ جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص مصر سے روانہ ہوا تھا۔ شیخ اونٹ پر بیٹھ کر نسبت کی بُو کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جس قدر شیخ مولانا سے قریب ہوتے جاتے تھے۔ اُسی قدر اپنی گم شدہ نسبت کی بو کو زیادہ پاتے تھے۔ جب اثنائے راہ میں شیخ اور مولانا میں باہم ملاقات ہوئی۔ تو وہ بو بھی وہیں منقطع ہو گئی اور اُسی وقت شیخ نے جانا کہ میری نسبت کو مولانا نے اپنے تصرف سے سلب کر لیا تھا۔ پس شیخ نے نہایت انکسار اور بے حد تواضع کی۔ اور بہت مسکینی اور عاجزی سے کہا کہ مجھ کو یہ علم نہ تھا۔ کہ یہ اقلیم آپ کے زیرِ حکومت ہے۔ اب میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ مولانا کو شیخ کے اس عجز و انکسار اور نیازمندی کے اظہار اور گریہ وزاری پر رحم آگیا اور اُسی وقت شیخ کی سلب شدہ نسبت کو واپس دے دیا۔ چنانچہ شیخ نے اُسی وقت اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا۔ اور اس کو غنیمت سمجھ کر اُسی سواری پر واپس ہوئے اور اپنے قیام گاہ پر پہنچکر اپنے وطن کو واپس ہو گئے۔

حضرت مولانا درویش محمدؒ کی تاریخ وفات ۱۹ محرم الحرام سنہ ۹۷۰ ہجری میں بروز پنجشنبہ ہے۔ مزار شریف قریہ اسفرار میں ہے۔ جو شہر سبز کا مشہور موضع ہے آپ کے مزار شریف کی لوگ زیارت کرتے ہیں۔ اور تبرک حاصل کرتے ہیں ✦

حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ

آپ کا طریقت میں انتساب اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا درویش محمد قدس سرہما سے ہے۔ اُنہیں سے اس رشتہ کے کمالات آپ نے حاصل فرمائے۔ اور مرتبہ تکمیل و ارشاد کو پہنچے۔ اور تیس برس تک اپنے والد کے مسند مشیخت پر جلوہ افروز رہے آنے جانے والے مہمانوں کی خدمت آپ اپنی ذات سے کیا کرتے تھے۔ حالانکہ بڑھاپے کی وجہ سے آپ کے مبارک ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ خود مہمانوں کے پاس دسترخوان بچھاتے تھے اور اکثر ایسا بھی ہوتا کہ مہمانوں کی سواری اور اُن کے گھوڑے اور سامان اور نوکروں چاکروں کی بھی خود ہی خبر گیری فرماتے۔ آپ حضرت خواجہ بہاؤ الدین قدس سرہٗ کے اصل طریقہ کی پابندی کرتے تھے۔ اور اس طریقہ میں نئی پیدا کی ہوئی باتوں سے جیسے کہ صبح کے وقت ذکر جہری کرنا جس طرح کہ وہ بیدیان کیا کرتے تھے آپ اس سے پرہیز کرتے تھے۔ آپ کے وقت میں طالبان طریقت کی بڑی رجوعات آپ ہی کی طرف تھی۔ طالبان طریقت کے گروہ کے گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ اور علما و فضلا اور امرا و فقرا افادہ و فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کی خدمت میں جوق در جوق دوڑے چلے آتے تھے۔ آپ کے خوارق و کرامات آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔ قلوب کے تصفیہ اور بصیرت کے انجلا اور طالبوں کے بطون میں تصرف کرنے میں آپ بڑا کمال رکھتے تھے۔ ظاہر میں بھی شان عظیم اور دولت آپ کو حاصل تھی۔ ملوک اور سلاطین آپ کے آستانہ کی خاک کو سرمۂ چشم بناتے تھے۔ اور آپ کے حکم کے مطیع و فرمانبردار رہتے تھے ✦

کرامت۔ عبداللہ خاں والئے توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ استادہ ہے۔ اور اس میں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں ایک بزرگ بارگاہ کے دروازہ پر عصا لئے ہوئے کھڑے ہیں اور خلائق کے معروضات اور درخواستیں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی حضور میں پہنچا رہے ہیں اور اُن کا جواب

آپ کے پاس سے لا کر دیتے ہیں ✤

چنانچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک تلوار اُن کے ذریعہ سے بھیجی۔ اور اُنہوں نے اُس تلوار کو میری کمر میں باندھ دیا۔ اور میرے حال پر بہت کچھ مہربانی کی اور الطاف فرمائے۔ اس کے بعد بادشاہ کی آنکھ کھُل گئی۔ اور اُس نے اُس بزرگ کے حُلیہ کو ذہن میں محفوظ کر لیا۔ اور اُس بزرگ کی تلاش اور تحقیقات میں مصروف رہا۔ ہر چند کہ اپنے مقربوں اور درباریوں سے اُس بزرگ کا حُلیہ بیان کر کے اُن کی نسبت دریافت کرتا تھا۔ مگر کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز بادشاہ کا ایک مصاحب مولانا خواجگی قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا تھا۔ اُس نے وہاں سے جا کر بادشاہ سے کہا کہ اس حُلیہ کے بزرگ جن کو آپ نے بیان کیا ہے حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ ہیں۔ بادشاہ اِس خبر کو سُنکر بہت خوش ہوا۔ اور آپ کا نام اور مقام اور طرز و اطوار تفصیل کے ساتھ دریافت کئے۔ اُس نے پورے پورے سب باتوں کے جواب دیئے پھر بادشاہ نے حضرت قدس سرہٗ کے ملنے کا ارادہ کیا۔ اور اُس مخزنِ اسرار کے دیدار فیض انوار سے مشرف ہوا۔ تو دیکھا کہ آپ کا حُلیہ بعینہٖ وُہی ہے۔ جو خواب میں دیکھا تھا۔ بادشاہ نہایت تواضع اور نیازمندی بجالایا۔ اور نذرانہ قبول کرنے کیلئے التماس کیا۔ مولانا نے نذرانہ قبول نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ فقر کی حلاوت نامرادی اور قناعت میں ہے۔ بادشاہ نے کہا کہ بموجب مضمون آیہ شریفہ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ اُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡکُمۡ اطاعت کرو اللہ کی اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اور حاکموں کی۔ عمل فرمایئے اور جو کچھ میں حضرت کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اُس کو قبول کیجئے۔ یہ سُنکر آپ نے اُن تحفوں اور نذور کو مجبوراً قبول فرمایا۔ اِس کے بعد خانِ مذکور روزانہ صبح کے وقت نہایت نیازمندی اور انکساری کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا ✤

کرامت ۔ سُنا گیا ہے کہ پیر محمد خاں نے پچاس ہزار سواروں کے ساتھ باقی محمد خاں پر جس کے پاس کل چودہ ہزار پیادے اور سوار تھے۔ حملہ کیا باقی محمد خاں نے حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ سے امداد کے لئے عرض کیا۔ آپ خود پیر محمد خاں کے پاس تشریف لیگئے اور اُس کو نصیحت فرمائی کہ تو اِس ارادے سے باز آ۔ مسلمانوں کو آپس میں

جنگ کرنا ناجائز ہے۔ چونکہ فوج اور خزانہ کا اُس کے دماغ میں غرور بھرا ہؤا تھا۔ اُس نے حضرت کے ارشاد کو قبول نہ کیا۔ آپ خشم آلود ہو کر واپس آ گئے۔ اور باقی محمد خاں سے فرمایا کہ اے فرزند فوج کی کمی کا کوئی خیال نہ کرو۔ اور شیر دلیر کی طرح دشمن پر حملہ کرو۔ ملک ماوراء النہر کی سلطنت تجھ کو مبارک ہو۔ یہ فرما کر دستِ شفقت اُس کی پشت پر رکھا۔ اور اپنے قرص مبارک کو اس کی کمر میں باندھ دیا۔ باقی محمد خاں آپ سے عالیکر روانہ ہؤا اور جناب مولانا اُس کے جاتے ہی درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور شہر کے کنارہ ایک پُرانی مسجد میں قبلہ رُو مراقب اور متوجہ ہو کر بیٹھے۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد سر اُٹھا کر پُوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اس اثنا میں یہ خبر آئی کہ باقی محمد خاں نے فتح پائی۔ اور پیر محمد خاں مارا گیا۔ اُس وقت جناب مولانا مراقبہ سے اُٹھے اور اپنے قیام گاہ کو تشریف لائے +

کرامت۔ ایک درویش مولانا کے مریدوں سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات حضرت مولانا کہیں تشریف لیجا رہے تھے۔ اور میں بہت سے خادموں کے ساتھ حضرت قدس سرہٗ کے ہمرکاب تھا۔ میرے پاؤں ننگے تھے اتفاقاً میرے پاؤں میں ایک کانٹا چُبھا۔ جس کی تکلیف سے مَیں بیقرار ہو گیا۔ اور مجھ کو خیال آیا کہ اگر حضرت مجھ کو جُوتا عنایت فرماتے تو کیا اچھا ہوتا۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ اس خیال سے آگاہ ہو گئے اور فرمایا کہ اے برادر جب تک پیر میں کانٹا نہیں چُبھتا ہے پھُول ہاتھ نہیں آتا ہے +

کرامت۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے بڑے بڑے مریدوں سے سُنا گیا ہے کہ تین طالب علم جیسے کہ اُن کی عادت ہوتی ہے مختلف ارادوں کے ساتھ حضرت مولانا کی خدمت میں آئے۔ ایک نے نیت کی کہ اگر فلاں قسم کا کھانا کھلائیں تو بیشک آپ صاحبِ کرامت ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ مجھ کو عطا کریں تو آپ صاحبِ عظمت ہیں۔ تیسرے نے کہا کہ اگر فلاں حسین لڑکے کو مجلس میں حاضر کریں تو صاحبِ خوارق ہیں۔ مولانا نے پہلے دو طالب علموں کو اُن کے خیال کے مطابق کھانا اور میوہ عطا کیا۔ اور تیسرے سے کہا کہ درویشوں نے جو کچھ کمالات اور حالات حاصل کئے ہیں وہ صاحبِ شریعت علیہ السلام کی اتباع سے کئے ہیں۔ لہٰذا درویشوں سے کوئی کام خلافِ شریعت صادر نہیں ہو سکتا۔ اِس کے بعد تینوں طالب علموں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اَمرِ مباح کی

نیت سے بھی اس جماعت کے پاس نہیں آنا چاہئے۔ بسا اوقات درویش ان کاموں کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔ اور آنے والے آدمی اعتقاد سے برگشتہ ہو جاتے ہیں اور فقراء کی صحبت کے برکات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ جماعت فقراء کے نزدیک کرامتوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ اس قوم کے پاس محض للہیت کی نیت سے آنا چاہئے تاکہ اُن سے فیض باطنی کا کچھ حصہ مل سکے۔

کرامت۔ جناب مولانا قدس سرہٗ نے اپنی وفات سے کچھ دن پہلے ایک خط ہمارے حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو جو حضرت مولانا کے خلیفۂ اکمل تھے۔ لکھا تھا۔ جس میں آپ نے بعد اظہار اشفاق و اشتیاق یہ دو شعر لکھے تھے ؎

زجاں تا زماں مرگ یاد آمدم　　　ندانم کنوں تا چہ پیش آمدم
جدائی مبادا مرا از خدائی　　　دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

ترجمہ۔ مجھ کو ہر گھڑی موت یاد آتی ہے نہیں معلوم کہ اب کیا بات پیش آئے۔ مجھ کو ہر گز وصل خدا سے ہے۔ اور جو کچھ پیش آنا ہے پیش آئے۔

اس خط کے پہنچنے کے بعد ہی حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ کی وفات کی خبر حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو پہنچی۔

آپ کی عمر نوّے سال کی تھی کہ ۱۰۰۸ھ ہجری میں رحلت فرما ہوئے۔ آپ کا مولد و مرقد قریۂ امکنہ ہے جو اطراف سمرقند میں ایک گاؤں ہے۔ آپ کے مزار مبارک کی زیارت کی جاتی ہے۔ اور اُس سے فیض حاصل کیا جاتا ہے۔

حضرت سید رضی الدین معروف خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ
کے حالات

اس طریقہ شریفہ میں آپ کا انتساب حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ سے ہے آپ کی تربیت روحانیت حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ سے ہوئی۔

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بزرگ کی کتاب کا ہم مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ ہم پر ایک تجلی کی گئی۔ اور ہم کو ہم سے بھلا دیا گیا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ بہاؤ الحق والدین کی روحانیت متبرکہ کی کشش ذکر کی تلقین اور القاء جذبات سے ہم کو نوازتی

رہی۔ پس ہم نے ہمت کی آستین کو ہر طرف سے چھڑا لیا۔ اور طلب کا دامن جھٹکر اہل اللہ کی تلاش میں مصروف ہو گئے۔ اور بزرگانِ طریقت کی تلاش شروع کی ؛

نیز آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہٗ کی رُوح مبارک سے بھی ہوئی ہے ؛

قدسیہ۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے شیر مادر تک سے بھی مجھ سے دریغ نہیں فرمایا ؛

ہمارے حضرت اِمامِ ربّانی قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ اس زمانہ میں قائم مقام اکابر اولیا کے اور سجادہ نشین بزرگانِ نقشبندیہ کے اَلْوَاصِلُ اِلٰی نِہَایَۃِ النِّھَایَۃِ اَلْبَالِغُ اِلٰی اَقْصٰی دَرَجَاتِ الْوِلَایَۃِ قُطْبُ دَائِرَۃِ دَارِ الْخَلَائِقِ۔ اَلْکَاشِفُ اَسْرَارِ اَھْلِ الْحَقَائِقِ۔ اَلْفَرْدُ الْکَامِلُ فِی الْمَحَبَّۃِ الذَّاتِیَّۃِ اَلْمُحَقِّقُ الْجَامِعُ لِکَمَالَاتِ الْمُحَمَّدِیَّۃِ مُسْتَنَدِ اَھْلِ الْاِرْشَادِ وَالْھِدَایَۃِ۔ زُبْدَۃُ الْعَارِفِیْنَ۔ قُدْوَۃُ الْمُحَقِّقِیْنَ نہایت النہایت یعنی ابتدائی مقامات معرفت تک واصل اور آخری مراتبِ ولایت تک فائض دائرہ دار الخلائق کے قطب، اسرارِ اہلِ حقائق کے کاشف، محبتِ ذاتیہ میں فردِ کامل، کمالاتِ محمدیہ کے محقق جامع اصحاب ارشاد وہدایت کے شیخ مستند طریق اندراج النہایۃ فی البدایۃ کے مرشد۔ عارفوں کا خلاصہ محققین کے بزرگ

مثنوی

شرح او حیف است با اہلِ جہاں	ہمچو رازِ عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصفِ او تا رہ برند	پیش ازاں کز فوتِ او حسرت خورند

(ترجمہ) آپ کے اوصاف کی تفصیل مخلوق پر ظاہر کرنے کے بجائے رازِ عشق کے مانند اُس کا مخفی رکھنا بہتر ہے۔ مگر میں آپ کے حالات مخلوق کی رہنمائی کے لئے کچھ بیان کرتا ہوں۔ تاکہ اُن کو حسرت باقی نہ رہ جائے ؛

ہمارے شیخ اور امام ہمارے جائے پناہ اور قبلہ حقائق کے واضح عارف اکمل شیخ محمد باقی اللہ تعالےٰ آپ کو باقی اور سلامت رکھے ؛

آپ ابتداءِ حال میں تعلیم پانے سے پہلے بغیر اس کے کہ کسی شیخ ظاہر کے حضور میں حاضر ہوں۔ اوّل خواجگان قدس اللہ اسرارہم کی ملاقات سے مشرف ہوئے

اور اُن کے مقام جذبہ تک پہنچے۔ اور اُس میں استہلاک اور اضمحلال یعنی فناء تام حاصل کی۔ اور ایک قسم کی بقا اور شہود اور کثرت میں وحدت پیدا کی۔ آپ کا باطنی نور نہایت النہایہ میں جس سے مقامِ قطبیت متعلق ہے۔ پُر اور منوّر ہوا۔ چنانچہ اسی نور سے بعد اجازت شیخ ظاہر شہود وحدت وکثرت کے ساتھ آپ سلوک کے طالبوں کو ارشاد وہدایت فرماتے تھے۔ آپ نے مقامِ ارشاد اور تکمیل میں ایک شانِ عظیم پیدا کی ہے۔ آپ کی ایک صحبت میں طالبوں کو اتنے فوائد حاصل ہوئے تھے جو سالہا سال کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی کسی کو نہ حاصل ہو سکتے۔ اس کے ساتھ ہی آپ نے مقامِ دوازدہ اقطاب سے پورا حصہ حاصل فرمایا تھا۔

نیز بطریقہ خاص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ متوجہ مقامات فوق ہوئے۔ اور اُس سلوک فوقانی کو حاصل کر کے عام کر دیا۔ اور آپ اس راستے اس اسم الٰہی کی طرف متوجہ ہوئے اور اُس اسم الٰہی تک پہنچکر درجات تقویٰ اور شہادت اور صدیقیت میں ترقی کر کے اسی راستہ سے غیب ذات تک واصل ہو گئے۔ اور نقشہ نہایت النہایت میں پہنچکر مستہلک ہو کر سعادت عظمےٰ سے مشرف ہوئے۔

حضرت کے والد بزرگوار کا نام نامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندہ قریشی ہے جو کہ عالم باعمل صاحبِ جذب وحال تھے اور کابل میں آکر شادی کی تھی۔ اور حضرت خواجہ کابل ہی میں پیدا ہوئے۔ اور حضرت خواجہ اپنے نانے صاحب کی طرف سے حضرت شیخ عمر یاغستانی تک جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے نانا تھے پہنچے ہیں اور جناب خواجہ کی نانی صاحبہ خاندانِ سادات سے تھیں۔ آپ پر زمانہ طفولیت ہی سے تجرید تفرید اور شوق وخلوت کے آثار غالب تھے۔ اور آپ اس طریقہ عزیزان نقشبندیہ کے مطابق مغلوب الحال تھے۔ چنانچہ آپ ہمیشہ گوشۂ خلوت میں صحبت خلق سے علیحدہ سر بزانو مراقب ہو کر تمام دن متوجہ الی اللہ رہتے تھے۔ اور سارا سارا دن اسی عالم مدہوشی میں گذار دیتے تھے۔ اور ہوش میں نہ آتے تھے۔ اور جب آپ عالم شباب کو پہنچے تو حصولِ علم کیطرف متوجہ ہوئے۔ اور مولانا صادق حلوائی علیہ الرحمۃ سے جو اکابر علما سے تھے تلمذ اختیار کیا۔ اور ان کے ساتھ کابل سے ماوراء النہر تشریف لیگئے۔ تھوڑی مدت میں علو فطرت کی وجہ سے آپکے ہمعصر لوگوں میں آپ کو پورا امتیاز حاصل ہو گیا۔ اور فضائل علمی کے پورے مراتب کی تکمیل ہو گئی۔

آپ کی علمیت کی حالت یہ تھی کہ آپ کے احباب مشکل سے مشکل کتاب اور دقیق سے دقیق سبق کو جو کسی فن کا ہوتا۔ آپ کے پاس لاتے اور آپ سے اس کے اشکال کا حل کرتے۔ تو آپ فوراً وضاحت کے ساتھ اُس کو سمجھا دیتے۔ علوم متعارفہ کی تحصیل سے فراغت پانے کے بعد سلوک راہ کی ابتدا فرمائی ❖

زمانہ طالب علمی میں بھی آپ اولیائے وقت کی صحبت میں حاضر ہو کر اُن سے اکتساب کمالاتِ باطنی فرماتے تھے۔ اُسی زمانہ میں اتفاق سے ہندوستان میں آپ کا گذر ہوا۔ راہِ حق کی طلب میں سالکوں اور مجذوبوں کی اس درجہ کوشش فرماتے تھے کہ جس کی قوّتِ بشری متحمّل نہیں ہو سکتی۔ شہر لاہور میں برسات کے موسم میں دلدل کا راستہ چلنا بہت مشکل ہے۔ مگر آپ باوجود نزاکت بدنی کے صاحبدلوں کی تلاش میں مسافت قطع فرماتے رہتے تھے۔ اور بیابانوں اور قبرستانوں اور ویرانوں اور باغوں میں خدائے تعالیٰ اور اُس کے دوستوں کی طلب میں پھرا کرتے تھے۔ آپ نے بہت سے پاک دل والوں سے ملاقات کی اور اُن سے کمالات کا کسب فرمایا۔ سفر ماوراءالنہر اور بلخ و بدخشان میں اس سلسلہ کے بزرگ اور دوسرے سلسلوں کے اولیاء اللہ کی آپ نے ملاقات فرمائی۔ اور اُن کے فوائد و برکات سے مستفید ہوئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہم نے اتنی ریاضتیں جس قدر کہ اور اولیاء اللہ نے کی ہیں نہیں کیں۔ لیکن وہ انتظار اور بیقراری اور بے تابی برداشت کی ہے۔ جو بہت سی ریاضتوں اور سختیوں پر شامل تھی۔ اُس زمانہ میں ہماری والدہ ماجدہ ہماری دِنوں کی بیقراری اور راتوں کی بیداری کی کثرت اور ہماری ناتوانی و کمزوری کے غلبہ کو دیکھ کر بہت شکستہ دل اور رنجیدہ ہوتی تھیں۔ اور نہایت گریہ و زاری کے ساتھ از روئے عجز و نیاز بارگاہ بے نیاز میں عرض کرتی تھیں کہ خداوندا میرے فرزند کی مراد کو جس نے تیری طلب میں سب سے اپنا تعلق منقطع کر لیا ہے۔ اور لذاتِ جوانی سے ہاتھ دھو لئے ہیں۔ پورا کر دے۔ اور نہیں تو مجھ کو زندہ مت رکھ۔ کیونکہ میں اسکی اس ناکامی اور بے آرامی کے دیکھنے کی برداشت نہیں کر سکتی ہوں۔ اکثر اوقات رات اور سحر کے درمیان آپ ایسی ہی دعائیں بارگاہِ قاضی الحاجات میں کیا کرتی تھیں۔ پس آپ کی اس دعا اور مناجات سے یہ مراتب مجھ کو نصیب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو

ہماری طرف سے بہتر جزائے عطا فرمائے، آپکا ارشاد پاک یہاں تک ختم ہوا۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ اُسی بشارت سے جو حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلق فرمائی تھی کہ "میرا یہ لڑکا سردار ہے"۔ مشرف ہوئے ہیں۔ اور حضرت امام علیہ السلام کے ساتھ اسی نقطہ میں اسی مناسبت کی وجہ سے استہلاک رکھتے ہیں۔ اور اُس نقطہ میں ایک قسم کی بقا جو قطب مدار کی ماہیت کی بقا ہے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ بھی اسی قسم کی بقا اس مقام میں رکھتے ہیں۔ آپ نے بھی پیدا کی ہے۔ جس راستہ سے کہ حضرت خواجہ غیب ذات تک گئے ہیں اِس راستہ سے بہت کم اولیاء اللہ واصل ہوئے ہیں۔ اصل اس مطلب عالی تک پہنچنا بعض اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔ خصوصاً جب تک کہ محبوب نہ ہو اس راستہ سے غیب تک نہیں جا سکتا۔ یا محبوب کامل و مکمل نے اُس میں تصرف کیا ہو۔ تو وہ بھی واصل ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے اس راستہ سے چلنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں افراد کے راستہ سے اس مرتبہ عالی تک واصل ہوتے ہیں۔ یا غیب کے راستے سے مگر راہ سلوک سے توجہات کرکے اپنی کوشش سے اس مقام تک پہنچنا بہت دشوار ہے۔ بلکہ محال معلوم ہوتا ہے۔ مگر محبوب اطراد کے لئے وصول ہے۔ کیونکہ جذبات کی کششیں اس کو کھینچکر اُس کے مقصد تک پہنچاتے ہیں (۶)

طُوبیٰ لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھَا

ترجمہ ۶- مبارک ہو نصیبہ والوں کو اُن کی نعمتیں فقط

جس سفر میں کہ آپ نے مولانا کہ نثیر غانی سے ملاقات فرمائی۔ اور وہاں سے سمرقند کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو واقعہ میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا۔ کہ مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کے پاس جاؤ اور خود حضرت مولانا امکنگی بھی ایک واقعہ میں آپ پر ظاہر ہوئے۔ اور فرمایا کہ اے فرزند ہماری آنکھیں تمہاری انتظار میں لگی ہوئی ہیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اُس وقت یہ شعر فرمایا ؎

من گذشتم زغم آسودہ کہ ناگاہ زکمیں عالم آشوب نگاہے سراہم بگرفت

ترجمہ) میں غم کی انتہا کو پہنچگیا تھا۔ کہ معشوق نے چھپ کر مجھ پر نظر کی۔ اور میں راہ میں بیٹھ گیا۔

فقیر مؤلف نے حضرت خواجہ محمد صدیق بدخشی قدس سرہ سے سُنا ہے کہ حضرت خواجہ کو دو مشکل مسئلے اِس راستہ کے پیش آئے تھے۔ جو کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو آپ نے واقعہ میں فرماتے ہوئے دیکھا کہ جو شخص اِن دو مسئلوں کو حل کر دیگا۔ وہی تمہارا پیر ظاہری ہے۔ اِس بنا پر آپ جس بزرگ کی خبر سنتے اُس کی ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ اکثر مشائخین ہندوستان سے اسی وجہ سے ملاقات ہوئی۔ لیکن اس اشکال کا حل کسی ارباب کمال سے نہ ہو سکا۔ اِس لئے آپ بلخ اور بخارا کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں تمام بزرگوں سے ملاقات فرمائی۔ جب مولانا کشیر غانی سے حضرت قدس سرہٗ کی ملاقات ہوئی تو مولانا سے دونوں مسئلوں کو دریافت فرمایا۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ دونو باتیں انتہا میں حاصل ہوتی ہیں۔ اور اُن کے جواب میں آپ نے کچھ لب کشائی نہ فرمائی۔ آخر کار مولانا خواجگی امکنگی کی خدمت میں جب آپ پہنچے۔ تو انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی فرمایا کہ آؤ بیعت کریں! اور اُن دونو مسائل کو بغیر آپ کی استدعا کے انہوں نے حل کر دیا۔ حضرت خواجہ نے طلب خداوندی جل شانہٗ میں اپنی سیاحت کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔ کہ آپ نے بیعت توبہ حضرت خواجہ عُبید قدس سرہٗ سے کی۔ لیکن رجوع کا خیال اور شرک کا عزم باطن میں مخفی تھا۔ آپ مولانا لطف اللہ کے خلیفہ تھے اور وہ مولانا خواجگی وہبیدی کے خلیفہ تھے۔ چونکہ استقامت کی توفیق پیدا نہیں ہوئی اِس لئے دوبارہ حضرت بندگان افتخار شیخ قدس سرہٗ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت شیخ مذکور سمرقند میں تشریف فرما تھے اور خانوادۂ حضرت خواجہ احمد یسوی قدس سرہٗ کے اکابر سے تھے۔ اگرچہ حضرت توبہ کی اجازت نہیں دے رہے تھے! اور فرمایا کہ تم ابھی جوان ہو لیکن چونکہ فقیر کا ارادہ یقینی تھا اس لئے حضرت نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ خدا استقامت دے اس بزرگوار کے ارشاد کے مطابق یہ عزیمت پھر فسخ ہو گئی! اور عجیب غریب خرابیاں پیدا ہوئیں۔ سہ بارہ پھر بلا فقیر کے ارادہ اور اختیار کے بندگی حضرت امیر عبداللہ بلخی قدس سرہٗ کے ہاتھ پر توبہ کی۔ تجدید ظاہر ہوئی۔ اور اس مرتبہ کی توبہ جو مصافحہ کے ساتھ بھی بامعنی نصیب ہوئی اُمید کہ اس کے برکات قیامت تک باقی رہینگے۔ القصہ کچھ مدت تک یہ توبہ گذشتہ کے حدود میں رہی۔ مگر اس پر بھی اسم المضل کی تاثیر غالب آ گئی۔ آخر کار ہدایت صمدیت سے حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤ الحق والدین قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں صورت توبہ

منعقد ہوئی۔ اور طریقۂ اولیا میں داخلی ظہور میں آئی۔ بمصداق اس کے کہ اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ ڈوبتے والا تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہے۔ میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا۔ آخر کار بعض مخدوموں نے فرمایا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو ذکر متصل ہو کر پہنچتا ہے۔ وہ نتیجہ مند ہوتا ہے۔ اس کی طلب تھی۔ اسی مخدوم سے ذکر اور مراقبہ کا طریقہ اخذ کیا۔ اور تقریباً دو سال تک اس مخدوم کے سلسلہ کا ذکر اور مراقبہ اور اوراد کی پابندی کی گئی۔ ہم نے سُنا تھا کہ جب تک سالک چالیس برس تک میدان لَا اِلٰہَ کو قطع نہ کرے منزل اِلَّا اللہ تک نہ پہنچ سکیگا۔ ہماری سادہ لوحی یہی خیال دلاتی تھی کہ ذکر الٰہی میں عمر گذرنے کو غنیمت سمجھنا۔ اور اسی عبادت پر قناعت کرنا چاہئیے۔ اگرچہ اس زمانہ میں وہ کے سلوک طے کرنے کے لئے اشارات غیبیہ ظاہر ہوتے تھے۔ اور مضبوط قدم کو جگہ سے اکھیڑ دیتے تھے۔ لیکن سلسلہ نقشبندیہ کے بزرگواروں کے دستِ کرم سے زمین میں تخم وَفِیْہَا مَا تَشْتَھِیْہِ الْاَنْفُسُ پیدا ہوتا رہا۔ انشاءاللہ تعالیٰ آخر کا دستِ کرم اس تخم کو نہرِ مَا لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ سے سیراب کریگا۔ اس اثناء میں کشمیر کا سفر ہوا اور حضرت بابا لالی قدس سرہٗ کی صحبت حاصل ہوئی۔ اُن کی نظر کی برکت سے کامیابی حاصل ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ اُن مقدس نظروں کی برکت سے فتح باب میسر ہوا چونکہ حضرت شیخ بابا لالی قدس سرہٗ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے خلفا میں سے تھے سالک کی استعداد کی بموجب فیضان الٰہی اِن بزرگوں کے سلسلہ سے پہنچنا شروع ہوا حضرت شیخ کی رحلت کے بعد وہی فیضان ارواح پاک حضرات خواجگان نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کا جاری رہا اور خوابوں میں یہ بزرگ آتے رہے اور ہدائتیں فرماتے رہے۔ ان کی ان توجہات سے نسبت میں قوت پیدا ہو گئی۔ اور دائرہ غیب ہویت مستحکم ہوا اور راستہ روشن اور صاف ہو گیا۔ ایک قسم کی جمعیت حاصل ہوئی۔ یہاں تک کہ حضرات خواجگان کی عنایت کی کشش نے پھر مجھ کو حقائق پناہ ارشاد دستگاہ حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہٗ کی خدمت میں کھینچا اور دوبارہ بڑی خواہش اور رغبت سے آپ سے بیعت کی۔ اور آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر مصافحہ کیا۔ اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا طریقہ حاصل کیا۔ اور آپ کی نیازمندی اور ارواح طیبہ حضرت خواجہ خواجگان

خواجہ نقشبند اور آپ کے خلفاء کی طفیل سے یہ فقیر اس سلسلہ عالیہ کے درویشوں میں سے ہوا ✦

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی اے خدا مجھ کو مسکین بنا کر زندہ رکھ اور مسکین بنا کر مار اور جماعتِ مساکین کے ساتھ میرا حشر کر اور سلام اُس شخص پر ہو۔ جس نے ہدایت کی پیروی کی، آپ کے ارشادات ختم ہوئے ✦

قدسیہ۔ بعض اصحاب حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے سُنا گیا ہے کہ جس زمانہ میں حضرت خواجہ نے ملازمتِ مولانا خواجگی قدس سرہٗ کا ارادہ کیا اور اکنہ ایک منزل کے فاصلہ پر رہ گیا۔ تو حضرت مولانا پر مکشوف ہوا کہ خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ ہمارے پاس آرہے ہیں۔ آپ اُن کے استقبال کے لئے نکلے۔ اثناء راہ میں ملاقات ہوئی مولانا نے آپ پر بہت شفقت اور مہربانیاں فرمائیں۔ اور آپ کو اپنے قیام گاہ پر لے گئے اور اپنے مریدوں سے فرمایا کہ خواجہ کے لئے جاڑے کا انتظام کرو۔ آپ نے عرض کیا کہ میں جاڑے کا انتظام اپنے ساتھ رکھتا ہوں حضرت مولانا نے فرمایا کہ ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں کہ تم ہر چیز رکھتے ہو۔ چراغ مہیا کر کے اور روغن فتیلہ تیار کر کے لائے ہو بلکہ روشن کر کے۔ حضرت نے آپ کو تین رات دن تک اپنے پاس رکھا۔ اور اس مدت میں آپ بالکل خلوت میں مشغول رہے۔ جو احوال اور مقامات کہ حضرت خواجہ کو حاصل تھے اُن کو آپ نے سُنا اور بہت پسند فرمایا اور دوسرے فوائد سے نوازش کی اِس کے بعد خلافت سے مشرف کیا۔ اور ہندوستان جانے کی اجازت فرمائی۔ حضرت نے انکسار اور تواضع سے عذر کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ استخارہ کرو۔ استخارہ میں بھی اہل ہند کی ہدایت اور ارشاد کی آپ کو بشارت ملی ✦

کہتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ کے بعض اصحابِ قدیم کو جب اس کی خبر ملی کہ حضرت خواجہ کو دو تین دن کی مدت میں خلافت فیکر ملکِ ہندوستان کی اجازت عطا فرمائی گئی ہے۔ تو غیرت سے جلنے لگے۔ حضرت مولانا کو جب اس کی خبر ملی تو فرمایا کہ اے دوستو تم نہیں جانتے ہو کہ یہ جوان کام پورا کر کے ہمارے پاس بھیجا گیا ہے۔ اُس نے ہمارے پاس صرف اپنے حالات کی تصحیح کی ہے۔ پس جو شخص ایسا تیار ہو کر آئیگا

وہ اسی طرح جلدی سے رخصت کیا جائیگا۔ اُس سے ملک ہندوستان میں پوری رونق ظاہر ہوگی۔ اور بلند ہمت طالب اس کی مبارک تربیت سے مرتبہ کمال اور تکمیل کو پہنچینگے ؎

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند زیں قندِ فارسی کہ بہ بنگالہ مے رود

القصہ جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ جناب مولانا سے رخصت ہوکر پہلی منزل پر اُترے تو حضرت مولانا آپکی تلاش میں اُس منزل پر تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ سے وعدہ کرو کہ اگر قیامت کے دن تم کو درجۂ قرب عطا کریں تو تم میری شفاعت کرنا حضرت خواجہ نے تواضع کرکے عرض کیا کہ یہ خواہش تو اس فقیر کی ہے حضرت نے فرمایا کہ اچھا دونو طرف سے یہی معاہدہ ہوجانا چاہیئے۔ چنانچہ طرفین سے یہ وعدہ قرار پاگیا۔ پھر آپ نے حضرت خواجہ کو رخصت کیا۔ اور خود امکنہ واپس تشریف لے آئے ۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ ہندوستان آئے۔ ایک سال تک لاہور میں مقیم رہے۔ اکثر علما اور فضلا آنجناب کے معتقد اور اس طائفہ عالیہ کے کمالات سے بہرہ ور ہوئے اِس کے بعد اس طریقہ عالیہ کے بزرگوں کی بشارت کے موافق دہلی شریف میں (اللہ تعالٰے اُس کو آفتوں سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ یہ مقام مجمع مزاراتِ بابرکات اولیاء اللہ ہے) تشریف فرما ہوئے۔ اور قلعہ فیروزی میں جو کنارۂ دریائے جمنا کے واقع ہے مقیم ہوئے۔ اور پنج وقتہ نماز کے لئے مسجد فیروزی میں تشریف لاتے تھے۔ اس زمانہ میں اکثر اوقات نماز عشا کے بعد آپ مراقب ہوتے۔ اور ایک ہی مراقبہ میں صبح کر دیتے تھے۔ نماز پنجوقتہ سے فراغت پانے کے بعد جب آپ جائے قیام پر تشریف لاتے تو اپنے مکان کے دروازہ پر تھوڑی دیر ٹھیر جاتے تھے۔ اور تمام اصحاب آپکے دست بستہ سر جھکائے ہوئے حلقہ کرکے نہایت ادب اور تواضع کے ساتھ آپ کے حضور میں کھڑے رہتے۔ اور کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی کہ آپ کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھے اور آنجناب بھی کسی کی طرف نظر نہ کرتے۔ اور سر براقبہ یا نظر بر قدم کھڑے رہتے تھے۔ اگر اتفاقاً آپ کی نظر کسی پر یا کسی کی نظر آپ پر پڑ جاتی تو وہ فوراً بے ہوش اور بے خبر ہوجاتے اور بے اختیار نعرے مارتے تھے۔ اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگتے تھے۔ ایک شور شہر میں برپا ہو جاتا تھا۔ چنانچہ دہلی کے بازاری اس شور کو سنکر تماشا دیکھنے کیلئے

آجاتے تھے۔ اور تماشائی بھی صوفیوں کی طرح بے اختیار ہو کر زمین پر تڑپنے لگتے تھے آپ کی شہرت تمام شہروں میں پھیلی اور جہاں جہاں طالبانِ صادق تھے وہ اس آفتاب عالمتاب کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ دہلی اور اطراف و اکناف کے مشائخ وقت باوجود خلافت اور مشیخت اور سجادہ نشینی کے جاہ و حشمت کو ترک کر کے نیازمندی کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے اور اُس آستان عرش نشان کی خاک کو سرمۂ بصر بنانے لگے۔

آنجناب کا طریقہ شریفہ گمنامی اور گوشہ نشینی اور ستر احوال اور انکساری اور قصورِ دید کا تھا۔ ضرورت کے سوا آپ گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ اور باوجود اس کے آنے جانے والوں کے ساتھ نہایت اخلاق سے ملاقات فرماتے تھے۔ اور مسلمانوں کی حاجتیں پوری کرنے میں سعی اور سادات اور علما کی تعظیم و تکریم میں نہایت کوشش فرماتے تھے۔ اگر کوئی طالب طلبِ حق سُبحانہٗ میں آنجناب کی خدمت میں آتا تو عذر فرماتے اور اپنے کو انکسار سے اس کام کے لائق نہ ہونا ظاہر کرتے تھے۔ طالبانِ صادق آپ کے اس انکار کو کسرِ نفسی پر محمول کر کے آپ کی علوِ منزلت اور بلندیٔ مرتبہ کی دلیل سمجھتے تھے۔ آپ جب طالبوں کے طلب کی مضبوطی کو دیکھتے تو ان کو اپنے آغوشِ عنایت اور سایۂ تربیت میں لے لیتے۔ اور جس کو آپ قبول فرماتے پہلے اُس کو توبہ کیلئے حکم دیتے اگر اس کے عشق اور محبت میں زیادتی پاتے تو اُس کو اپنی صورت کو دل میں بطور رابطہ اور نگہداشت رکھنے کے لئے ارشاد فرماتے۔ اور اس راستہ کی بہت سی کشائشیں اس پر کھول دیتے۔ اکثر طالبوں کو آپ ذکرِ قلبی بتلاتے تھے۔ بعضوں کو ذکر لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ اور بعضوں کو اسم اَللّٰہ کا ذکر جاری کراتے تھے۔ بہت سے طالب صرف آپ کے دیدار سے آپ کی نسبت حاصل کر لیتے تھے۔ اور جس پر آپ اپنی ہمت اور توجہ منعطف فرماتے اُسی وقت اُس کا قلب ذکر الٰہی سے معمور ہو جاتا تھا۔ اور بعضوں کو اُسی وقت عالمِ مثال یا عالمِ ارواح یا عالمِ معانی منکشف ہو جاتا تھا۔ اور یہ حال مدتوں تک قائم رہتا تھا۔ بعض لوگ آپ کی توجہ کے وقت مرغِ بسمل کی طرح تڑپنے لگتے تھے۔ اور بعض بے خود ہو جاتے تھے۔ اور پھر آپ کی توجہ سے ہوش اور افاقہ میں آتے تھے۔ یہ مقولہ کہ "شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے"، گویا آپ کی شان پاک میں

واقع ہوا تھا۔ آپ کی یہ عنائتیں عام طور سے ہوتی تھیں ؛

آپ کی مہربانی عام مخلوق پر اس طرح تھی کہ ایک دفعہ لاہور میں قحط ہوا آپ اُس زمانہ میں وہاں مقیم تھے۔ چند روز تک آپ نے کچھ نہیں کھایا۔ جب آپ کے پاس کھانا لاتے تو آپ فرماتے کہ یہ بات انصاف سے دُور ہے کہ لوگ گلی کوچوں میں بھوک سے جان دیں اور ہم کھانا کھائیں۔ پس جو کچھ کھانا ہوتا تھا وہ سب آپ بھوکوں کو بھیجدیتے اور خود قوتِ روحانی پر بموجب حدیث شریف اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ اَکُلُ وَ اَشْرَبُ میں اپنے خدا کے پاس رات کو رہتا ہوں وہیں کھاتا پیتا ہوں، بسر فرماتے تھے ؛

جب آپ لاہور سے دہلی روانہ ہوئے تو راستہ میں ایک عاجز و درماندہ شخص پر آپ کی نظر پڑی۔ آپ گھوڑے سے اُتر پڑے اور گھوڑا اُس کو سوار ہونے کے لئے دیدیا۔ اور خود پیدل منزلیں طے کیں۔ تمام راستے آپ نے چادر اوڑھ لی۔ تاکہ کوئی شخص آپکے اس کارِ خیر سے واقف نہ ہو۔ جب منزل کے قریب پہنچ گئے۔ تو پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ تاکہ یہ کارِ ثواب پردۂ خفا میں رہے ؛

اسی طرح جانوروں پر بھی آپ کی شفقت رہتی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ موسم سرما میں نماز تہجد کے لئے اُٹھے تھے۔ ایک بلی آکر آپکے لحاف میں سو گئی۔ آپ صبح تک جاڑے کی سخت تکلیف برداشت کرتے رہے۔ اور اُس بلی کو بیدار کرنے پر راضی نہ ہوئے ؛

اگر آپ کسی سے کوئی خلافِ شریعت کام دیکھتے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صراحت اور سختی سے نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ نسبتاً یا کنایۃً یا مثالاً اُس کو متنبہ فرماتے تھے۔ آپ اکثر اوقات فرماتے کہ جو شخص اس صحبت میں آیا ہے وہ خود بخود ناجائز کاموں کو چھوڑ کر جائز کاموں کی طرف رجوع کریگا۔ آپ کی مجلس بہشت آئین میں کسی کو امر و نہی اور غیبت و اعتراض کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی غیبت کرنا چاہتا تو آپ اُس کو روکنے کے لئے فوراً اس کی تعریف شروع کر دیتے تھے ؛

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ بعض دولتمند مخلص آپ کی خدمت میں زر و سیم روانہ کرتے تھے تاکہ آپ اپنی مرضی سے فقرا اور مساکین کو تقسیم فرمائیں۔ آپ باوجود تجرید و تفرید

وبے تعلقی وآزادی کے خلق اللہ پر شفقت کی وجہ سے اپنی ذات بابرکات سے متوجہ ہوکر اہلِ تقوٰے وصلاح کو پہنچاتے تھے۔ اگر وہ زر وسیم مستحقین کو کافی نہ ہوتا تو آپ اپنے پاس سے باقی ماندہ مستحقین کو عطا فرماتے تھے۔ اور مریدوں کو ہمیشہ تمسکنی اور بُردباری اور دیدِ قصور کی تاکید فرماتے تھے۔ اور اِن امور کو عرفان کی دلیل فرماتی تھے اگر آپ کے مخلص مریدوں سے ان امور کے خلاف کچھ ظاہر ہوتا تو آپ اُن کو تربیتِ جلالی سے ہدایت فرماتے۔ اور نہایت تاکید اور شدت کے ساتھ ان کو نصیحت فرماتے تھے۔

اسبابِ دنیا سے آپ کا زُہد اور استغنا اس درجہ تھا کہ آپ کی محفل جنت آئین میں کوئی دنیاوی ذکر نہ ہونے پاتا تھا۔ اور اُن کاموں میں کبھی کوئی تدبیر آپ اپنی لئے اور اپنے درویشوں کیلئے نہ کرتے تھے۔ اور درویشوں اور اپنے لوگوں کے لئے سوائے فقر اور مسکینی اور فاقہ وقناعت و زہد کے اور کچھ نہیں چاہتے تھے۔ بعض دولتمند اور متموّل معتقد اشخاص التماس کرتے کہ آستانہ عرش نشان کے فقرا کا کفاف معیّن فرمائیں۔ مگر آنجناب اُن لوگوں کے لئے جو حضرت کے ساتھ نسبت معنوی کو درست کر چکے تھے۔ ہرگز راضی نہ ہوتے اور فرماتے کہ اُن کو چاہئے کہ اپنی زندگی میں ہماری طرح توکل وقناعت و زہد وریاضت میں مشغول رہیں۔ اور فرماتے تھے کہ جس شخص کو ہمارے ذریعہ سے مالی امداد پہنچے تو اس کو یقین رکھنا چاہئے کہ ہم کو اُس کے ساتھ دینی محبت میں کمی ہے۔

حضرت قدس سرہٗ کے زہد کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ آپ نے سفر حجاز کا ارادہ مصمم فرمایا خانخاناں نے جو ایک امیر معظم اور خانخاناں محترم تھا۔ اس خبر کو سُن کر ایک لاکھ روپیہ آپ کے اور آپ کے ہمراہی درویشوں کے زادراہ کے لئے بھیجا اور عرض کرایا کہ اس قلیل مقدار کو قبول فرماکر مجھ پر احسان رکھئے۔ آپ نے قبول نہ فرمایا اور واپس کردیا۔ اور فرمایا کہ حج کرنا ہمارے لئے اتنا ضروری کام نہیں ہے کہ اتنی رقم مسلمانوں کی ہم اپنے صرف میں کرکے ضائع کردیں۔

آپ کے لباس اور طعام اور اقامت میں اس درجہ بے قیدی تھی کہ اگر غیر مرغوب اور ناپسند کھانے کتنے دنوں تک آپ کے پاس لایا جاتا تو آپ ہرگز یہ نہ فرماتے کہ اس کے

سوا کچھ اور لاؤ۔ اسی طرح اگر بہت دنوں کپڑے آپ کے بدن پر رہجاتے اور میلے ہوجاتے تو ہرگز دوسرے کپڑے لانے کے لئے نہ فرماتے تھے۔ ایسے ہی آپ کی جائے قیام کتنی ہی تنگ و تاریک کیوں نہ ہوجاتی یا خس و خاشاک سے پُر یا شکستہ نہ ہوجاتی۔ آپ چونکہ دریائے رضا و تسلیم میں مستغرق تھے اِس لئے اس کی تعلیم و توسیع اور صفائی کے لئے ہرگز ارشاد نہ فرماتے تھے۔ باوجود اِس سستی اور ضعفِ بدن کے جو اکثر آپ کو رہتا تھا ہمیشہ آپ باوضو اور کثرتِ عبادت میں پوری طرح سے مشغولیت رکھتے تھے۔

آخر احوال میں نمازِ عشا کے بعد اپنے حجرہ شریف میں تشریف لیجا کر تھوڑی دیر مراقب رہتے تھے۔ جب ضعفِ اعضا کا آپ پر غلبہ ہوتا تو مراقبہ سے اُٹھ کر نیا وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے اور پھر مراقبہ میں مشغول ہوجاتے تھے۔ جب اعضا درد کرنے لگتے تو از سرِ نو وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر کے مراقبہ میں مشغول ہوجاتے تھے۔ اور پوری رات اسی طرح ختم کر کے صبح کر دیتے تھے۔

لقمۂ طعام میں آپ کی احتیاط اس درجہ تھی کہ پاک جگہ سے قرض حسنہ لیتے اور اس میں سے آپ کے لئے اور آپ کے درویشوں کے لئے کھانا پکتا تھا۔ فتوحاتِ غیبیہ کو بموجب حکم نَحْنُ لَا نَرُدُّ الْهَدَايَا اکثر رد نہیں کرتے تھے۔ اور اُس سے اِس قرض کو ادا کرتے تھے۔ اور تاکید فرماتے تھے کہ پکانے والا باوضو ہو اور پخت کے وقت میں حضور اور جمعیت میں مشغول رہے۔ اور اثناءِ پخت میں کلامِ دنیاوی میں مصروف نہ ہو۔ فرماتے تھے کہ جو لقمہ بے حضوری اور بلا احتیاط سے پکایا جائے۔ اُس کے کھانے سے دُھواں اُٹھتا ہے۔ جو فیوضات کے رستوں کو بند کر دیتا ہے اور ارواحِ طیبہ جو فیض کے ذریعے ہیں ایسے قلب والے کے مقابل نہیں ہوتیں اور مریدوں کو اس کی احتیاط کی بہت ترغیب دیتے تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ جو عورتوں میں نہایت عارفہ اور پاک دامن تھیں چونکہ آنحضرت کی اِس احتیاط سے واقف تھیں اس لئے باوجود بہت سی خادماؤں کی موجود رہنے کے آپ خود تنور میں روٹی لگاتی تھیں۔ اور سالن بھی خود ہی پکاتی تھیں۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ تمام امور میں عزیمت پر عمل فرماتے تھے۔ چونکہ الحمد شریف امام کے پیچھے پڑھنے کے لئے احادیث صحیحہ میں حکم وارد ہوا ہے اور

اور مذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں بلا اس کے نماز درست نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے آپ بعض اوقات سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ اس اثنا میں حضرت امام اعظم ابی حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ اپنی شان میں وہ قصیدہ فصیح اور اشعارِ بلیغ پڑھ رہے ہیں۔ جن کا مطلب یہ تھا کہ اتنے ہزار اولیاء اللہ میرے مذہب میں گذرے ہیں۔ اس خواب کے بعد سے آپ نے سورۂ فاتحہ کا امام کے پیچھے پڑھنا ترک فرما دیا۔ باوجود اس کمال وتکمیل کے آپ ہمیشہ اپنی نایافت کا اظہار فرماتے تھے عین دریائے وصال میں ہمیشہ خشک لب اور تشنہ رہتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا ہے۔ رُباعی

در راہ خدا جملہ ادب باید بود   تا جان باقی است در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند   کم باید خورد خشک لب باید بود

(ترجمہ) خدا کی راہ میں ادب اختیار کرنا چاہیئے جب تک جان باقی ہے طلب میں خدا کی رہے دریا کے دریا اگر حلق میں ڈال دئے جائیں۔ وہ کم سمجھنے چاہیئں۔ اور طلبِ حق میں خشک لب رہنا چاہیئے ؛

حضرت خواجہ قدس سرہ کی تصانیف لطیفہ اور مکاتیب شریفہ بہت ہیں اس کتاب "حضرات القدس" میں اُن میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے ؛

مکتوب۔ اکابر طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق دوام آگاہی کا ہے اور اُس میں عزیمت کی پراگندگی کا فتور خلل انداز نہ ہونا چاہیئے۔ خواہ لباسِ ذکر میں ہو۔ خواہ صورتِ توجہ میں خواہ رابطہ کے توسط میں الغرض جس طرح سے ہو مقصود حضور مع اللہ ہے۔ جب حضور کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وجودِ غیر کا شعور اس حضور کا مزاحم نہ ہو۔ تو اُس کو وجودِ عدم کہتے ہیں۔ جب یہ کیفیت بیا ملک کا ملکہ ہو جائے تو اُس کو مشاہدہ کہتے ہیں۔ اور جب صفتِ حضور کو بھی سالک اپنے سے نہ دیکھے تو وہ فناء حقیقی سے مشرف ہو گیا۔ اس وقت لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی ثابت ہوتے ہیں۔ اس مقام میں نہ ارواح ہیں اور نہ اجسام۔ شہود بجانب مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اور جب وجودِ حقانی اپنے لباس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور اپنے مجموعۂ صفات کا حضور اپنے میں پاتا ہے۔ تو اُس وقت اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ کا راز آشکارا اور سالک زبان حال سے یُوں نغمہ سرا ہوتا ہے۔ رُباعی

تا حق بدو چشم سر نہ بینم ہر دم | از پائے طلب نے نہ نشینم ہر دم
گویند کہ حق بچشم سر نتواں دید | آں ایشاں اند و من چنینم ہر دم

ترجمہ۔ جب تک کہ حق کو سر کی دونوں آنکھوں سے ہر وقت نہ دیکھوں خدا کی طلب جاری رکھونگا. لوگ کہتے ہیں کہ سر کی آنکھ سے خدا کو نہیں دیکھ سکتے۔ اُن کا وہی کہنا ہے اور میرا یہی کہنا ہے ÷

بعض اکابر نے راہ سلوک میں تجلیات عزّ وجل کی تین قسمیں بیان کی ہیں:-

پہلی قسم تجلّی صوری جس کو مبتدیوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے ÷

دوسری قسم تجلّی معنوی جس کو متوسطین کی طرف منسوب کیا گیا ہے ÷

تیسری قسم تجلّی ذاتی۔ منتہیوں کے لئے رکھا گیا ہے ÷

اسی طرح سے بعض اکابر نے چار قسمیں کی ہیں۔ کہ قسم اوّل کی دو قسمیں تجلّی صوری اور تجلّی نوری۔ ہمارے اکابر کے طریق میں اس کی تصریح نہیں کی گئی ہے۔ پس وہ اتحاد اور حلول و تشبیہ کے مہلکہ سے فارغ ہیں۔ الحاصل ظہورِ وجود عدم میں بہت باریک اسرار ہیں۔ انتہاء سلوک کو پہنچنے کے بعد اُن میں سے بعض اسرار منکشف ہوتے ہیں۔ اور سالک تجلّی صوری و نوری و معنوی کو اس مقامِ شہود میں مندرج پاتا ہے۔ چونکہ اکابر طریق نے اپنی کتابوں میں اس کی تصریح نہیں کی ہے۔ اس لئے ہم بھی انکی متابعت میں قلم کو اس کی تحریر سے روکتے ہیں ÷

واضح ہو کہ حضرتِ حق سبحانہٗ تعالےٰ اوجِ اطلاق سے تنزّل کر کے لباسِ ارواح میں متجلّی ہوا۔ اور ارواح کو انتہائی لطافت سے یہ قوت عطا فرمائی کہ جس چیز کی طرف متوجہ ہو اُس کو اپنے میں لے لے اور اس کے رنگ کو قبول کرے۔ پس روح اور نوری امتزاج کی وجہ سے خود کو اُس سے الگ نہیں پہچانتی۔ جس طرح کہ عوام الناس پیکرِ ہیولائی سے الگ نہیں کرتے ہیں۔ نیز اُس پاک ذات نے ہر مخلوق میں تمام مخلوقات کو درج فرمایا ہے۔ جب یہ مقدمے معلوم ہو گئے تو اب واضح ہو کہ جب تک رُوح اپنی گرفتاری میں مقید رہتی ہے نہیں چاہتی کہ قید و تعلق کے لباس کو اوتار دے۔ اور وطنِ اصلی کی طرف چلی جائے ÷

بعضے آزادگان کہ حکم رنج کار کھتے ہیں۔ بحیثیت وضع اصلی کے اطلاق سے

مناسبت رکھتے ہیں۔ اور بحیثیت تلفظ اور تخیّل کے مقید کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں مگر اپنے کو اس کا مونس بناتے ہیں۔ خواہ جلدی ہو سکے یا دیر سے بمناسبتِ استعداد تاکہ اُس جانب متوجہ ہو سکے اور چونکہ روح کا رشتہ تعلق بدنِ عنصری سے مضبوط ہے۔ اس لئے مرشدین قلب صنوبری کی طرف جو اس کا رکن اعظم ہے توجہ کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں۔ پس سالک اِس شاہراہ میں داخل ہوتا ہے یہاں تک کہ مشاغل بیرونی منہدم ہونے لگتے ہیں۔ اور حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ اور قوت لامسہ جو صوتِ بدنی کا مدار علیہ ہے اختیار سے کر جاتی ہے اور چونکہ روح کی معیت بدن کے ساتھ ثابت ہے اِس لئے بدن کا وجود حقیقی جو صفتِ حیات کا پرتو ہے تجلّی کرتا ہے۔ اور چونکہ ظاہر وجود کا تلبس احکامِ حقائقِ الٰہی کے ساتھ تعددِ وجودی کا موجب نہیں ہے اس لئے حقیقت منکشف اور فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ یہی تجلّی معنوی ہے اور اسی پر بقا مترتب ہوتی ہے اور مقام بِی یُبْصِرُ وَبِی یَسْمَعُ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کا کمال یہ ہے۔ رُباعی

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست		تا کرد مرا تہی و پُر کرد از دوست
اجزاءِ وجودم ہمگی دوست گرفت		نامیست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

ترجمہ: عشق حق تعالےٰ میری رگ و پوست میں سرایت کر گیا۔ یہاں تک کہ مجھ کو خودی سے خالی کر کے دوست سے پُر کر دیا ہے، میرے وجود کا ہر ایک جزو دوست نے اپنا کر لیا۔ اب میرا نام ہی نام رہ گیا اور بالکل وہی وہ ہے ۔

اور چونکہ اَلْکُلُّ یَنْدَرِجُ اِلَی الْکُلِّ کل کل میں داخل ہوتا ہے اس لئے حالتِ شعور میں اپنے اختیار سے اس مقام میں تجلّی نوری سے جو صوتِ بے رنگ بے کیف بے جزو بے شکل ہے مشرف ہو سکتی ہے کیونکہ اس منزل کے بعد یہ مقام آتا ہے منزل وجود عدم کے دقائق یہ تھے۔ لیکن وجودِ فنا پس وہ مقام لَا یَعْرِفُ اللّٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں ثابت ہوتا ہے اور اس فنا کو فناءِ اتم کہتے ہیں ۔

جناب ارشاد مآب مخدومی قبلہ گاہی مولانا خواجگی سلمہ اللہ تعالےٰ وابقاہ فناءِ اتم کے اشارہ کے وقت یہ بیت پڑھا کرتے ہیں۔ بیت

مدح ذمت گر تفاوت میکند		بتگری باشی کہ او بت میکند

ترجمہ: تعریف اور برائی میں جس کو فرق معلوم ہوتا ہو وہ بُت بنانے والا خود پرست ہے ۔

اور فرماتے تھے کہ مدح وذم کی تاثیر جناب حق سبحانہٗ میں سالک کے متوجہ ہونے اور ماسوا سے شکستگی اختیار کرنے میں مزاحم نہ ہو۔ تو اُس حالت کو فنا ِ اتم کہتے ہیں اس تقریر سے خواجہ بزرگوار کے اس مشہور قول کا مطلب کہ وجودِ عدم وجود بشریت کے ساتھ عود کرتا ہے۔ مگر وجود فنا ہرگز عود نہیں کرتا بالکل حل ہو گیا ✦

مکتوب۔ فرماتے ہیں کہ یاد کرد کا مطلب زبان سے ذکر خدا کرنا۔ اور بازگشت یہ کہنا کہ اے خدا میرا مقصود تو ہی ہے۔ اور نگہداشت دل کو خطرات سے نگاہ رکھنا اور یادداشت حق سبحانہٗ تعالیٰ کی حضوری کا غلبہ حبِ ذاتی کے ساتھ ✦

مکتوب۔ نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یاد کرد ذکرِ حق کرنا حضوری دل کے ساتھ اور بازگشت تفرید یعنی سب سے یکسوئی ہونا۔ اور اخلاص خدا کے ساتھ ہونا۔ اور نگہداشت نسبت کی حفاظت کرنا جس طرح سے ہو سکے اور یادداشت باقی باللہ ہونا۔ یعنی کیفیت سُکر سے حالتِ صحو میں آنا۔ فقط ✦

مکتوب۔ نیز آپ لکھتے ہیں۔ کہ یاد کرد حفظِ آگاہی میں کوشش کرنا اور یادداشت محفوظ ہو جانا اُس آگاہی کا جس کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ کہ اُس میں نسبتِ آگاہی کا تواتر بلا کسی کوشش نگہداشت آگاہی کے حاصل ہو جاتا ہے اور جب نسبت آگاہی کی کیفیت ایسی ہو جاتی ہے تو سالک غیبت کے خلل سے محفوظ ہو جاتا ہے اس لئے اس کو حضور بے غیبت کہتے ہیں۔ نگہداشت نسبت یادداشت کی بقدر امکان ظہور صفات نفسانیہ اور توجہاتِ مختلفہ سے جو حجاب غفلت کی مورث ہیں۔ حفاظت کرنا۔ بازگشت یعنی سعی اور کوشش کی طرف رجوع کرنا جب کہ نور کم ہو جائے۔ اور بیٹھ جائے اور یادداشت وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ اور یاد کر تو اپنے پروردگار کو جب تو اُس کو بھول جائے ✦

مکتوب۔ نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یاد کرد حضور و شہود ہے۔ اور بازگشت اپنے عدم اصلی کی طرف رجوع کرنا غلبۂ نور حضوری سے یاد حق سبحانہٗ تعالیٰ کی صفتِ حضوری کو دیکھنے سے اور نگہداشت یعنی اس مقام کی حفاظت کرنا اور اُس کو اپنے دل میں تازہ کرتے رہنا اور یادداشت اس فنا میں سالک کا متمکن ہو جانا اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا۔ خدایا تو ہم کو بھی یہ روزی نصیب کر ✦

مکتوب - نیز آپ تحریر فرماتے ہیں کہ توبہ گناہ سے باز آنے کو کہتے ہیں چونکہ ہر ایک حجاب گناہ ہے پس کمال توبہ خلق سے منقطع ہونے میں ہے۔ جو خدا سے ملنے کو مستلزم ہے ◆

اور زہد یہ ہے کہ آدمی رغبت کے کاموں سے باز آئے۔ اور چونکہ رغبت متاع دنیوی کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لیئے کمالِ زہد نامرادی میں ہے جو مرادِ حقیقی سے پیوستہ ہے۔ مصرعہ چو پیوندہا بگسلی واصلی

ترجمہ اگر دنیا سے تعلق شکستہ کر لوگے تو خدا سے واصل ہو جاؤ گے ◆

اور توکل خدا پر بھروسہ کر کے اسباب سے نکل جانے کو کہتے ہیں اور کمالِ توکل اس میں ہے۔ کہ عالم پر نظر نہ رہے۔ جو شہودِ حق مطلق کی فرع ہے ◆

قناعت فضول چیزوں سے نکل جانے اور بقدرِ حاجت پر اکتفا کرنے اور کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں اسراف سے پرہیز کرنے کو کہتے ہیں اس کا کمال یہ ہے کہ ہستی حق سبحانہ تعالے پر اکتفا کریں۔ اور اُس کی خالص محبت سے آرام پائیں ◆

عُزلت خلق کے میل جول سے کنارہ کشی کو کہتے ہیں۔ اس کا کمال یہ ہے کہ رویت خلق سے نکل جائیں ◆

ذکر یعنی ماسوائے خدائے جل وعلا کی یاد سے باز آنے اور ماسوا کو بھول جانے کو کہتے ہیں۔ اور کمال ذکر کا یہ ہے۔ کہ اپنی بھی یاد باقی نہ رہے۔ اور ھُوَ الذَّاکِرُ وَالْمَذْکُوْر کا راز اُسپر ظاہر ہو جائے ◆

توجہ تمام خواہشوں سے نکل جانے اور پورے طور پر حق سُبحانہ کی طرف متوجہ ہونے کو کہتے ہیں ◆

صبر لذّاتِ نفس سے نکل جانے اور مرغوب و محبوب شیا سے باز رہنے کو کہتے ہیں ◆

مراقبہ اپنے فعل و قدرت اور اپنے اوصاف و احوال سے منقطع ہو کر فیضانِ الٰہی کے منتظر ہونے اور حق جل ذکرہ کے دریائے محبت میں ڈوب جانے کو کہتے ہیں ◆

رضا اپنے نفس کی مرضیات سے باز آنے اور رضا الٰہی میں داخل ہو جانے اور احکامِ ازلیہ کو تسلیم کرنے اور سرِ ذاتِ ابدیہ کے تفویض کرنے کو کہتے ہیں۔ پس جو شخص کہ معصیت میں پھنس گیا ہے۔ یا دنیا کی رغبت میں گرفتار ہے یا سبب کی طرف

دیکھ رہا ہے۔ یا بقدر ضروری معاش پر اکتفا نہیں کرتا ہے۔ یا خلق سے میل جول رکھتا ہے یا اُس کے اوقات ذکر الٰہی سے معمور نہیں ہیں۔ یا خدا سے غیرِ خدا کو چاہتا ہے۔ یا نفس کے ساتھ مقامِ مجاہدہ میں نہیں ہے۔ یا اپنی ذات اور اپنے افعال پر نظر رکھتا ہے یا اپنی قوت اور طاقت پر تکیہ کرتا ہے۔ یا احکامِ ازلیہ آلہیہ کے خود کو حوالہ نہیں کرتا ہے۔ تو وہ شخص یقیناً سلوک میں ناقص ہے +

مخفی نہ رہے کہ بعض منتہی درویش جو کہ اپنی خواہشوں اور اپنی مرضیات سے نکل چکے ہیں۔ اور تھوڑی پر اکتفا نہیں کرتے۔ اور مخلوق کے اختلاط سے پرہیز نہیں کرتے اور مجاہدہ میں مشغول نہیں ہیں۔ اُس کی کوئی خاص اندرونی وجہ اور نیت ہوتی ہے جو اُنہیں کو معلوم رہتی ہے +

اکابر خانوادہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ جس کو اس رستہ کا درد دامنگیر ہو۔ تو اس کو چاہئے کہ توبۂ نصوح کے بعد بقدرِ طاقت زہد و توکل و قناعت و عزلت و صبر سب مقامات مذکورہ پورے کر کے ذکر الٰہی میں اپنے اوقات کو مصروف رکھے۔ اِس کو سفر در وطن کہتے ہیں۔ سب سے زیادہ اہتمام ذکر اور توجہ کا کرے جس کو بازگشت کہتے ہیں +

اکابرِ طریق قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ ہمارے طریق کا ذکر جذبہ کی طرف کھینچتا ہے۔ اور جذبہ کی مدد سے تمام مقامات سہولت اور استقامت سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور حقیقت توجہ اور مراقبہ مذکورہ سے جو کہ یادداشت کی وجہوں میں سے ایک وجہ ہے سالک میں رضا کی صفت نسبتِ جذبہ کی تقویت اور اُس کے کمال سے بآسانی ظاہر ہو جاتی ہے +

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے ایک سالہ آیتِ کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ اور آیت کریمہ أَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ جو نہایت مختصر اور ضروریاتِ سلوک پر حاوی ہے۔ بجنسہٖ اس کو نقل کیا جاتا ہے +

رسالہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا

پاک ہے وہ خدا جو اپنے فیض سے اشیا کو ظہور کے میدان میں لایا اور صفتِ

وشیون کو اُس ظہور کے پردہ میں تنگنائے خفاوبطون سے نکال کر اپنے کو ان اعتبارات کے مراتب میں اپنی نظر میں جلوہ گر کیا اس کے تنگنائے وحدت میں دوئی کا نشان نہیں رہا ہے۔ وہ مطلق ہے۔ مگر دائرہ اطلاق سے باہر ہے۔ پھر من و تو کا اطلاق اُس پر کیسے کر سکتے ہیں۔ کہ جب ہما باعی ہے

بس بے رنگست یارِ دلخواہ اے دل قانع نشوی برنگِ ناگاہ اے دل
اصل ہمہ رنگہا ازاں بے رنگیست مَنْ اَحْسَنُ صِبْغَۃً مِّنَ اللّٰہِ اے دل

ترجمہ۔ بالکل بے رنگ ہے یارِ دلخواہ اے دل کسی رنگ پر قناعت مت کر۔ تمام رنگوں کی اصل وہی ہے بے رنگی ہے خدا کے رنگ سے زیادہ اچھا کونسا رنگ ہوگا +

ایسا قادر کہ جس نے ایک کافِ کُن سے خواب عدم کے سوئے ہوؤں کو بیدار کردیا۔ وہ شوق سے بے تاب ہو کر نکلے خدا نے اپنے وجود کا آئینہ اُن کے برابر رکھا اُنھوں نے سادہ لوحی سے اپنے عکس کو اُس میں دیکھا۔ اور بے قرار ہو کر وجود میں آگئے پس یکایک صدائے وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ گوشِ سر میں پہنچی۔ اُس وقت سمجھے کہ معیت بلا دوئی کے نہیں ہو سکتی۔ اور حیرت سامنے آئی۔ جمال عکس وجودِ حق کی بشارت دے رہا ہے۔ اور نغمۂ صحبت عدم کا اشارہ کر رہا ہے۔ پس وجود اور عدم آپس میں مل گئے اور خود کو فراموش کردیا اور مقصود کی تلاش کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا۔ آیت کریمہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ کی بشارت درمیان میں آئی اور وَھُوَ فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کا مطلب سمجھے کہ ہم خود ہی اپنے حجاب ہیں۔ اس لئے خودی کو خود سے اُٹھا دینا چاہیئے۔ اس دست بُرد کے وقت ارادت کی انگلی دامنِ مقصود پر پہنچی۔ اور عروق کے رستوں نسیم بہار پھیلی اور دوست کی خوشبو دل کے پردوں میں پہنچی۔ بیچارہ عارف عاجز ہوگیا۔ پس کرشمہ معشوقی آیا اور پردۂ نقاب درمیان سے اُٹھا دیا۔ اور لِمَنِ الْمُلْکُ کا آواز بلند ہوا۔ چونکہ کوئی نیاز درمیان میں نہ تھا۔ اس لئے مقصود روپوش ہوگیا۔ اور صدائے وَاسْتَقِمْ کَمَا اُمِرْتَ اُس کے گوشِ جان میں پہنچی۔ مخمورِ مصبوحی نے سر اٹھایا اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کا غلغلہ درمیان میں لایا۔ لیکن وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ کے معنی اس کی جان میں بیقراری پیدا کرتے رہے ہے ایک طرف سے آواز دَعْ نَفْسَکَ وَتَعَالَ اور دوسری طرف سے

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کام ہیں اضطراب پیدا کرتی رہی۔ عنایت اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ نے پردہ حجاب کو کہ جو وجود کو لازم ہے علینک بنایا۔ اور اس کو آنکھوں کے سامنے رکھا۔ صورت قَابَ قَوْسَیْنِ ظہور ہیں اِس کلام کی کوئی حد نہیں ہو سکتی اس لئے مَیں اپنے مقصود سے رہ جاتا ہوں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اللہ تعالٰے اپنے بہتر ین خلق حضرت محمد مصطفٰے اور اُن کی آل اور اصحاب سب پر اپنی رحمت اور سلام نازل فرمائے ✝

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ یہ چند کلمے آیت کریمہ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ اور ایت کریمہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ کی تفسیر میں بموجب اشارہ بعض ارواح طیّبہ کے لکھے گئے ہیں۔ کہ اُن ارواح کے صراحت کرنے سے کاتب رسالہ بوجہ خجالت کے عاجز ہے اور زبان اس کے برخلاف معذور

خورشید ندیدہ چشم خفاش　　پیش از من و تست این سخن فاش

ترجمہ۔ چمگادڑ کی آنکھ نے آفتاب کو نہیں دیکھا۔ میرے اور آپ کے سب کے رُو برُو ظاہر ہے۔ مگر ع　　بر کریماں کار ہا دشوار نیست

اگر پادشہ بر درِ پیرہ زن　　بیاید تو لے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ۔ اگر بادشاہ کسی بڑھیا کے گھر آجائے۔ تو کسی سردار کو غصہ کرنے کا کیا حق ہے ✝

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا دَائِمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا قَالَ اللّٰهُ تُبَارَكَ وَتَعَالٰى وَ هُوَ مَعَكُمْ خدا ہی کے واسطے ہمیشہ بہت بہت تعریفیں ہیں فرمایا اللہ تبارک و تعالٰے نے وَهُوَ مَعَكُمْ حق تبارک و تعالٰی کی ذات غیب کی معیت کا سر اشیا کے ساتھ نہایت خفا اور بطون ہیں ہے اور حقیقت اُس کے دریافت کی موقوف ہے اور پانے تنزیہہ مطلق اور اس کے اطلاق صرفہ کے اور صور علمیہ میں اُس کے تنزلات اور ان صورتوں کے درمیان عدم اور وجود کے برزخ ہونے کے کیونکہ یہ مقام منزل علم کے مخصوصات میں سے ہے۔ بیت

از تو لے بی رنگ این چندیں صُوَر　　ہم مشبّہ ہم منزّہ خیر و شر

ترجمہ۔ اے ذات بے رنگ تیری ہی یہ سب صورتیں ہیں۔ سب سے ملتی جلتی نیک اور بد

اور سب سے پاک ۔

اور اسی طرح اس امر کے پہچاننے پر بھی موقوف ہے۔ کہ صورِ علمیہ کو حضرت ظاہر کے ساتھ ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ مقدس ذات اِن صورتوں کے لباس میں آئی۔ اور یہ صورتیں اس کے اسما اور صفات کا آئینہ ہوئیں اور اس کے اسماء وصفات اس کے عین ہیں۔ پس وہ تمہارے ساتھ ہے۔ علم میں اور عین میں روح ہو یا مثال یا حس۔ لیکن خانۂ علم کی معیت ایسی ہے جیسے کہ اعمال کی معیت صورِ جنانیہ اور تصورِ اشجار کے ساتھ مذہب محققین پر کہ ان کے نزدیک تصور اور اشجار کا موطن بالذات عمل کے ساتھ ایک کہا جاتا ہے۔ جس طرح کہ عمل ایک مقام پر عرض ہے اور دوسرے موطن میں جوہر اس کی ذات کا مرتبہ منزہ ہے تعین اور تمیز اور اشارہ اور عبارت سے اور دوسرے مرتبہ میں ان امور کے قابل ہے اور معیت خانۂ عین کی ایسی ہے جیسے کہ معیت نقطہ جوالہ کی دائرہ موہوم خارجی کے ساتھ پس جس طرح کہ نقطہ کی دائرہ کے ساتھ ایک نسبت واقع ہے۔ جو دائرہ کے خارج میں ظاہر ہونے کا ذریعہ اور نقطہ کے لباسی دائرہ میں نمود کا سبب ہوئی ہے۔ اِسی طرح ذاتِ حق سبحانہٗ اور اُس کے عین مطلق کو اُس کی قدرتِ کاملہ سے تنزلاتِ علمیہ کے ساتھ ایک نسبت واقع ہوئی ہے جو ان تنزلات کے خارج میں ظہور اور باعتبار اسما اور صفات کے اُن تنزلات میں ذاتِ حق کے ظاہر ہونے کا سبب ہوئی ۔

اِس موقع کے مطابق ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ مثلاً عالمِ مثال میں صورِ علمیہ دودھ کی صورت میں ظاہر ہوئی ہیں۔ پس اگر اہل کشف کی نظرِ کشفی یعنی اُس کی نظر بصیرت کشف کے وقت دودھ کی صورتِ مثالی کے ساتھ ایک ارتباط خاص پیدا کرے کہ دُوئی مٹ جانے کے بعد جب کہ وہ دُودھ کی صفاتِ علمیہ پر اور اُس کی غذائیت اور روحانیت اور شیرینی اور دہنیت پر پڑتی ہے تو وہ دودھ کو بعینہٖ اُن صفتوں کے ہم صورت پاتی ہے تو بالضرور دودھ کی یہ صورتِ مثالی عالمِ ارواح میں بھی ظاہر ہو گی اور ارواح اور علم اپنی اپنی صفتوں کے اعتبار سے دودھ میں سرایت کرینگے۔ اور دودھ کی وہ صفتیں جو عالمِ ارواح میں ظاہر ہوئیں دودھ کی صفاتِ علمیہ کا آئینہ بنجائینگی۔ بسبب متحد ہونے کے بصر خیالی اور بصیرتِ قلبی کے۔ رُباعی ؎

از صفاتِ مے ولطافتِ آں | درہم آمیخت رنگ جام مدام
ہمہ جام است نیست گوئی مے | یا مدام است نیست گوئی جام

ترجمہ۔ شراب کی صفت اور اُس کی پاکیزگی کی وجہ جام اور شراب کا ایک ہی رنگ معلوم ہو رہا ہے۔ سب جام ہی جام دکھائی دے رہا ہے۔ شراب نہیں معلوم ہوتی ہے یا سب شراب ہی شراب ہے۔ جام نہیں معلوم ہوتا ہے ۔

سبحان اللہ جس جس قدر ظہور زیادہ ہے اُسی اُسی قدر خفا زیادہ ہے۔ یہ مثال نسبت پہلی مثال کے زیادہ روشن اور صاف ہے۔ پس اس کو سمجھا جس نے کہ سمجھا اور جس نے ذائقہ نہیں چکھا وہ اُسے معلوم نہیں کر سکتا ہے ۔

الحاصل حضرت احب جل شانہٗ بلا توہم حلول اور دوئی کے اور بلا شائبہ چونی و چگونگی کے ہر جگہ سب کے ساتھ ہے۔ ساقی کوثر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ ہر چیز کے ساتھ ہے بلا مفارقت کے اور ہر شے کا عین ہے۔ بلا مزاحمت کے اگر دوئی ہوتی تو مفارقت کا ہونا ضروری تھا۔ اور اگر اتحادِ محض ہوتا تو غیریت حاصل نہ ہوتی۔ اور اگر خیالِ محض ہوتا جیسا کہ حکماء جسمانیہ کا مقولہ ہے تو معیت درست نہ ہوتی۔ اور علیحدگی ممکن ہوتی۔ اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ اسی منزل کی بات ہے ۔

مریدانِ وجہ مطلق اور مشتاقانِ صفتِ ہویت کہتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے۔ اس لئے کلمۂ لا سے اس کی نفی کرنا چاہئے۔ کسی شخص نے عارف باللہ مولانا رومی قدس سرہٗ سے پوچھا کہ حق جل و علا کیا ہے۔ اور عشق کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کسی طرح سے ادراک میں نہ آسکے۔ وہ حق ہے۔ اور عشق یہ ہے کہ کسی طرح بغیر اُس کے آرام نہ مل سکے۔ وہ ایک قلق بے نہایت ہے۔ اور دردِ لاعلاج ؎

دُور بینانِ بارگاہِ الست | بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

ترجمہ۔ درگاہِ حق تعالےٰ کے دُور بینوں نے اس سے زیادہ نہیں بیان کیا ہے۔ کہ خدا کی ذات موجود ہے۔ حقیقت میں اُس بارگاہ کی یافت نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک ذوق حاصل ہوتا ہے۔ بے شک وہ سب کے ساتھ ہے اور سب اشیا اُس کے وجود سے موجود ہیں۔ اور بے اُس کے سب ہیچ۔ پس تم جدھر متوجہ ہو اُدھر خدا کی ذات ہے

اگر تم چاہتے ہو کہ اُس معنی کی حقیقت تم پر جلوہ گر ہو جائے تو یہ مثال فرض کرو۔ کہ آئینہ کا ایک جوہر ہے۔ جو کچھ آئینہ کی صفتیں مترتب ہو سکتی ہیں۔ یعنی صفائی اور اُس کی گولائی وغیرہ وہی سب صفات اُس جوہر کی ذات پر ہی مترتب ہونگے۔ اور اُس کی ذات مثلاً اِس نمایندگی صورت کا باعث بغیر زیادتی صقالت کے ہوگی پس اس کی ذات خارج میں اِن صفات کا عین ہوئی۔ اِسی طرح یہ فرض کرو کہ خیال میں ہر ایک کی اِن صفاتِ مذکورہ میں سے ایک ایک صورتِ مثالی ہے۔ جیسے کہ دودھ کی صورتِ علمی۔ اس کے بعد یہ فرض کرو کہ تمہاری یہ خیالی صورتیں اُس جوہر میں منعکس ہوئی ہیں یعنی اِن صورتوں کو اُس جوہر کے ساتھ ایک نسبت مجہول الکیفیت پیدا ہوئی جو اس صورت کی نمایندگی کا سبب ہوئی ہے۔ اب تم اِن صورتوں میں سے جس صورت کی طرف متوجہ ہو گے وہاں وہ جوہر موجود ہے۔ اور گویا حقیقت میں اُس جوہر کی طرف ہی تم متوجہ ہوئے ہو۔ وہ جوہر ان صورتوں کے ساتھ ہے۔ اور جہاں یہ صورت ہو وہیں وہ بھی ہے۔ لیکن وہ جوہر صورتوں سے منزہ ہے اور خارج میں وجودِ خارجی کی بو بھی اِن صورتوں کے مشام میں نہیں پہنچی ہے۔ اِس کا فائدہ اس سے زیادہ نہیں ہے کہ بقدر ان صور کے اُس جوہر کی صفات کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ اور جدھر تم متوجہ ہوتے ہو۔ وہ اُن صفات کی طرف بلکہ صاحبِ صفات کی طرف متوجہ ہونا ہے پس اگر تم ہزار سال پے در پے کرتے رہو۔ اور ہزاروں مرتبہ چلّہ میں بیٹھو مگر جب تک کہ جذباتِ الوہیت کا کوئی جذبہ تم پر ظاہر نہ ہو جائے اور عالمِ اجسام اور ارواح کی صورتیں تمہاری نظر سے نہ مٹ جائیں اور محبتِ ذاتی جو ایک مخفی راز ہے جلوہ گر نہ ہو۔ اور نسبتِ مجہول الکیفیت جو ادراک کی مقوم اور صحبتِ ذاتی کو قوت دینے والی چیز ہے۔ جس کو ادراکِ بسیط کے سوا اور کسی لفظ میں ادا نہیں کر سکتے ہیں۔ پیدا نہ ہو جائے اس وقت تک تم ذاتِ حق کے جویندہ نہیں ہو سکتے۔ پھر اُس کا شہود کہاں ہو سکتا ہے۔ اِس لئے تم پر لازم ہے کہ ایسے درویش کی صحبت اختیار کرو جو اپنے سے فانی ہو کر محبت ذاتِ حق میں باقی ہو گیا ہو۔ اور اُس کے ہستۂ وجود میں سوائے محبوب اور محبت اور مشاہدۂ محبوب کے کچھ نہ رہا ہو۔ اور حقیقتِ فنائی اللہ تک پہنچ گیا ہو۔ تو اُس کا دیدار بموجب حدیث اِذَا رُأوا ذُکِرَ اللّٰہ ذکر کا فائدہ بخشتا ہے

اور اُس کی صحبت بموجب حدیث ھُمْ جُلَسَاءُ اللّٰہِ تعم صحبتِ حق کا نتیجہ دیتی ہے۔
ایسا درویش اَلْحَکِیْمُ کا مظہر ہے۔ جو کچھ وہ فرمائے حکمت سے خالی نہ ہوگا۔ اگرچہ
اس کی وجہ تم پر ظاہر نہ ہو۔ مگر اُس کے ارشاد کی متابعت میں جان سے کوشش کرو
ممکن ہے کہ قبولِ الٰہی اس کے دریچۂ باطن سے ظاہر ہو۔ اور تم سعادتِ ابدیہ حاصل
کرو۔ اگر وہ درویش مظہرِ اسم اَلرَّحِیْمُ یا اَلْکَرِیْمُ مقدمہ اسم اَلْقَدِیْرُ کا ہوئے
اور وہ تمہارے کام میں تصرف کرے۔ تو اُس غیبت میں تم نورِ ہدایت سے روشن
ہوجاؤگے۔ اور ممکن ہے کہ باعتبار استعداد کے معنی اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ اُسی غیبت میں تمہاری چشمِ بصیرت کو کھول دے۔ اگر اتفاقاً تمہاری استعداد
کم ہو تو طریقۂ وقوفِ عددی اس برزخ دانا یعنے مرشدِ کامل سے حاصل کرو۔ اور اسی
نورِ ہدایت کی تقویت کرو۔ اور متابعتِ شریعت اور رعایت آدابِ طریقت اور
اکلِ حلال اور صدقِ مقال۔ اور نا اہلوں کی صحبتوں سے پرہیز کر کے اپنی بنیاد کو مضبوط
کرو۔ اور اُس غیبت کو مضبوط رکھو۔ اور اُس کو آگاہی اور تجلیِ ذاتی کی صفت کے ساتھ
اِس طرح متصف سمجھو کہ تم یکا یک قرصِ آفتاب سے متصل ہوگئے ہو۔ اور اُس کی شعاعوں
میں تمہارا نورِ بصر و بصیرت گم ہوگیا۔ اور مٹ گیا۔ الحاصل تمہارے باطن کو اس حالت کے
تکرار ظہور سے ایک قوت پیدا ہوگی۔ اس سے اگرچہ نورِ بصر ناپید ہو جائیگا۔ مگر نورِ بصیرت
بحال رہیگا۔ اس وقت پہچان لوگے کہ یہ حالت غلبۂ نورِ خورشید کی ہے۔ مگر یہ جانوگے
کہ یہ نور کس طرف سے نکلا۔ اور تم کو اُس سے نسبت قریبہ ہے یا کیا۔ مگر جب رطوباتِ
عنصریہ خشک ہوجائیں اور طبیعت کی حرارت ٹوٹ جائے۔ اُس وقت اُس کی قوت
پیدا کرلوگے۔ کہ جس سے چشمِ بصیرت کو اچھی طرح کھول سکوگے اور قرصِ خورشید سے
اپنا قرب پاسکوگے۔ لیکن اُس نور کی سطوت میں اپنے کو مدہوش کردوگے۔ اگر اُس
مقام میں رہگئے۔ تو تم محب ہو۔ اور اگر تم کو عارف یا موحد بنانا چاہینگے تو جس وقت
کہ تم اُس نور کے غلبہ میں مدہوش ہوگے۔ ایک خورشید کا نور تمہارے دریچۂ بصیرت
سے ظاہر ہو کر تم پر غلبہ کریگا۔ تو ایسی بینائی پاؤگے کہ اُس خورشید کو پہچان سکوگے
جو بلا آسمان کے ہے۔ اور تم قطعاً درمیان میں نہ ہوگے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ
مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا

ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے +

اور اگر تم لطیف الاستعداد ہو۔ مگر بحکم وقت یا حجاب لطیف کے سبب سے غیبت اوّل میں تم پر راستہ روشن نہ ہو جائے۔ تو لازم ہے کہ ایسی توجہ حاصل کریں کہ بے تکلف غیبت ذات پر نظر رہے۔ اور جب تک ہو سکے اس توجہ کو محفوظ رکھیں اور فراغ خاطر اور جمعیت دل اور طہارت کامل کے ساتھ شب و روز اس توجہ کی تقویت اور تربیت کرتے رہیں جس طریقہ سے کہ اکابر سلسلہ عالیہ قدس اللہ اسرارہم نے اپنی تصنیفات میں بیان فرمایا ہے۔ اور اگر تم کو اس درویش سے صحبت پیدا ہوگئی ہو کہ اسکی غیاب میں بھی اس کی صورت کا تصور قائم رہے۔ اور طریقہ رابطہ حاصل ہو جائے۔ تو نُورٌ علیٰ نور ہے۔ پس طریقہ رابطہ کی مشق اختیار کرو۔ لیکن باہوش رہو کہ تم سے کوئی امر ایسا سرزد نہ ہو کہ تمہاری طرف سے اس کی خاطر مبارک میں نفرت پیدا ہو جائے +

نیز تم کو چاہیے کہ سوائے اس کی ذات کے اور کوئی مراد تمہارے دل میں نہ رہے تا کہ مقصد کی انتہا کو پہنچ سکو۔ الحاصل اس طریقہ کے سلوک کا مدار جانبین کے ارتباط پر ہے۔ دل صورت کو نی کو لیتا ہے۔ جس طرح سے کہ روئی آئینہ آفتاب نما سے تقابل کے وقت حرارت کسب کرتا ہے۔ اور نقوش کے حجاب اور صورتیں جلجاتی ہیں اور برزخیت کے راستہ سے تمہاری آنکھ اس کو جہت علو میں پالیتی ہے۔ محبت کی آگ شعلہ مارتی ہے۔ اور خرمن ہستی جلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اب تمہاری اور اس درویش کی مثال روئی اور آئینہ آفتاب نما کی سی ہے یہ طریقہ درحقیقت حضرت صدیق اکبرؓ کا طریقہ ہے۔ کیونکہ آپ کا کمال نسبت حبی حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ اور آپ اسی راستہ سے فیض حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ اہل تحقیق کے نزدیک مسلّم ہے۔ اور صاحب رشحات نے ہمارے خواجہ حضرت خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہ سے اس مضمون کو تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔ اور آپ فرماتے تھے کہ طریقہ خواجگان قدس اللہ اسرارہم جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے وہ اسی نسبت حبی کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ ان کا طریقہ اس نسبت حبی کی نگہداشت ہے +

قدسیہ۔ تجلّی ذاتی عبارت ہے ظہورِ ذات سے بصورت اُس اسم کے جو کہ مبدءِ تعین صاحبِ تجلّی ہے۔ اور مشاہدہ جمالِ مطلق سے کہ مقام فنا فی اللہ میں ہوتا ہے ۔

بعض کہتے ہیں کہ تجلّی ذاتی کے اور بھی معنی ہیں۔ اور وہ یہ کہ وہ عبارت ہے روح کے انجذاب سے طرف جمالِ ہستی حقیقی کے (جو کہ ذات کی حیثیتوں میں سے ایک حیثیت ہے) ایسی کیفیت کے ساتھ کہ اِس انجذاب کا شعور بھی باقی نہ رہے۔ جیسا کہ ایک خاص چہرہ کی طرف توجہ کرنے والوں کو ہوتا ہے"۔

اور تجلّی ذاتی عبارت ہے مشاہدہ جمالِ ذات سے اسم مذکور کے پردہ میں جبکہ سالکانِ طریق تربیت کی نظر اس اسم پر منتہی ہو۔

اور اِس جمال کا مطلق کہنا تعینات سے پاک ہونے کے لحاظ سے ہے۔ اور تعین سے مراد معقولاتِ ثانویہ ہیں۔ نہ امر مشکل اور اس کے مماثل امور ؏

فیضِ ناگاہ رسد بر دلِ آگاہ

ترجمہ ؏ فیض ناگاہ آتا ہے مگر دلِ آگاہ پر

قدسیہ۔ دوام مراقبہ بہت بڑی دولت ہے۔ جو کہ دلوں میں مقبولیت کا سبب ہوتی ہے۔ اور دلوں کی مقبولیت خدا کی مقبولیت ہے۔ پس جب یہ بات ہے تو چند روز آپ کو اپنے مقصود کی طرف سالک کو رجوع کرنا لازم ہے۔

اِس طریق میں اوراد اور اذکار مختلف نہیں ہیں۔ کہ اُن سے فراغت پانے کے بعد دوسرے کاموں کی طرف مشغول ہوویں۔ اِن کا ورد ہوش دردم ہے۔

حضرت خجستہ فرجامی مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ کا قول ہے کہ پہلے چراغ روشن کرنا چاہیئے اُس کے بعد مطالعہ میں مشغولی ؎

دلا ئاے کہ داری دل درو بند | وگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

ترجمہ ؎ اپنے دوست میں دل لگاؤ۔ اور سب لوگوں سے آنکھ بند کر لو۔

قدسیہ۔ کشفِ قبور کا کچھ اعتبار نہ کریں۔ کیونکہ صورتوں کے انکشاف میں غلطی اور لغزش ہو جاتی ہے۔ حضور مع اللہ کے ظہور اور اس کے دوام کی کوشش کریں۔ اگرچہ آئینۂ عالم صاف ہو گیا ہو۔ اور نورانیت کے معنی بھی نظر سے ساقط ہو گئے ہوں مگر طلب اور سعی میں رہو۔ کیونکہ جذبۂ خواجگان اور اُن کا حضور ایک دوسری چیز ہے۔ اُس

مقام میں ماسوا کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ کبھی بالکلیہ اور اکثر بالاصالۃ ایک توجہ ہوتی ہے شش جہت سے اور آگاہی کا اقرار گاہ اس وجہ سے فوق کی طرف ہوتا ہے کہ عرش مجید کی جہت عالم وہم میں فوق کی طرف قایم ہوتی ہے۔ اور کبھی یہ توجہ تمام جہات کو لے لیتی ہے۔ اور وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ کے معنی ظاہر ہو جاتے ہیں اگر معنوی صورتیں اور اُن کی شکلیں محو نہ ہو گئی ہوں۔ اور صرف سُراب خیال کی طرح ساقط اعتبار ہو گئی ہوں۔ تو اُس وقت دریافتِ صورِ خیالیہ میں ھُوَالْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ آتا ہے۔ اور اگر اس توجہ کے غلبہ کے وقت تمام جہات یا اکثر میں صورتیں اور شکلیں بالکل محو ہو جائیں اور صفائی کامل ظاہر ہو - لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ کا مطلب ظاہر ہوئے۔ تو باہوش رہنا چاہیئے۔ کیونکہ معنویہ لباس کا تعلق درمیان میں ہے کم سے کم صفتِ حیات و ہستی ضرور رہتی ہے +

اب اور ایک نکتہ معلوم کرو کہ بوقتِ ظہورِ معنی وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ کے ممکن ہے کہ کوئی لباس حائل ہو۔ یا پورے طور پر اُس کی نظرِ محبت مجرد ہو گئی ہو۔ مگر حقیقت مقصود دریافت اور ادراک میں نہیں آسکتی۔ یہاں عشق اور محبت ہے۔ اور تصفیہ سِر کا ماسوا سے جب تک کہ حضور ذاتی اور حیرت صرفہ میں استغراق در استہلاک ظاہر نہ ہو گئے۔ اس سلسلہ کے اکابر اس کو فنا نہیں کہتے - ہم نے جو کہا تھا کہ ایک درجہ درمیان میں اور باقی ہے تو وہ یہی درجہ ہے +

قدسیہ۔ وَلایت (فتح واؤ کے ساتھ) اُس قرب کو کہتے ہیں جو بندہ کو حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ہوتا ہے۔ وِلایت (کسرہ واؤ کے ساتھ) اُس کمال کو کہتے ہیں۔ جو خلق میں مقبولیت پیدا ہونے کا سبب ہوتا ہے۔ اہل عالم اسی سے گرویدہ ہو جاتے ہیں اس کمال کا تعلق مکنونات سے ہے۔ کرامتیں اور تصرف اسی قسم میں داخل ہیں +

ایک شخص نے حاضرین سے سوال کیا۔ کہ برکاتِ الٰہی جو مستعدوں کو پہنچتی ہیں اُن کا شمار کس قسم میں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ وہ ولایت بالفتح کا اثر ہوتا ہے۔ اثنائے بیان میں طالبوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے حضرت نے فرمایا کہ جب مرید کا آئینہ پیر کے آئینہ کے مقابل ہوتا ہے مرید کے آئینہ پر بقدر مناسبت پرتو پڑتا ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بعض کو ولایت ان دو قسموں سے ایک ہی حاصل ہوتی ہے اور

بعض کو دونوں میں کامل حصہ ملتا ہے۔ یا کسی شخص کو ایک میں زیادہ اور دوسرے میں کم حصہ ملتا ہے +

مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم میں ہمیشہ وَلایت (بفتح) وِلایت (بالکسر) پر غالب رہتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس عالم کا کوئی مقتدا انتقال کر جائے۔ تو وِلایت (بالکسر) کو اپنے کسی مخلص کے حوالہ کر جاتا ہے۔ اور وَلایت (بفتح) کو اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کسی لغزش کی وجہ سے وِلایت (بکسر) ولی سے چھین لی جاتی ہے +

چنانچہ نفحات میں قصہ ابن الفارس میں پیر بقال کی نماز جنازہ کے امام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے +

قدسیہ! اولیا اللہ گناہ کبیرہ سے محفوظ نہیں ہیں۔ اگر ان سے اتفاقاً کوئی ایسا گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ تو اس سبب سے یہ کہہ دینا کہ وہ ولایت سے خارج ہو گئے جہالت کی بات ہے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ یا اکثر کونسی منزل میں رہتے ہیں۔ اس حال میں اگر کبھی ان سے کوئی لغزش بشریت کی وجہ سے ہو جائے تو اس میں ان کو معذور رکھنا چاہئے +

قدسیہ ممکن ہے کہ کوئی شخص حضرت حق سبحانہ میں اقرب ہو یعنی اضمحلال اور استہلاک رکھتا ہو۔ مگر اکرم نہ ہو جیسے کہ کسی شخص نے مقامات طے کئے ہوں اور بزرگی حاصل کی ہو۔ مگر استہلاک اور اضمحلال کا نتیجہ اس عالم میں نہ پایا ہو۔ تو وہ خدا کے پاس اکرم ہے۔ آیت اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اس پر ناطق ہے +

قدسیہ ۔ جذب اور محبت کا طریق بے شک موصل ہے۔ اس کا رخ سوائے حق سبحانہ کے اور کسی طرف کو نہیں ہوتا ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ اکثر ان میں روح انور کی طرف رکھتے ہیں آخر بعضے تو وہیں انوار میں رہ جاتے ہیں اور یہ انجذاب اور محبت تمام افراد انسانی میں موجود ہے مگر چھپا ہوا رہتا ہے چنانچہ اکابر مشائخ سلسلہ نقشبندیہ قدس اسرارہم اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں +

قدسیہ ۔ رویت بالبصر بعد موت کے ہوگی۔ کیونکہ رویت انکشاف تام کا نام ہے اور جب تک روح اس بدن سے متعلق ہے انکشاف تام نہیں ہو سکتا۔ چاہے کتنی ہی بے تعلقی کیوں نہ ہو جائے۔ کم سے کم علاقہ حیات تو ضرور باقی رہیگا۔ جب تک حرافت اصلی نہ پیدا ہو تعلق خودی کا باقی ہے +

قدسیہ۔ اگر کوئی شخص نیت صحیح اور اعتقاد درست سے راہ حق سبحانہ میں داخل ہو۔ اور آداب شریعت غرا بجالائے۔ اُس کو درویشوں کے اذواق اور مواجید اس عالم دُنیا میں نہیں دیئے جاتے۔ البتہ موت کے بعد دیئے جاتے ہیں۔ بلکہ اُس کو اس عالم سے رخصت ہوتے وقت اِس دولت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ احکام شریعت کی رعایت اور اخلاص اور توجہ بحق سبحانہٗ کی ہمیشگی بہت بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق اور وجدان اس نعمت سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ مصرعہ

این اشتہ باش کو دگر ہیچ مباش

ترجمہ: چاہے آدمی کچھ حاصل نہ کرے مگر اُس کو ضرور حاصل کرے

قدسیہ۔ بندہ کا ذات حق سبحانہٗ تعالےٰ کے ساتھ قرب اور اتصال اور تعلق کا اثر اس سے زیادہ نہیں ہے کہ اُس کو خدا سے دائمی آگاہی اور آرام حاصل ہو جاتا ہے جو اُس کو فنا کی طرف کھینچتا ہے۔ جب یہ نسبت حاصل ہوگئی تو سالک اس کے حصول سے مرتبۂ ولایت سے مشرف ہوگیا۔ اور وہ کمالات جو حصولِ مقامات اور تجلیات اسماء و صفات ہیں دوسرے طریقوں سے سالکوں کو بالتفصیل حاصل ہوتے ہیں۔ اور شئے ہیں۔ حق سبحانہ تعالےٰ کے ساتھ قرب و اتصال کی نسبت کا حصول مرتبۂ ولایت خاصہ تک پہنچاتا ہے اِس سلسلہ کے سالکوں کی سر حدِ فنا میں پہلے ہی داخل ہو جاتی ہے۔ اور مقام اندراج نہایت در بدایت جس کی طرف ہمارے اکابر سلسلہ نے اشارہ فرمایا ہے، حاصل ہو جاتا ہے ❖

قدسیہ۔ بزرگوں کی آمادگی تربیت وارشادِ خلق کے لئے تین سبب ہوتے ہیں۔ یا حق سبحانہٗ کی جانب سے اُن کو الہام ہوتا ہے۔ یا اُن کے پیر کا حکم یا مخلوق پر اُنکی شفقت۔ یعنی جب وہ مخلوق کو گمراہ دیکھتے ہیں۔ اور گمراہی کو مخلوق کے لئے باعث عذاب و ضرر جانتے ہیں۔ تو نہایت شفقت کی وجہ سے اُن سے عذاب کا دفعیہ چاہتے ہیں۔ پس شفقت کا مقتضا یہی ہے۔ کہ شریعت کی رواج دہی کو اپنے اوپر لازم کرلیں۔ اور خلق کو وعظ و نصیحت سے آداب کی حفاظت اور شریعت کے قائم رکھنے کی ہدایت کریں۔ جیسے کہ علم فقہ کا پڑھنا پڑھانا اور اُس پر اُن سے عمل کرانا۔ مگر اُن کو واصل حق کر دینا شفقت کی شرط نہیں ہے یہ بالائی شفقت ہے۔ اِس طریقہ کی تربیت کا ماحصل انجذاب ایمانی ہے جس کی دعوت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام دیتے آئے ہیں ❖

قدسیہ - تحقیق یہ ہے کہ جس جگہ اُن مکاشفات میں جن میں کہ خیال کو دخل ہوتا ہے۔ خطا ہو جاتی ہے۔ مگر اُن علوم یقینی میں جو اس ادراک پر وارد ہوتے ہیں خطا کو دخل نہیں ہوتا ہے اور اُس میں خطا جو ہو جاتی ہے اِس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ کسی مسئلہ کے علم میں اُن سے اپنی بعض مبادیات کو جو اس کے نزدیک یقینی طور پر مسلم و مقرر ہیں اس میں ملا لیتا ہے اِن کے ملنے سے اس میں یہ بات پیدا ہو جاتی ہے ورنہ خطا کو علم الہامی سے کیا علاقہ۔ چنانچہ علوم عقلیہ کے علما جو قوانین منطقی کی رعایت ملحوظ رکھتے ہیں۔ کبھی اُن کی فکر میں بھی بعض مقدمات مقررہ بیرونی کی مداخلت کی وجہ سے جس کو وہ منطقی خیال کرتے ہیں نتیجہ میں غلطی ہو جاتی ہے۔ ورنہ منطق وہ علم ہے کہ اس کی رعایت ذہن کو خطا سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر وہ قواعدِ منطق ہی کو بلا مداخلت مقدماتِ بیرونی استعمال کرتے تو ہرگز خطا نہ ہوتی +

اس موقعہ پر حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ متوجہانِ الی اللہ کو کشف کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ کشف کی دو قسمیں ہیں۔ اوّل نبوی کشف۔ یہ کشف کسی کام نہیں آتا۔ دوسرا اخروی کشف۔ یہ کشف کتاب و سنت میں بالصراحت مذکور ہے۔ جو عمل کرنے کیلئے کافی ہے۔ کوئی کشف اس کی برابری نہیں کر سکتا +

قدسیہ - توحید حاصل کرنا چاہئے۔ اور توحید محققین متکلمین کی یہ ہے کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہ سوائے خدائے پاک کے وجود میں کوئی موثر نہیں ہے۔ یعنی اپنی تمام قدرت کو حق کے حوالہ کرنا اور خود کو اس قدرت سے خالی پانا اگرچہ بعض متاخرین علما قدرت موثرہ کو بندہ کے لئے بھی فی الجملہ ثابت کرتے ہیں اور اُن کی توحید لَا معبُودَ اِلَّا اللّٰہ ہے مگر مذہب اصح وہی ہے کہ لَا مُؤَثِّرَ فِی الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰہ اور صوفیہ جس طرح کہ فعل و قدرت کو منسوب بحق رکھتے ہیں۔ بقیہ ساتوں صفات الٰہیہ یعنی علم و سمع و بصر و حیات و ارادہ کلام کو بھی حق کی طرف منسوب کرتے ہیں +

قدسیہ - اکثر محققین کا مذہب یہ ہے کہ جو شخص خدائے بزرگ و برتر اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان تحقیقی لائے تو پھر اُن کا ایمان کبھی رد نہیں ہوتا ہے۔ اور جو شخص ایمان لانے کے بعد مردود ہو گیا۔ اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کا ایمان ایمانِ تحقیقی نہ تھا۔ بلکہ تقلیدی کی حد تک تھا۔ شافعیہ کے مقولہ اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْشَاءَ اللّٰہ

تعالیٰ کا یہی مطلب بعض علماء نے بیان کیا ہے ۔

قدسیہ - مراقبہ کی حقیقت انتظار ہے اور انتظار مطلب میں غائی مقصود ہوتی ہے اس حالت میں کہ طالب اسی قوت اور طاقت سے نکل گیا ہو اور خدائے جل شانہ تعالیٰ کا مشتاق اور اسکی خواہش میں مستغرق ہو اور قوت کی دید کوشش کا غبار ہے اور حق تعالیٰ کا انتظار کرنا حق کی کشش ہے ۔ ایسا مراقبہ سوائے منتہی یا قریب الانتہا شخص کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا ۔ اسی لئے ابو الجناب نجم الدین کبرےٰ رحمۃ اللہ علیہ نے ان دس اصلوں میں سے جن میں موت بالارادہ کو بیان کیا ہے اس مراقبہ کو نویں اصل قرار دیا ہے لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کی تقلید کرنی چاہئے اور اپنے آپ کو اپنی طاقت اور قوت کی دید سے نکال کر انتظار میں رہنا چاہئے وہ تمام مراقبات جو مطلوب کو مثالوں اور خیال کی شکل میں مقید کرکے پیش کرتے ہیں ۔ اس مراقبہ سے کم درجہ کے ہیں ۔

ہر چہ پیش تو بیش ازاں رہ نیست عافیت فہم تست اللہ نیست

ترجمہ ۔ جو کچھ کہ تم دیکھ رہے ہو اور اس سے آگے کوئی راستہ نہیں وہ تمہاری سمجھ کی بموجب ہے وہ خدا نہیں ہے ۔

قدسیہ - عین الیقین ذات حق سبحانہ سے یہ مراد ہے ۔ کہ ذات حق کا پردہ اسماء و صفات میں علم حضوری حاصل ہو جائے ۔ اور حق الیقین سے یہ مراد ہے کہ یہ جان لیں کہ علم عین الیقین علم حضوری ہے ۔ اور عالم عین معدوم ہے ۔ تجلی صوری مقام کمال توحید میں پہنچنے سے پہلے داخل عین الیقین نہیں ہے ۔ کیونکہ ادراک میں جو کچھ آ سکتا ہے وہ صورت سے زیادہ نہیں ہے ۔ اس علم کے ساتھ کہ وہ صورت مدرکہ علم حق سبحانہ کی ہے اسی طرح تجلی معنوی بھی داخل توحید نہیں ہے ۔ کیونکہ اس میں بھی حاضر مدرکہ صورت علمیہ معلومات حق سبحانہٗ تعالیٰ سے ہے ۔ لیکن مقام کمال توحید پر پہنچنے کے بعد تجلیات مذکورہ داخل عین الیقین اور داخل حق الیقین ہیں ۔ بلکہ اس مقام میں سوائے تجلی ذاتی کے اور کوئی تجلی نہیں ہوتی ہے ۔ کیونکہ حقیقت میں سوائے احدیت مجردہ کے اور کچھ نہیں رہا ۔ اے موحد کامل صاحب ذوق یہ کچھ اسرار یعنی فرق تجلی ذاتی اور تجلی معنوی کے مابین ہم نے بیان کیا ۔ اس سے آگاہ رہو اگرچہ تجلی معنوی بھی پردہ اسماء و صفات میں ہے ۔ الحاصل جو چیز کہ ادراک میں آ سکتی ہے وہ تجلی اس کی طرف منسوب ہے ۔ پس ان اسرار کو خوب سمجھ ۔

قدسیہ - توکل یہ نہیں ہے کہ اسباب کو چھوڑ کر بیٹھ جائیں ۔ کیونکہ یہ بیہودہ ادبی ہے بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسباب مشروع یعنی کتابت وغیرہ فنون کو اختیار کریں

اور سبب کی طرف نظر نہ کریں۔ کیونکہ سبب مثل دروازہ کے ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مسبّب کی طرف پہنچنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ پس اس حالت میں اگر کوئی شخص دروازہ کو اس امید پر بند کرلے کہ اوپر سے اُس کا رزق آجائیگا۔ اُس نے اللہ تعالےٰ کے ساتھ بے ادبی کی۔ کیونکہ یہ دروازہ اُسی کا بنایا ہوا تھا۔ پس کھلے ہوئے دروازہ کو بند نہیں کرنا چاہیئے اور خدا پر سونپ دینا چاہیئے۔ چاہے وہ دروازہ سے بھیجے یا غیب سے عطا کرے۔ اُس کا اختیار ہے ✦

قدسیہ۔ تمام مشائخین قدس اللہ تعالےٰ اسرارہم کے طریقوں میں طریقۂ علیہ احرار یہ نقشبندیہ زیادہ تر قریب اور اعلےٰ ہے اُن کی پہلی داخلی ادراک بسیط میں ہوتی ہے۔ جو جہتِ خلق پر جہت حق کے غلبہ اور تجلّی انوارِ ذات اور درجۂ خاص کے ظہور کا مقام ہے اس کی ابتدائی حالت کو جو کہ ادراکاتِ مرکب کی مغلوبیت اور صبح سعادت کے آغاز کا ظہور ہے۔ حضور اور آگاہی کہتے ہیں۔ اور جب غلباتِ کشش اور انجذاب اور ادراکات کے درمیان سے سالک رختِ ہستی اُٹھا لیتا ہے۔ بلکہ اُس کو صفتِ آگاہی کا بھی شعور باقی نہیں رہتا ہے۔ تو اس حالت کو فنا اور فنا ء الفنا کہتے ہیں۔ اس نسبت کے تواتر کو وجود عدم کہتے ہیں۔ بلکہ اس نسبت متواترہ کے ظہور کو ایک بڑے مرتبہ کی چیز خیال کیا جاتا ہے ؎

وصلِ عدم گر توانی کرد کارِ مردانِ مرد توانی کرد

ترجمہ ؎ وصلِ اعدام اگر تم کو حاصل ہو جائے۔ تو بڑی جوانمردی ہے ✦

اسی وجہ سے اس حالت کے ظہور کے وقت کہا جاتا ہے کہ وجود عدم وجود فنا تک موصل ہو گیا۔ غالباً اس فنا میں صفات بشریت کی فنا مراد لیگئی ہے۔ پس جب حق سبحانہ محض اپنی عنایت سے ایسا نور عطا فرمائے جس کے پرتو میں اُس نور کا مطالعہ ہو سکے (کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ کی حضوری ایک پرتوا اوصافِ ذاتِ الٰہی کا ہے) تو اُس وقت سالک فناء حقیقی سے مشرف ہو جائیگا۔ نہ اُس کا نام باقی رہے گا اور نہ نشان اُس وقت جو کچھ اُس کی طرف منسوب ہو۔ وہ سب اصل کی طرف پہنچے گا۔ یہ مقام مقام بقا باللہ ہے۔ اور اس وجود کو وجود فنا کہتے ہیں ✦

اکابرِ طریقت قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ وجود فنا وجود بشریت کی طرف

عود نہیں کرسکتا یعنی اس امر پر عادت اللہ جاری ہے کہ سالک فانی اپنے اوصاف کی طرف رد نہیں کیا جاتا۔ اسی منزل میں ناقصوں کی تکمیل حوالہ ہوتی ہے۔ اس کشف کو کشف غلبہ کہتے ہیں۔ اور تجلی ذاتی اور شہودِ ذاتی اور یاد داشت کے نام سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ[1] کا حقیقی مطلب اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے۔ اور دیدارِ اخروی کو بھی اسی منزل میں ثابت کیا جاتا ہے۔ اور فرق احسان اور دید میں ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ صاحب جمال کا بوقت صبح اور بوقت اشراق مشاہدہ کرنے میں ہوتا ہے +

اکابر طریقت قدس اللہ اسرارہم نے کہا ہے کہ اگرچہ انکشاف ذاتی بصیرت کی صفت ہے۔ بصر کی نہیں ہے۔ مگر چونکہ حق سبحانہ نے خبر دی ہے کہ سہ پارہ چشم کو بھی اس دید میں دخل ہوگا۔ اس لئے ہم اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اگر حق تعالے یہ فرماتا کہ ہم اپنے دیدار میں تمہاری پیشانی کو دخل دینگے تو ہم اس پر بھی ایمان لے آتے۔ مَا نَظَرْتُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰهَ فِیْهِ اَوْ قَبْلَهٗ اَوْ مَعَهٗ[2] کے شہود کا اس طائفہ کے اصول کی اطلاع پانے سے پہلے اور اس کی تصدیق سے قبل کچھ اعتبار نہیں کرتے ہیں۔ اور اس شہود کو معائنہ نہیں کہتے ہیں۔ جیسا کہ بعضوں نے کہا ہے۔ ان بزرگوں کی زیادہ تر کوشش کشفِ غلبہ میں ہوتی ہے۔ اس نسبت کے غلبات میں نسبت کثرتِ صفاتیہ بھی اُس کی نظر سے محو ہو جاتی ہے۔ وہ فعل اور صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں دیکھتے۔ اور عرصہ وجود میں سوائے ایک ذات بحت کے ان کی نظر میں اور کچھ باقی نہیں رہتا۔ یہ مقام انبیا اور اولیا کی انتہا کا ہے۔ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى وَلَيْسَ وَرَاءَ الْعَبَّادَانِ قَرْيَةٌ۔ بے شک آپکے رب کی طرف انتہا ہے۔ اور عبادان سے آگے کوئی گاؤں نہیں ہے +

قدسیہ۔ قطع علائق سے مراد یہ ہے کہ دل دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے رہا ہو جائے۔ اور تمام احوال اور مشاہدات سے یکسوئی اور بے نیازی ہو جائے۔ اور کشش و قلق دائمی احدیت کی طرف پیدا ہو +

---

[1] اپنے خدا کی ایسی عبادت کر گویا کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے +

[2] جب کسی چیز کو میں دیکھتا ہوں اللہ تعالے اس میں یا اس سے پہلے یا اس کے بعد دیکھتا ہوں +

قدسیہ - حرکت قلبی جب موافق حرکت دوری کے ہو جائے تو سمع دل یا سمع خیال سے کلمۂ اللہ مسموع ہوتا ہے۔ اس سے مراد گوشت پارۂ صنوبری کا ذکر ہے۔ اس کو ذکر قلبی بھی کہتے ہیں۔ مگر یہ ذکر اعتبار سے باہر ہے۔ ذکر قلبی سے مراد جناب حق سبحانہ کی حضوری اور اُس کا شہود ہے۔ اور جب یہ بات حاصل ہو جائے اور دل اغیار کے خطروں سے رہائی پائے تو ذکر کو چھوڑ کر اس حالت کی محافظت کرنی چاہیئے۔ جب اس میں کمی پیدا ہو تو ذکر کرنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ شہود کی یہ دولت قائم ہو جائے۔ تو اُس وقت اِس دولت کے ساتھ ذکر کو جمع کرکے الطافِ بے نہایتِ الٰہی کا منتظر رہے اس کے بعد یہ بنا زل ہے نقال ٭

کرامت - کہتے ہیں کہ ایک جوان خراسانی مدتوں سے مزار حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ کا مجاور رہا ہوا تھا۔ اور حضرت کی روحانیت سے ہمیشہ التماس کیا کرتا تھا۔ کہ مرشدِ کامل و مکمل کا پتہ بتلائیے۔ تاکہ وہ اس کی خدمت میں پہنچکر کسبِ کمال کرے۔ ایک رات حضرت قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ نے اس کو واقعہ میں فرمایا کہ ان دنوں ایک بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے شہر دہلی میں آئے ہوئے ہیں تم اُن کی خدمت میں جا۔ جب بیدار ہوا۔ تو حضرت کی خدمت میں آیا اور شب کے واقعہ کو آپ سے عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے جیسی آپکی عادت تھی۔ نہایت تواضع اور انکسار سے فرمایا کہ فقیر اپنے آپ کو اس ارشاد کا اہل نہیں سمجھتا ہے۔ وہ بزرگ کوئی اور ہونگے وہ شخص اپنے مکان کو واپس چلا گیا دوسری شب میں پھر حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہٗ اس پر ظاہر ہوئے اور فرمایا کہ جس بزرگ کا ہم نے پتہ بتا دیا ہے۔ وہ وہی ہیں جن کی خدمت میں تم گئے تھے اور اُن کے انکسار کو تم نے دیکھا۔ پھر وہ شخص دوسرے روز حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں آیا۔ اور واقعہ شب گذشتہ کو عرض کیا۔ اور التجا و نیازمندی بجالایا۔ اور کہا کہ مَیں اب آپ کے آستانہ سے نہیں اُٹھونگا۔ چاہے آپ قبول کریں یا نہ کریں ؎

توخواہی آستیں افشاں خواہی دامن اندرکش
مگس ہرگز نخواہد رفت از دکانِ حلوائی

آپ چاہے آستین لٹکائیں یا سمیٹ لیں۔ مکھی کسی طرح حلوائی کی دکان سے نہ جائیگی ٭
حضرت قدس سرہٗ کو اُس کی حالت پر رحم آیا اور اس کو قبول کی بشارت دی

اور وہ تھوڑی ہی مدت میں حضرت کی خدمت میں مرتبۂ کمال کو پہنچ گیا۔

کرامت ۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی اور کرامتوں میں سے ایک بہت بڑی کرامت یہ بھی ہے۔ کہ حضرت تین چار سال سے زیادہ ہدایت اور ارشاد میں مشغول نہیں ہوئے۔ مگر اس تھوڑی سی مدت میں بندگان خدا میں آپ نے ایسا تصرف کیا کہ اکثر مشائخ وقت حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور آپ سے تلقین پائے اور آپ کے انوار اور برکات تمام روئے زمین میں سرایت کر گئے کہ جہاں کہیں جو کوئی طالب خدا تھا وہ آپ کی خدمت میں دوڑا چلا آیا۔ اس تھوڑی مدت میں ہندوستان سمرقند ہو گیا۔ اور طریقہ عالیہ نقشبندیہ احراریہ جو ہندوستان میں عنقا کا وجود رکھتا تھا۔ پوری طور سے مشہور ہو گیا۔ اور پھیل گیا ۔

جو بادہ الست کہ از نشاش جہاں مست ست
زمانہ مست و زمیں مست آسماں مست ست

ترجمہ ۔ مثل شراب کی کہ اس کے نشہ سے جہان مست ہے زمانہ مست اور زمین مست اور آسمان مست ہے ۔

حضرت خواجہ کی ابتدائے تشریف آوری دہلی کے وقت وہاں کے بعض مشائخ بزرگ نے حضرت کے ظہور سے غیرت کھائی یا اور بہت کچھ توجہات کئے۔ آخر اس سے انہوں نے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ اور نفع کے عوض نقصان پایا۔ مجبوراً حضرت کی خدمت میں آئے۔ اور مخاصان حقیقی میں شامل ہو گئے۔

کرامت ۔ خواجہ برہان الدین عبیدی قدس سرہٗ نے اکابر وقت سے نسبتیں اور اجازتیں حاصل کی تھیں۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حصول فیض کی درخواست کی۔ حضرت نے اُن کو رابطہ کے لئے حکم دیا۔ وہ متعجب ہوئے کہ یہ حکم مبتدیوں کے لئے مناسب حال ہے۔ اگر حضرت کچھ مراقبہ عالی کے لئے حکم دیں تو مناسب ہے۔ مگر چونکہ حضرت خواجہ سے اعتقاد درست رکھتے تھے اس لئے رابطہ میں مشغول ہو گئے۔ دو دن نہیں گذرے تھے کہ حضرت خواجہ کی صورت نے جس کو وہ محفوظ رکھتے تھے اور حضرت نے اس کا حکم دیا تھا۔ اُن پر غالب ہوئی۔ اور نسبت عظیم نے اُن پر غلبہ کیا یہاں تک کہ اُن پر سکر اور مستی کا غلبہ اس درجہ ہو گیا کہ باوجود تمکین اور شب خیزی

اور گرسنگی کے اس حال میں اختیار سے نکل گئے اور اُن کا ذکر زمین سے اوپر اچھلتا تھا اور اپنے آپ کو دیواروں اور درختوں سے دے دے مارتے تھے۔ حالانکہ جوانانِ قوی ہیکل آپ کو اس حالت میں سنبھالتے تھے مگر آپ اُن کے اختیار میں نہیں آتے تھے۔

کرامت۔ نقل ہے کہ ایک دن خطیب صاحب منبر پر تھے۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہٗ منبر کے سامنے تشریف فرما تھے اتفاقاً خطیب صاحب کی نگاہ آپ کے جمالِ مبارک پر پڑی۔ اسی وقت اُن کے اعضا میں لرزہ پڑ گیا اور اس حالت کا اُن پر ایسا غلبہ ہوا کہ طاقتِ گویائی کی باقی نہ رہی اور بے اختیار ہو کر منبر سے زمین پر گر پڑا۔

کرامت۔ ماہ رمضان المبارک میں ایک دفعہ سحر کے وقت ہمارے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے خادم کے ہاتھ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں فالودہ بھیجا۔ خادم نے سادہ لوحی سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت خواجہ دروازہ پر تشریف فرما ہوئے اور فالودہ کا کٹورا خادم کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور فرمایا کہ تیرا نام کیا ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میرا نام بابا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ چونکہ تو ہمارے شیخ احمد کا خادم ہے اس لئے تو ہمارے ساتھ ہے۔ یہ فرما کر حضرت خواجہ محل میں تشریف لے گئے اور خادم واپس ہوا۔ حضرت خواجہ کے دولتِ حضوری سے علیحدہ ہونے کے ساتھ اُس تصرف کی وجہ سے جو حضرت نے اثناءِ کلام میں اُس پر کیا تھا۔ ایک نسبت اُس پر غالب ہوئی اور رنگا رنگ فریاد و آہ و نعرہ و فغاں کرتے ہوئے گرتے پڑتے ہمارے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت نے اس سے پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے۔ وہ اسی مستی اور آشفتگی کی حالت میں کہتا تھا کہ میں ہر جگہ ہر چیز میں ایک نور بے رنگ بے نہایت دیکھتا ہوں جس کو بیان نہیں کر سکتا۔ ہمارے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ یقیناً حضرت خواجہ سے یہ بیچارا مقابل ہوا ہے۔ کیونکہ اُس آفتاب عالمتاب کے تقابل سے اس ذرہ ایک پرتو پڑا ہے دوسرے روز آپ نے شب کا قصہ حضرت خواجہ کی خدمت عرض کیا۔ حضرت نے مسکرا کر ٹال دیا۔

کرامت۔ سنا گیا ہے۔ کہ ایک فوجی افسر ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ملاقات کیلئے آیا۔ اُس کا نوکر اس کے گھوڑے کو لئے ہوئے دروازہ پر کھڑا تھا۔ کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ استنجے کے لئے باہر تشریف لائے اتفاقاً اُس ولایت پناہ کی نگاہ بیچارے سائیس پر پڑ گئی۔ بیخودی اور جذبہ اُس پر غالب ہوا اور گریہ وزاری شروع کی اور بے اختیار

خاک پر لوٹنے اور مرغ بسمل کی طرح زمین پر تڑپنے لگا۔ آخر عصر سے شب کا ایک حصہ گذرنے تک اُس کی وہی حالت بے قراری رہی پھر اُس کا جنون بڑھا اور بازار کی طرف روانہ ہوا اور اُسی حالت میں جنگل کی طرف دوڑتا ہوا نہ معلوم کہ کہاں چلا گیا۔ اس کے بعد نہ اُس کا کہیں کچھ پتہ چلا اور نہ کسی نے اُس کی کچھ خبر دی +

کرامت ۔ سیدی وسندی میر محمد نعمان سلمہ اللہ الرحمٰن اس مؤلف حقیر سے تذکرہ فرماتے تھے کہ اُن کی لڑکی کی ایک انا تھی اُنہوں نے اس کو ہر چند ہدایت کی کہ حضرت خواجہ قدس سرہ کی مرید ہو جائے مگر وہ ہمیشہ انکار ہی کرتی رہی ۔ ایک روز وہ کسی تقریب سے لڑکی کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لیگئی۔ اُنہوں نے اس عاجز کی لڑکی کو گود میں لے لیا۔ اور اس کے حال پر بہت کچھ مہربانی فرمائی۔ اُس نے حضرت کی ڈاڑھی مبارک پر ہاتھ مارا اور اُس کا ایک بال اُس کے ہاتھ میں آگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میر محمد نعمان کی لڑکی ہم سے یادگار لے رہی ہے۔ عجیب نظر دور بین تھی کہ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی اور حضرت کا وہ موئے مبارک آج تک ہمارے گھر میں بطور یادگار رکھے باقی ہے ؎

مرا از زلفِ تو موئے بسند است ۔ فضولی مے کنم بوئے بسند است

ترجمہ۔ مجھ کو آپ کی زلف کا ایک بال کافی ہے۔ یہ بھی زیادہ سی بات ہے صرف اُسکی بُو ہی کافی ہے +

جب وہ انا گھر واپس آئی تو تھوڑی دیر کے بعد اُس پر بے خودی اور جذبات کے آثار نمودار ہونے شروع ہوگئے۔ بیتاب و بے قرار ہونے لگی۔ ہاتھ پاؤں مارتی تھی آخر کار بے خودی نے غلبہ کیا اور ایک چیخ مار کر بے ہوش ہوگئی۔ اُس کے بائیں پہلو میں دل کی حرکت اس زور سے جاری ہوگئی کہ سب حاضرین بخوبی اس کا معائنہ کرتے تھے ایک مدّت کے بعد جب اس کو ہوش آیا۔ تو ہم نے اُس سے پوچھا کہ تجھ پر کیا حالت گذری اور تو نے اس حال میں کیا دیکھا۔ اُس نے کہا کہ حضرت خواجہ وقتاً فوقتاً عجیب و غریب ہیبت ناک شکلوں میں نمودار ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ میں بے ہوش ہوگئی۔ اس کے سوا اور میں کچھ نہیں جانتی ہاں یہ جانتی ہوں کہ میرا دل ذاکر ہوگیا ہے +

حضرت میر محمد نعمان علیہ الرحمۃ فرماتے تھے کہ ہم نے اُس کا حال حضرت خواجہ سے عرض کیا

آپ نے تبسّم فرمایا اور اُس کو طلب کر کے ذکر کی تعلیم دی۔ آج کل یہ عورت فیروز آباد دہلی میں صاحبِ حال عورتوں میں سے ہے ÷

کرامت۔ حضرت میر صاحب موصوف نے فقیر سے یہ بھی بیان کیا کہ چند روز تک بعض واردات اور سوانح شکریہ برخلاف شریعت حنفیہ مجھ پر غالب ہوئے میں نے ہر چند اپنی توجہ سے اُن کو دفع کرنا چاہا۔ مگر کامیابی نہ ہو سکی۔ مجبوراً حضرت خواجہ قدس سرّہ سے عرض کرنے کا ارادہ کیا۔ جب میں مسجد میں پہنچا تو جماعت تیار تھی۔ مگر ابھی تکبیر تحریمہ نہیں باندھی گئی تھی۔ میں بھی صف کے ایک طرف کھڑا ہو گیا اور حضرت خواجہ صف کی دوسری طرف تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ اس قبلۂ حقیقی کے جمالِ مبارک پر نظر کر کے تحریمہ باندھوں۔ اتفاقاً میری نظر آپ پر اور آپ کی نظر مجھ پر ایک ساتھ پڑی پس حضرت کی نظر مبارک سے وہ حالت جس کے زائل ہونے کا میں ارادہ کر رہا تھا فوراً زائل ہو گئی ÷

کرامت۔ حضرت میر صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ حضرت خواجہ قدس سرّہ کے مرضِ وفات میں حضرت کی تیمارداری اور خدمتگاری ایک رات باری باری مجھ کو بھی پہنچی اُسی رات کو حضرت نے ایک نظر مجھ پر ڈالی۔ اور ایک توجہ کی کہ اس کے اثر سے مجھ پر یہ حال غالب ہوا کہ جو کام مجھ سے صادر ہوتا تھا اُس کی بابت یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ آیا یہ کام حق تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے یا نہیں۔ چنانچہ ہر حرکت اور سکون اور قدم اٹھانے میں میرا یہی خیال قائم ہو گیا۔ اس کا راز جو مرضِ وفات میں حضرت نے مجھ کو بتایا تھا۔ یہ تھا کہ حضرت نے اپنے زمانۂ انتقال میں اپنے تسلیم و رضا کے دریا بے پایاں سے ایک موج اور اُس محیطِ بیکراں سے ایک قطرہ اس تشنہ جان کو پہنچا دیا تھا ÷

کرامت۔ ایک روز ایک درویش صاحبِ حال و کشف نے حضرت خواجہ قدس سرّہ سے عرض کیا کہ میں آج کل اپنے کام میں بندش اور اپنے باطن میں ظلمت دیکھتا ہوں معلوم نہیں کہ کس گناہ کے سبب سے مجھ سے مواخذہ فرمایا گیا ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرّہ نے اس بارہ میں توجہ فرمائی اور فرمایا کہ لقمۂ طعام میں احتیاط ترک ہو گئی ہے اُس نے عرض کیا کہ لقمہ وہی ہے جو ہمیشہ سے تھا حضرت نے فرمایا کہ بخوبی تلاش اور جستجو کرو اس کے سوا اور کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی ہے۔ یقیناً اُس کے کسی جزو میں فتور واقع ہوا

ہے۔ جب اچھی طرح جستجو کی گئی تو معلوم ہوا کہ کھانا پکانے میں جو لکڑی دیگ کے نیچے جلائی جاتی ہے اُس میں بے احتیاطی ہو گئی تھی ؛

کرامت۔ ایک روز ایک درویش صاحب حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کی نماز با جماعت میں حاضر ہوئے موسم جاڑے کا تھا اور اُن کے پاس لحاف نہ تھا اس لئے اُن کے دل میں خیال گذرا کہ اگر حضرت خواجہ مجھ کو لحاف عطا فرمائیں تو بہتر ہے۔ حضرت خواجہ نے سلام پھیرنے کے بعد فی الفور فرمایا کہ اس درویش کو لحاف دو۔ وہ درویش کہتا تھا کہ اس روز سے میں ہمیشہ خوف زدہ رہا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی خطرہ جس سے حضرت کو ملال پہنچے میرے دل میں گذرے۔ فی الحقیقت آنحضرت قدس سرّہٗ کا طریقہ بھی تھا کہ مجلس شریف میں اگر کوئی خطرہ گزرتا تو فوراً آپ کے باطن پر ظاہر ہو جاتا۔ آپ کا باطن لطیف مانند آئینہ کے تھا کہ سانس لینے کی گنجائش نہ تھی۔ اسی لئے حضرت خواجہ دو تو طرف اپنے مخلص احباب کو کھڑا کرتے تھے کیونکہ اگر کوئی بیگانہ آجاتا تو فوراً اُس کی غفلت اور نقصان یا اس کے خطرات حضرت کے آئینہ باطن میں منعکس ہو جاتے تھے ؛

کرامت۔ حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کے ایک ہم جلیس نے بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ہندوستان سے ماوراء النہر جانے سے پہلے لاہور میں نماز با جماعت ادا کرنے کے لئے ایک مسجد میں تشریف لیگئے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ اثناء نماز فرض میں حضرت کے سینۂ بے کینہ سے ایک آواز نہایت مہیب ظاہر ہوئی جس سے سب نمازی متحیر ہوئے۔ حضرت خواجہ قدس سرّہٗ فرضوں سے فارغ ہونے کے بعد نہایت عجلت کے ساتھ مسجد سے باہر نکل آئے تاکہ یہ راز مخفی رہ جائے۔ اِس کے بعد آپ نماز کیلئے مسجد میں تشریف نہ لائے۔ بلکہ اپنی قیام گاہ پر دو تین محرمانِ راز کے ساتھ نماز ادا فرماتے تھے ؛

اُنہی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ مکان مذکورہ میں جو دو تین شخصوں کے ساتھ حضرت خواجہ نماز ادا فرماتے تھے میں بھی اُن میں تھا۔ ایک روز اثناءِ نماز میں مَیں نے دیکھا کہ حضرت خواجہ کا مُنہ جس طرح قبلہ کی طرف تھا اُسی طرح ہماری طرف بھی ہے اور آپ ہماری طرف دیکھ رہے تھے۔ اِس حال کے دیکھنے سے میرے باطن میں غشہ پیدا ہو گیا۔ اور اُسی حالت میں مَیں نے نماز ختم کی اور جو کچھ مَیں نے دیکھا تھا حضرت سے عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ کہ

اِن اسرار کو ہرگز کسی سے بیان نہ کرو۔

قدسیہ۔ اربابِ بصیرت کے قلوب پر پوشیدہ و مخفی نہ رہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ سے ان عجیب و غریب کرامتوں کا ظاہر ہونا آنحضرت کے تکمیل کی دلیل ہے بسبب اتباعِ سنیہ مرضیہ نبویہ کے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کیونکہ آں سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے مروی ہے کہ اثناء نماز میں سینۂ بے کینہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ سے جوش و خروش ایک میل تک مسموع ہوتا تھا۔

نیز روایت کرتے ہیں کہ حضرت خیر البریہ علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ پشت سے بھی ایسا ہی ملاحظہ فرماتے تھے جس طرح کہ سامنے سے لیکن حضرت سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہر وقت یہی حال تھا اور حضرت خواجہ کو چونکہ اپنے وقت کے قطب تھے اور قطب کے بارہ میں کہا گیا ہے کہ وہ قدم بقدم حضرت رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوتا ہے۔ پس آپ کو ادائے فرض کے وقت جو مومن کی معراج ہے یہ حال حاصل ہوا۔ یہ امر مسلّم ہے کہ تابع کامل کو متبوع کے تمام کمالات سے حصّہ ملتا ہے۔

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ اپنے دستِ مبارک میں آئینہ لئے ہوئے تھے اور ایک کو ازواجِ مطہرات سے فرمایا کہ آؤ ہم تم ملکر آئینہ میں دیکھیں وہ عفیفہ فرماتی ہیں کہ مَیں نے آئینہ میں آپ کو پیر سفید ریش دیکھا مجھ پر خوف پیدا ہوا۔ اور مَیں لرزنے لگی۔ اور مَیں نے کہا کہ مجھے ایسی چیزیں نہ دکھایئے مجھ میں ان باتوں کے دیکھنے کی تاب طاقت نہیں ہے۔ آپ مسکرائے اور خود کو اپنی اصلی شکل میں کہ آپکی ریش مبارک سیاہ تھی دکھلایا۔

کرامت۔ ایک عزیز اکابر و فضلاء کبیر السّن میں سے نقل کرتے ہیں کہ ایک روز میں نمازِ جماعت میں حاضر ہوا۔ اُس جماعت میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ بھی تھے پہلی صف میں جگہ باقی تھی مگر حضرت خواجہ کے پہلو میں درویشوں نے ادب کی وجہ سے کچھ جگہ خالی چھوڑ دی تھی۔ چونکہ مجھ کو حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے اعتقاد تھا اور آپکو مَیں آپ کی کم سنی کے زمانہ میں دیکھ چکا تھا۔ اِس لئے ادب کا خیال نہ ہوا اور میں اُس باقی ماندہ جگہ میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر نہ گذری تھی کہ اُس کو عظمت کا دبدبہ مجھ پر غالب ہونا شروع ہوا۔ میں اپنے آپکو اس حالت سے بے اختیار ہو کر روک رہا تھا

مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو نوبت یہ پہنچی کہ اگر میں ایک قدم پیچھے اور ہٹتا تو چبوترہ سے نیچے زمین پر گر پڑتا۔ آخر کار میں خبردار ہوا اور اِس حال کے مشاہدہ سے آپ کے مخلصانِ حقیقی میں شامل ہوا +

کرامت۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت خواجہ قدس سرّہ کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں آئی اور کہا کہ میں بانجھ ہوں۔ اس لئے میرا شوہر دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اور بہت رنج اور بے قراری کا اظہار کیا۔ حضرت عصمت پناہ اس کو حضرت خواجہ کی خدمت میں لائیں اور اُس کی خواہش بیان کی۔ اتفاقاً اُس وقت حضرت خواجہ معجون فلاسفہ نوش فرما رہے تھے۔ اور چھری سے کچھ حصہ معجون کا آپ نے تناول فرما لیا تھا۔ اور کچھ اُس پر باقی تھا۔ فرمایا کہ بالفعل مادۂ الحیات حاضر ہے اِس کو کھالے اور اپنے شوہر کے ساتھ بسر کرے۔ امید ہے کہ حاملہ ہو جائیگی۔ ولی نعمت نے مادۂ الحیات کو آنحضرت کے ہاتھ سے لیکر اُس زنِ عقیمہ کو دیا۔ اُس نے درستی اعتقاد اور عقیدۂ کامل کے ساتھ اُس کو کھایا اور وہ رات اپنے شوہر کے ساتھ بسر کی۔ حضرت خواجہ کے نفس نفیس کی برکت سے وہ عقیمہ عورت اسی رات حاملہ ہو گئی۔ اور اُس کا شوہر دوسرے نکاح کے ارادہ سے باز آگیا +

کرامت۔ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرّہ کے گھوڑے کے سائیس کا لڑکا حضرت کی خدمت میں آیا۔ اور عرض کیا کہ میرے باپ کے پیٹ میں ایسا درد ہے کہ وہ قریب المرگ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اُس نے بے زبان (گھوڑے) کا حق لے لیا ہے۔ اگر وہ اُسے واپس دیدے تو اُس کو صحت ہو جائیگی۔ لڑکے نے اپنے باپ کے پاس جاکر حضرت خواجہ کا کلام نقل کیا۔ اُس نے کہا کہ حقیقت یہی ہے جو حضرت نے فرمائی ہیں نے کچھ روغن اور دانہ آج لے لیا تھا۔ اُس نے اُسے واپس دیا اُسی وقت اُسے صحت ہو گئی +

کرامت۔ سلسلۂ چشتیہ کے ایک شیخ زادہ صاحب نے حضرت خواجہ قدس سرّہ کی خدمت میں حاضر ہو کر طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا تھا۔ اور وہ حضرت ہی کی خدمت میں بسر کیا کرتے تھے۔ اتفاقاً اُن کو سخت بیماری عارض ہوئی جس سے قریب بہلاکت ہو گئے اور لوگوں نے اُن کی زندگی سے ہاتھ دھو لئے۔ اور مایوس ہو گئے۔ بعض اصحاب حقیقت نے

ان کی شدت مرض کی کیفیت حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں عرض کی۔ ارشاد فرمایا کہ اُن کے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ اس طریقہ کو ترک کر کے اپنے بزرگوں کی نسبت پیدا کرنی چاہیئے۔ اور اپنے آبائی سلسلہ کو اختیار کرنا چاہیئے اُن کا یہ خیال ہم پر ظاہر ہوا اور ہمارے دل کو رنج گزرا اور غیرت پیدا ہوئی۔ اِسی وجہ سے یہ مرض پیدا ہوا ہے۔ اُن سے کہو کہ اس خیال سے توبہ کریں تاکہ اِس ہلاکت سے رہائی پائیں۔ لوگوں نے یہ قصہ اُن سے بیان کیا اور اس سرگذشت سے خبر دی۔ اُنھوں نے کہا کہ واقعہ یہی ہے جو حضرت نے فرمایا ہے مجھ کو خیال ہوا تھا کہ طریقہ حضرت خواجہ کو ترک کر کے نسبت آبائی اختیار کروں۔ پھر اُنھوں نے اس سے توبہ اور معذرت کی فوراً اُن کا مرض صحت سے مُبدل ہو گیا۔

کرامت۔ ایک روز آپ کا ایک مرید حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں آیا اور اور عرض کیا کہ اُن کی بیوی سخت بیمار ہے اور حس و حرکت سے عاجز ہو گئی ہے۔ زندگی کی امید باقی نہیں رہی۔ ہماری تمنا ہے حضرت اس کے حال پر توجہ فرمائیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم اپنے مکان کو جاؤ۔ اور ایک چادر اپنی بی بی کو اڑھا دو۔ مرید صاحب مکان میں گئے اور ایک چادر اس بیمار عورت کو اڑھا دی۔ حضرت خواجہ اُن کے مکان میں تشریف فرما ہوئے اور اس فرشِ بیمار کے پاس تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ اور دفع مرض کے لئے اُس پر توجہ کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس کو صحت ہو گئی۔ پھر آپ باہر تشریف لے آئے۔ اور وہ صاحب حضرت کی متابعت کیلئے اپنے دروازہ تک باہر آئے۔ حضرت نے اُن کو رخصت فرمایا وہ اپنے گھر واپس آئے۔ تو دیکھا کہ اُن کی بیوی صحیح اور تندرست بیٹھی ہوئی ہے اور مرض کا کوئی اثر اس پر نہیں رہا۔

کرامت۔ ایک دفعہ حضرت کے ایک ہمسایہ پر نائب حاکم نے دست تظلم دراز کیا اور اُس کو گھر سے نکال دینا چاہا۔ یہ واقعہ حضرت خواجہ تک پہنچا۔ حضرت غضبناک ہو کر نکلے اور اس ظالم سے فرمایا کہ اس محلّہ میں فقراء رہتے ہیں۔ جب تک ہو سکے درگذر کرو۔ وہ اس ظلم سے باز نہیں آیا حضرت نے فرمایا کہ ہمارے حضرات خواجگان بہت عزت مند ہیں۔ صرف تیری جان ہی نہیں بلکہ بہت سی جانیں برباد ہو جائینگی۔ دو تین روز نہ گذرے تھے۔ کہ وہ ظالم چوری کی علت میں گرفتار ہوا۔ اور خویش و اقربا کے ساتھ قتل کیا گیا۔

کرامت۔ جس زمانہ میں حقائق آگاہ خواجہ حسام الدین احمد ترک حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت میں مشغول بہ طریقت تھے۔ ابوالفضل نامی ایک لڑکا آپ سے قرابت دامادی کی رکھتا تھا۔ اور ہمیشہ آپ کے کاموں میں مزاحم ہوتا اور فقر سے غنا کی طرف آپ کو کھینچتا۔ خواجہ نے اس ابوجہل وقت دشمن دین احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایذا رسانی کو حضرت خواجہ سے عرض کیا اور اپنی دلتنگی کا اظہار کیا حضرت نے فرمایا کہ اطمینان رکھو اس ملحد دین کا کام چند روز میں برہم جائیگا۔ پس جس طرح کہ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ظاہر ہوا۔ اور وہ انہیں دنوں میں مقتول اور مخذول ہوا۔ اسکی تاریخ قتل یہ کہی گئی ہے مصرعہ

تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

ترجمہ۔ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ کی تلوار نے باغی کا سر کاٹ لیا۔

کرامت۔ دہلی کے ایک عالم شیخ چاند بعمر ۵۰ سال نے ایک باکرہ لڑکی سے شادی کی کامل ایک سال تک وہ اس پر قادر نہ ہو سکے۔ اس ندامت اور ذلت کی وجہ سے اُن کا ارادہ تھا کہ دہلی سے چلے جائیں۔ اور ایسے گم ہو جائیں کہ کسی کو اُن کا پتہ نہ ملے اُن کا یہ ارادہ حضرت خواجہ قدس سرہ کی سمع شریف تک پہنچا۔ اور آپ کو اس کے حال پر رحم آیا۔ ایک روز حضرت سوار ہو کر تشریف لیجا رہے تھے۔ اثناء راہ میں اُن سے ملاقات ہوئی چونکہ وہ عالم تھے اس لئے حضرت خواجہ ان کی تعظیم کے لئے گھوڑے سے اُتر گئے۔ انہوں نے بہت نیازمندی کی اور حضرت کے پیروں پر گر پڑے حضرت نے اُن کو اُٹھا کر بغل میں لے لیا۔ اور دو تین بار اپنا سینہ اُن کے سینہ سے ملا کر اپنے جسم سے ملا لیا۔ اس اثنا میں اُن کے کان میں آہستہ فرمایا کہ آج اپنی اہلیہ کے ساتھ بسر کرو۔ ضرور اُس پر قادر ہو گے۔ اُن مولوی صاحب کا بیان ہے کہ جب میں حضرت خواجہ کی خدمت سے جدا ہوا اُسی وقت سے اپنے اندر ایک عجیب قوت محسوس پائی جس کا بیان بے حیائی ہے۔ الحاصل اُس رات کو میں نے اپنی بیوی کے ساتھ بسر کی اور حضرت خواجہ کی توجہ اور آپ کے اثر نفیس سے میں قادر ہوا۔ اور پھر اُس سے اولاد ہوئی۔

کرامت۔ ایک درویش نے جو حضرت خواجہ قدس سرہ کے مریدوں سے تھا ایک جماعت سے

کہا کہ حضرت خواجہ سے میرے حال پر خاص توجہ کرنے کے لئے عرض کرو۔ اُن صاحب نے اُس کی استدعا حضرت خواجہ کی خدمت میں پہنچایا حضرت نے فرمایا کہ اُس کا حصہ ہمارے پاس بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اُن صاحب نے اُس درویش سے جو کچھ کہ حضرت خواجہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ بیان کردیا۔ درویش نے اس ارشاد کو سُننے کے ساتھ ہی اپنا گریبان چاک کیا اور خاک سر پر ڈالی اور گریان و بریان فریاد کرتا ہوا نعرہ مارتا ہوا گرتا پڑتا آستانہ عرش نشان پر پہنچا۔ بے طاقتی کی وجہ سے راستہ میں متعدد جگہ کیچڑ میں گرا دستار کہیں گری اور جوتے کہیں اسی طرح دیوانہ وار حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی مسجد میں پہنچا۔ جب اسکی نظر حضرت خواجہ پر پڑی تو نہایت اضطراب اور کمال پیچ و تاب کے ساتھ دوڑ کر دیوانہ کی طرح حضرت خواجہ کو بغل میں کھینچا۔ حضرت خواجہ اس سے اُسی وقت الگ ہوئے اور فرمایا کہ ہماری پیشانی پر نظر کر۔ اُس نے حضرت کی پیشانی مبارک پر نظر ڈالی اُسی وقت بیہوش ہوکر خاک پر گر پڑا۔ حضرت خواجہ اندر تشریف لیگئے۔ دیر کے بعد جب اُس کو ہوش آیا تو لوگوں نے اُس سے اُس کی بے ہوشی کا راز دریافت کیا۔ اُس نے کہا کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی پیشانی انور میں مَیں نے جو کچھ دیکھا وہ بیان سے باہر ہے۔ اُس دیدار پر انوار کی تاب نہ ہو سکی۔ اور مَیں بے ہوش ہوگیا۔

کرامت ایک ضعیفہ کا جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے گھر کی ماماؤں میں سے تھی۔ تین چار سالہ لڑکا قلعۂ فیروزآباد کی دیوار پر سے گر پڑا۔ اُس دیوار کے نیچے پتھروں کا فرش تھا۔ اور اُس کی بلندی تقریباً چالیس گز تھی۔ لڑکے کی ناک اور کان کے سوراخوں سے خون بہنا شروع ہوگیا۔ اور سانس منقطع ہوگیا۔ اُس کی ماں کو گریہ وزاری اور بے تابی اور بیقراری کی حالت میں سوائے اس کے اور کوئی تدبیر نظر نہ آئی۔ کہ حضرت خواجہ کے قدم محترم پر سر رکھ کر اُس کی زندگی کے لئے عرض کرے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اتنی مضطرب کیوں ہو۔ ممکن ہے کہ نہ مرا ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ اُس لڑکے کو ہمارے حجرہ میں لے آؤ۔ چنانچہ آپ کے ارشاد کے موجب عمل کیا گیا۔ حضرت بھی حجرہ میں تشریف لائے اور تھوڑی دیر توجہ فرمائی۔ آپ کی توجہ عیسےٰ دم سے اس لڑکے میں آثار حیات نمودار اور حس و حرکت پیدا ہوئی۔ حضرت حجرہ سے باہر تشریف لائے۔ اور کرامت کو پوشیدہ رکھنے کی غرض سے فرمایا کہ مَیں نے پہلے ہی کہا تھا کہ غالباً وہ نہیں مرا ہوگا۔ چنانچہ وہ زندہ ہے صرف

اُس کے دل میں فرحت آگیا تھا +

بعضوں نے اس کرامت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت نے طلب کی ایک کتاب طلب کی اور اُس کو مکمل کر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا نہ مرے گا۔ سب حاضرین متعجب ہوئے کہ یہ بات کس کتاب سے ظاہر ہوئی۔ ستر کرامت کے لئے حضرت نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ اس کے بعد آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ اور توجہ پاک سے وہ لڑکا زندہ ہو گیا +

کرامت وفات فرمانے سے قبل حضرت نے اپنی بی بی صاحبہ سے فرمایا کہ اس سال میری عمر چالیس سال کی ہو گئی ہے ایک واقعہ عظیم پیش آنے والا ہے۔ چنانچہ اسی سال آپ نے وفات فرمائی +

کرامت۔ اسی زمانہ میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ سے کسی بزرگ کا انتقال ہونے والا ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ شہر دہلی کے کنارے کوئی جگہ اختیار کرنی چاہئے۔ اور تعلقات کو ترک کر کے وہیں مدفون ہونا چاہئے۔ اس بارہ میں آپ نے بعض احباب کو استخارہ کرنے کے لئے حکم دیا۔ استخارہ راست نہیں آیا۔ تو یہ ارادہ ترک فرما دیا گیا +

کرامت اسی زمانہ میں آپ نے فرمایا کہ یہ کہتے ہوئے دیکھا گیا ہے کہ جس غرض کے لئے تم کو لایا گیا تھا۔ وہ پوری ہو گئی۔ اب کوچ کرنا چاہئے +

کرامت۔ اسی زمانہ میں آپ نے ارشاد فرمایا یہ کہہ رہے ہیں کہ قطب زمانہ کی وفات ہو گئی۔ اور میں اُس وقت اپنے مرثیہ میں ایک قصیدہ بلیغ پڑھ رہا ہوں جس میں بڑی بڑی تعریفیں مندرج ہیں +

کرامت جب ماہ جمادی الثانی کی پندرھویں یا اٹھارھویں یا پچیسویں تاریخ علی حسب الروایات ہو گئی تو حضرت پر مرض کا غلبہ ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرما رہے ہیں کہ پیراہن پہنو۔ اس خواب کو بیان کر کے آپ مسکرائے اور فرمایا کہ اگر زندہ رہے تو ایسا ہی کرینگے ورنہ کفن پیراہن ہی ہے +

کرامت۔ اسی زمانہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے ایک مخلص نے سفر کا ارادہ کیا

آپ نے اُن سے فرمایا کہ چند روز تک کہیں نہ جاؤ۔ ہمارا وقت آخر ہو گیا ہے اس ضعف کی حالت میں آپ سے بہت کچھ دقائق علوم آپ سے ظاہر ہوتے تھے۔ اسی اثنا میں ایک رات استغراق اور استہلاک کا آپ پر ایسا غلبہ ہوا کہ حاضرین نے اس کو نزع کی حالت خیال کیا۔ بہت دیر کے بعد جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو فرمایا کہ اگر مرنے کے معنی یہی ہیں تو دنیا اچھی چیز ہے جس سے افاقہ اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے +

بروز دوشنبہ ماہ مذکور کی بیس کو آثار موت ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ اس حالت میں ایک درویش کی زبان سے کلمۂ یَا اِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ نکلا۔ آپ نے فوراً منہ پھیر کر اسکی طرف دیکھا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت خواجہ نامِ محبوب کے سُننے کے شوق میں بے اختیار متوجہ ہو گئے۔ اس کلام سے چشمِ مبارک میں آنسو بھر آئے۔ جب تھوڑا دن باقی رہ گیا تو آپ باآواز بلند اللہ اللہ کرنے میں مشغول ہو گئے۔ اور اُسی روز وفات پائی روز یکشنبہ بست و ششم ماہِ مذکور کو جس جگہ کہ آپ کے مریدوں کی رائے قرار پائی آپ کی قبر کھودی گئی۔ جب جنازہ اُٹھایا گیا۔ تو آپکے درویشوں نے جو مصیبت اور پریشانی کے سبب سے ڈریش ہو رہے تھے۔ بجائے اس جگہ کے کہ جہاں آپ کی قبر مبارک کھودی گئی تھی دوسری جگہ جنازہ اُتارا۔ وجہ اُس کی یہ ہوئی کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کسی وجہ سے مریدوں کے ساتھ اُس جگہ تشریف لائے تھے۔ اور وہاں قیام کر کے وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھی تھی۔ اُس جگہ کی خاک اُڑ کر حضرت کے دامن مُبارک پر پڑی۔ اس وقت زبانِ الہام ترجمان سے یہ نکلا کہ اس جگہ کی خاک ہماری دامنگیر ہو گئی ہے۔ پس مجبوراً اُسی جگہ جو کہ جوارِ قدم گاہِ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں واقع ہے اُس بادشاہ ہفت اقلیم ارشاد کو خزانہ کی طرح سونپ دیا گیا۔ اور ایک چبوترہ اونچا بنا کر اُس کو گھیر دیا گیا +

اس بقعہ شریفہ کے گل و گلزار اور اشجار قطعہ بہشت ہونے کی خبر دیتے ہیں گویا مقولۂ اَلْقَبْرُ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّۃِ اسی مکان عالیشان کے بارہ میں وارد ہوا ہے۔ عام طور سے آپکے مزار شریف کی تبرکاً زیارت کی جاتی ہے۔ اکثر فضلا اور عرفا نے اس صاحبِ کمال و اکمال کی تاریخ کہی ہے جن کا احصا اس مختصر کتاب میں ناممکن ہے ایک فاضل نے آپ کی یہ تاریخ کہی ہے ؎

رفت ہادیٔ شریعت مرشدِ اہلِ ہاں ‫ ‫ آنکہ بودش قبلۂ ارباب معنٰی صورتش
کے توانم نطق زد اندر صفات و ذاتِ او ‫ ‫ ہست سرتا پا ہمہ عالم گواہِ عظمتش
سر گروہِ نقشبندیہ بُد آمد زاں سبب
۱۰۱۲ھ
سرگروہ نقشبندیہ حسابِ رحلتش

دوسرے فاضل نے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

دائی بدوست باقی بُود ‫ ‫ وز خود ہمہ فانی آں صفت بُود
برخالق خویش جملگی عشق ‫ ‫ برخلق تمام عاطفت بُود
فرشتہ دلم بسالِ فوتش
۱۰۱۲ھ
خوش گفت کہ "بحرِ معرفت بُود"

اس حقیر قلیل البضاعت نے آنحضرت قدس سرہٗ کی تاریخِ رحلت اس طرح لکھی ہے ؎

آں خواجہ کہ کاملِ شریعت بُود ‫ ‫ دریائے معارفِ حقیقت بُود
۱۰۱۲ھ
دی ہاتفِ غیب گفت سالش با من ‫ ‫ سلطانِ ممالکِ طریقت بُود

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے حالات کے تذکرہ کے بعد ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی قدس سرہ العزیز کا ذکر اولیٰ اور لائق تھا۔ کیونکہ اس کتاب حضرات القدس کی بنا صرف حضرت کے مناقب و مآثر و مقامات و کرامات کے ذکر پر ہے۔ اور تصنیف کتاب کا مقصود اصلی اور علتِ غائی آنحضرت کے مقامات کا بیان کرنا ہے۔ مگر چونکہ آنحضرت اور آپ کے خلفا کا ذکر طویل الذیل ہے۔ اس لئے اُس کے لئے ایک دفتر علیحدہ لکھا گیا ہے۔ اب ہم حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے فرزندوں کے اور آپ کے بعض اصحاب کے ذکر پر اس دفتر اول کو ختم کرتے ہیں +

خواجہ عبید اللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ اس قرۃ العین ولایت کی ولادت باسعادت غرہ ربیع الاول ۱۰۱۰ھ ہجری میں ہوئی۔ چونکہ ایک بزرگ نے اس نوبہار گلشن معرفت کی ولادت سے قبل ایک واقعہ میں دیکھا تھا کہ حضرت خواجہ کو ایک صاحبزادہ بجوجہ عبید اللہ احرار ہوگا۔ اس لئے اسی اشارہ کی بنا پر آپ کا نام حضرت نے خواجہ عبید اللہ رکھا

اور آپ کو خواجہ کلاں بھی کہتے ہیں ۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے آپ کی تاریخ ولادت اِس طرح فرمائی ہے

در خانۂ کمترین عُلامے	شد بند گئے بزرگ نامے
ایں نام خجستہ ملکِ او	ان شاء اللہ شفیع من باد
او کردہ در سن خرابہ منزل	روز یکم ربیع الاوّل
بُد روزِ آحسنہ آں یگانہ	افتاد در سن سیاہ خانہ
طبعم غزل نشاطے گفت	دیدم تا گہ بہار بشگفت
تاریخ شناس تیز بیں مرد	بشگفت بہار در خط آورد

ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہٗ فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ضعفِ بدن مجھ پر غالب ہو رہا ہے۔ اور اُمیدِ حیات کم ہو رہی ہے۔ پس تم لڑکوں کے حالات سے خبردار رہنا۔ پھر آپ نے دونوں مخدوم زادے خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبد اللہ کو اپنے پاس طلب فرمایا اُس وقت دونوں صاحبزادے اپنی اناؤں کی گودوں میں تھے۔ آپ نے مجھ کو حکم دیا کہ اِن پر توجہ کرو۔ مَیں نے تواضع کی۔ حضرت نے مبالغہ فرمایا۔ ناچار حضرت کے سامنے دونوں مخدوم زادوں پر توجہ کی گئی یہاں تک کہ توجہ کا اثر ظاہر ہوا۔ خواجہ کلاں نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اپنے والد بزرگوار کے سلسلہ کی اور طریقۂ انیقہ کی تحصیل فرمائی ہے اور علوم ظاہری کی تحصیل تمام کی۔ آپ علم تاریخ اور انساب میں حصّہ کامل رکھتے ہیں اور تصوف میں آپ کو شغف خاص اور علم انشا میں قدرت کاملہ حاصل ہے۔ مخدوم زادہ کے اخلاق حسنہ و طریق وقار و سکینہ و تمکین طبعی و جبلی اُس مخدوم زادہ کی جو اپنے بزرگوں کے طریقہ پر بے نظیر اِن زمانہ سے ہیں۔ خلوت و گمنامی و تنہائی میں بسر کرتے ہیں مطالعہ کتب آپ کا انیس و رفیق ہے۔ آپ کے اکثر اوقات تصنیف میں صرف ہوتے ہیں۔ تذکرہ مشائخ بقدر ایک لاکھ اشعار یا کم و بیش میں آپ نے تصنیف فرمایا ہے۔ اور اِس کے سوا بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ چونکہ حقیر مؤلف مخدوم زادہ کی ملازمت سے مشرف نہیں ہوا ہے اور آپ کے حقیقت احوال سے کما حقہٗ اطلاع نہیں رکھتا ہے اِس لئے اسی قدر ذکر پر اکتفا کرتا ہے ۔

خواجہ عبداللہ سلمہ اللہ تعالیٰ

آپ حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کے دوسرے فرزند ہیں۔ اس گلبنِ گلزارِ حقیقت کی ولادت باسعادت آٹھویں ماہ رجب ۱۰۱۰ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ آپ حضرت خواجہ عبیداللہ قدس سرّہٗ سے جو دوسری والدہ سے ہیں چار مہینہ چھوٹے ہیں۔

حضرت خواجہ قدس سرّہٗ نے آپ کی تاریخ ولادت میں چند اشعار فرمائے ہیں۔ خواجہ زادہ آزادہ صورت اور سیرت میں اپنے والد عالی قدر کے ساتھ پوری مشابہت رکھتے ہیں۔

آپ نے قرآن مجید حفظ کیا ہے اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تحصیل ختم فرمائی۔ اب درسیات کا پوری مہارت کے ساتھ درس دیتے ہیں۔ اور علم تصوف سے بہرۂ کامل رکھتے ہیں۔ اور اس علم کے دقائق میں آپ فائق ہیں باعتبار علم کے نیز باعتبار ذوق وحال کے۔ آپنے اس علم میں رسائل عربی و فارسی نہایت پاکیزہ تصنیف فرمائے ہیں۔ آپ کے اشعار گلوگیر دلپذیر ہوتے ہیں۔

علم طریقت میں آپکا انتساب ہمارے حضرت امام ربّانی قدس سرہ العزیز سے ہے۔ جب طلب خدا آپ کے نخلِ خجستہ سیرت کو دامنگیر ہوئی تو دہلی سے نہایت شوق و نیازمندی کے ساتھ پا پیادہ سرہند تشریف فرما ہوئے۔ اور ہمارے حضرت امام ربانی قدس سرّہٗ کی شرف ملازمت سے مشرف ہوئے۔ اور حضرت کے اشفاق بے حد و الطاف بے شمار سے ممتاز ہوئے۔ ہمارے حضرت حسب وصیت حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ اور طلب صادق خواجہ زادہ تربیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ذکر و مراقبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی تعلیم دی۔ پس حضرت خواجہ زادہ ایک مدت تک خدمت آستانہ عرش نشان پر بکمالِ خاکساری کے ساتھ مقیم رہے۔ اور واردات کثیر البرکات سے سعادتمند ہوئے۔ اور توجہات خاصہ اور نظراتِ مخصوصہ حضرت کی دیکھی۔ اور آنحضرت قدس سرّہٗ کے علوم و معارف خاصہ سے بہرۂ کامل حاصل کیا۔ نیز علم کلام کی بعض کتابیں مثل شرح مواقف وغیرہ اور بعض رسائل صوفیہ حضرت کی خدمت میں پڑھے۔ اسی طرح چند بار پیادہ و سوار نہایت مسکنت و انکساری اور تجرید

وتفرید کے ساتھ دہلی سے سرہند تک آنحضرت قدس سرہٗ کی قدم بوسی کے لئے آئے۔ اور مدتوں تک آنحضرت کی خدمت میں بسر کی اور فیض و برکات پائے اور آنحضرت کی خلافت و اجازت ارشاد سے سعادت گیر ہوئے۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس خواجہ زادہ کی شان میں فرمایا کرتے تھے کہ آپ محمدی المشرب ہیں۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ آپ محبوبین سے ہیں۔ نیز یہ بھی فرماتے تھے کہ مغلوبانِ نسبتِ توحید سے ہیں۔ آنحضرت نے اس الاقدر کے عرض احوال کے جواب میں خطوط عالیہ نگارش فرمائے ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ ہے:۔

مکتوب صحیفہ شریفہ پہنچا۔ اُس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی نسبتِ حضور اور اُس کے غلبہ کے متعلق جو کچھ آپ نے لکھا تھا بہت نیک اور مرغوب ہے یہ دولت آپ کو تین چار سال میں میسر ہوگئی ہے۔ دوسرے سلسلوں میں اگر دس سال میں حاصل ہو جائے تو نعمتِ عظمےٰ شمار کی جاتی ہے۔ پس اس نعمت کا شکر بجالاؤ۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ آپ کی نظرت بلند ہے اور ایسے احوال کی تعریف آمیزش عجب سے مبرا ہے اس لئے اظہار نعمت کیا گیا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ نصِ قطعی ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ پیشگاہ توحید ظاہر ہونے لگی ہے۔ یہ دولت بھی آپ کو مبارک ہو اور نہایت ادب کے ساتھ اس واردات کو قبول کرو۔ مگر اس حال کے غلبہ میں آدابِ شرعی کی اچھی طرح رعایت کرو اور اس بندگی کے حقوق کما حقہٗ بجالاؤ۔

ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے ایک مخلص کو اس خواجہ زادۂ عالی درجہ کے احوال کی خیر مآل اس طرح تحریر فرمائی تھی کہ جناب خواجہ عبداللہ رمضان سے قبل دہلی تشریف لے گئے خدائے پاک کا شکر ہے کہ انہوں نے اس سفر میں بہت سے فوائد حاصل کئے اور ورق کو تمام کیا اور غلبات توحید سے دریائے تنزیہ میں غوطہ کھا رہے ہیں اور اس کے عمق کی طرف متوجہ ہیں۔ اور ظاہر سے باطن کو بلکہ باطن بطون میں جا رہے ہیں خواجہ زادۂ والا دودمان نے متعدد عرائض مشتمل احوال حسنہ واردات عالیات ہمارے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں تحریر فرمائے ہیں۔ دو عریضوں کے ذکر پر اس کتاب میں اکتفا کیا جاتا ہے۔

عریضہ۔ بندۂ مہجور پرتقصیر محمد عبداللہ کی عرض داشت یہ ہے کہ اوقات گرامی

آنحضرت کی دعا سلامتی میں گزر رہے ہیں خارج از حضور سے دوری پر ندامت پشیمانی اس قدر ہے۔ کہ گفت و شنید میں نہیں آسکتی ہے۔ اتنی شوریدگی اور سرگردانی ظاہر ہے کہ اُس کا ایک شمہ بیان نہیں ہو سکتا۔ سراپا درد واندوہ ہے۔ باوجود اس کے خداوند کریم کا شکر ہے کہ رابطہ باطن کی نسبت میں جس کا حاصل فنا و نیستی ہے۔ ذاتاً وصفۃً و عیناً واثراً کوئی فتور نہیں ہے۔ فتور کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ وطن اصلی کی طرف رجوع کرنے کے بعد ہوائے غربت سر میں نہیں سما رہی ہے۔ اور انسہائے غریبہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اسرار عجیبہ جلوہ گر کئے جاتے ہیں۔ باطن کو اُن میں سے کسی چیز کی طرف التفات نہیں ہے۔ دریائے عدم میں پانی سر سے گذر گیا ہے۔ یہ سب آنحضرت قدس سرہٗ کی خدمتگاری و بندگی کی طفیل ہے۔ آپ کی ذات مبارک تا قیام قیامت طالبوں اور سالکوں کے سر پر باقی رہے ❊

دوسرا عریضہ۔ کمترین خدام والا درگاہ محمد عبد اللہ بار یافتگان درگاہ برو گان محفل خلد مشاکل حضرت خداوندی قبلہ گاہی ام ارشادہٗ کی بارگاہ اقدس میں عرض کرتا ہے کہ احوال اس طرح گذر رہے ہیں۔ جن کا ذکر فرصت از طلب کرتا ہے معلوم نہیں کہ سرانجام کار کیا ہے۔ اور آخر کہاں تک جائیگا۔ ایک شورش بہت پیدا ہوئی ہے۔ دریائے حقیقت موج زن ہے۔ ہر دم دوسری موج پیدا ہوتی ہے۔ اور قطرہ کا شریعت عشق کی موج بنتا۔ افسوس! افسوس میں کیا لکھ رہا ہوں۔ قطب دارالحضور کی خدمت میں یہ دیوانگی امید کہ دیوانگی بخشدینگے ؎

گہ گریم و گاہ خندم گہ افتم و گہ خیزاں
آموختہ ام مستی از دلبر مستانہ

ترجمہ۔ کبھی میں روتا ہوں اور کبھی ہنستا ہوں کبھی گرتا ہوں اور کبھی اٹھتا ہوں میں نے مستی دلبر مستانہ سے سیکھی ہے ❊

اے قبلۂ خدا پرستان کرم کیجئے تا کہ گرداب جنون سے ساحل ہوش میں آؤں۔ اس سے زیادہ عرض کرنا گستاخی ہے ❊

العبودیّۃ۔ ہمارے حضرت قدس سرہٗ نے ایک واقعہ میں مخدوم زادہ کو ایک بشارت دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اُس کو اس طرح نظم کیا ہے ؎

امام زماں قطب اقطاب عالم　　کہ چوں او ندانم کہ بگذشت یک تن
زبس ہمت و وسعت فیض باطن　　بہ تجدید الف دوم شد معین
چو بہر شفاعت بہ محشر در آید　　جہانے زہاں گرد دستش بہ پیرامن
ثنا نش بسیں شد ازاں کو ملک را　　جدا کرد از خدمتش رب ذو المن
بسال ہزار و چہل نہ ز ہجرت　　شب بیستم از رجب گفت با من
کہ اے برگزیدہ خداوند قادر　　کہ بے اذن او جاں نہ پیوست با تن
تمام گزیدہ روزگار تو کردم　　ہمی چند باشی بمرکز تو ممکن

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس خواجہ زادہ کے وسعت مشرب سے ہمیشہ ہراساں رہتے تھے۔ کہ ان تمام یقینات کے ساتھ اپنے والد ماجد کے مسند ارشاد اور سجادہ پر جانشین ہو سکینگے یا نہیں۔ اور طالبوں کو فائدہ رسانی میں دماغ وری اور سرگرمی کر سکینگے یا نہیں۔ چنانچہ اسی طرح واقع ہوا کہ ایک دو شخصوں کو حکم حضرت کی تعمیل کے لئے طریقہ کی تعلیم دی۔ اور حضرت وارستگی و بے تعینی سے اس امر جلیل القدر کی پابندی نہ کر سکے۔

شیخ تاج الدین سنبھلی قدس سرہٗ

آپ کو ابتدائے ارادت اور خلافت شیخ اللہ بخش خلیفہ میر سید علی قوام جونپوری قدس سرہما سے حاصل ہوئی مگر حضرت صمدیت جلت عظمتہ کی عنایت بے غایت سے آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کی مختلف تربیتوں سے مراتب کمال و تکمیل کو واصل ہوئے۔ آپ ہند کے بزرگ زادوں سے ہیں۔ اور فضائل ظاہری سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ اور نہایت شیریں سخن تھے۔ حکایات رنگین دلفریب اداؤں سے نقل کرتے تھے۔ جب آپ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو مغلوب الحال پاتے تو لطائف کلمات سے حضرت کو باتوں میں مصروف کرتے تھے۔ خواجہ بزرگوار قدس سرہٗ سے اسرار کے دریافت کرنے میں سب سے زیادہ دلبر تھے۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا ارادہ شیخ صاحب کو خلافت عطا فرمانے کا ہوا تو حضرت کو یہ خیال ہوا کہ اگر شیخ تاج بھی اس کے متعلق واقعہ میں کچھ دیکھیں تو بہتر ہوگا

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت شیخ نے معاملہ میں دیکھا کہ حضرت علی عزیزان قدس سرہٗ نے اپنی کلاہ ترکی آپ کے سر پر رکھی ہے حضرت خواجہ نے اس واقعہ سے سماعت فرمانے کے بعد شیخ کو خلافت دی۔ اور آپ کے وطن مالوف سنبل کی جانب آپ کو رخصت کیا۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خلافت عطا فرمانے کے بعد سے آپ کے نفس اور نظر میں ایسا اثر عظیم پیدا ہوا کہ جس شخص کو آپ اس طریق کا ذکر تلقین فرماتے اس کو جذبات اور غلبات گھیر لیتے۔ اور اس سے ارادات و احوال ظاہر ہونے لگتے تھے۔ آپ نے حضرت کے حسب الارشاد سفر وطن اختیار کیا۔ اور ارشاد و اصحاب و ہدایت طلاب میں مشغول ہوئے۔ بعض لوگوں نے سنبل کے ایک دیوانہ ابو بکر مرید شیخ الٰہ بخش وغیرہ کو شیخ سے بھڑا دیا۔ آپ نے اس کو تادیب ضرب سے یگانہ کر کے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں اظہار ملال کیا۔ خواجہ بندہ نواز نے آپ کو اس نامۂ عنبرین خوشبو سے سرافراز فرمایا۔

مکتوب۔ شیخ ابی بکر سے جو دماغ خشکی آپ نے کی تھی۔ اس کو ہم نے پڑھا۔ ایسی چیزیں مقام شفقت کے مناسب نہیں ہیں۔ جبکہ اولیاء کبائر سے محفوظ نہیں ہیں تو نامراد بیچارہ جس نے چند ہی روز سلوک طریق سے تصفیہ کیا ہو۔ کیونکہ محفوظ اور معصوم ہو سکتا ہے۔ تاکہ خلاف امید اس سے ظاہر نہ ہو سکے۔ خصوصاً دیوانہ سے جو سلوب العقل ہو استقامت صفات کی امید نہ رکھنی چاہیئے۔ خواہ وہ مرتبۂ ولایت تک کیوں نہ پہنچ چکا ہو۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس وقت کونسا امر نامعقول اس کی ذہن میں پسند آگیا۔ جس کی وجہ سے صورت صواب اس کی نظر سے پوشیدہ ہو گئی۔ دیوانوں کا کارخانہ ہی الگ ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ تکالیف شرعیہ عقل سے متعلق ہیں۔ الحاصل ہر ایک کو اس کے مرتبہ پر معذور رکھنا چاہیئے۔ اور نظر فاعل حقیقی پر ہے۔ بلکہ معیت وجود کو دیدۂ ادب سے پہچانو کیونکہ نفوس مختلف ہیں۔ بعض امارہ ہیں اور بعض مطمئنہ اور بعض درمیانی۔ جس کو لوامہ کہا جاتا ہے۔ یہ بھی اگر ذوی العقول ہوں تو اس صورت میں ہے مطمئنہ اولیاء کے نفوس ہیں۔ ارباب نفوس امارہ کو بھی معذور رکھنا چاہیئے۔ بلکہ نظر لطف دید سے ہر کام میں مطالعہ جمیل سے کام لیتے رہے ہو۔ اہل سنبل کے طعن کا بھی انکار مت کرو بلکہ انہیں نظر رحم سے ان کو دیکھو۔ کیونکہ یہ لوگ استقامت عقل سے نکل گئے ہیں اور شیوۂ نفوس امارہ

کو فراموش کر چکے ہیں۔ اگر کوئی عاجز کنارہ کشی کرے۔ تو اُس کے بطلان پر کیوں حکم لگاتے ہو اور اُس کے تمامی امور کو تلبیس میں کیوں داخل کرتے ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ ملامت اولیا کے نصیبہ میں ہی ہے۔ ہم خود ایسے امور کے ظہور میں دوسرا طریق رکھتے ہیں۔ جب ہم تک کوئی ملامت پہنچتی ہے۔ تو ہم اپنے میں دیکھتے ہیں۔ پس اگر ہم کوئی بری بات اپنے اندر پاتے ہو تو ان اشارات کو پندِ غیبی جانتے ہیں۔ چنانچہ اس بارہ میں ہم نے بھی اپنے اندر نفاق اور تلبیسات پائیں۔ اور بارگاہ کرم ایزدی میں اُن سے پناہ طلب کی انشاء اللہ تعالےٰ جاتی رہینگی۔ اتنا بتلاؤ کہ سنبلیوں کی ملامت سے تم کو کیا نقصان پہنچے گا۔ کیا تمہاری عبادت قبول نہ ہوگی۔ یا صفاء توجہ جاتی رہے گی یا درگاہ خداوندی میں سے رد کر دئیے جاؤ گے۔ ع

معشوقہ ترا و بر سرِ عالم خاک

ترجمہ۔ تمہارا معشوق تم کو ملجائے اور اوروں کے سر پر خاک والسلام

دوسرا مکتوب۔ نیز حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے شیخ کو لکھا ہے۔ کہ

اے عزیز میرے! ہدایت مطلق مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی کے پرتو میں ہے کہ باطن سالک محبت ذات اقدس میں گرفتار رہے۔ اس کی علامت یہ ہے کہ با وجود دردِ دُوری کے تمام مقام و مشاہدات و مراتب و اطوار اُس کی ہمت کے سامنے حقیر رہیں ؎

رندے چند کہ کس نداند چند ند بر نسیہ و نقد ہر دو عالم خندند

ترجمہ۔ چند ایسے رند ہیں کہ اُن کو کوئی نہیں جانتا۔ وہ دنیا کے نقد اور ادھار پر ہنستے ہیں۔

ایسی حالت والا شخص سالک اس حالت سے علیحدہ ہونے پر مقام بندگی میں پہنچکر اسم اَلْغَنِیُّ کا مظہر ہوجاتا ہے۔ اور اس کا فقر انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ ع

اَلْفَقْرُ اِذَا تَمَّ هُوَ اللّٰهُ این است

یہ معنی بے استغراق وکشش اعلےٰ کے اور بغیر معلوم کئے اس امر کے کہ کشش دست و پا اور صور کائنات اور اشباح عالم کی سراب سے زیادہ نہیں ہے میسر نہیں ہو سکتے۔ آپکا کلام شریف ختم ہوگیا۔

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے دارالخلافہ کا سفر فرمایا تو آپ نے آوارہ دلی کی وجہ سے سیر و سیاحت بلاد کو اختیار فرمایا۔ اور اکثر ممالک ہندوستان و کشمیر کی سیر کر کے زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و کرامۃً کی طرف متوجہ ہوئے۔ ان ممالک متبرکہ کے

ساکنین سے آپ سے نہایت اخلاص پیدا ہوا۔ شیخ محمد علان قدس سرہٗ کہ اعیان و اکابر حرم سے تھے۔ اور اس دیار منبع الانوار کے اکابر میں علم اور پرہیزگاری اور عمل و ریاضت و قناعت میں بہتر تھے۔ آپ کی ارادت میں داخل ہوئے۔ اس سے آپ کی شہرت اس سرزمین میں بہت کچھ ہوئی۔ شیخ کو دیار عرب میں شیخ شیخ اعلان کہا جاتا ہے۔ آپ مختلف دفعہ دیار عرب سے دیار عجم میں آئے۔ اور پھر حج کے وقت ان ممالک شریفہ میں پہنچ گئے۔ ایک بار آپ ولایت لحسہ اور بصرہ میں تشریف لیگئے۔ یہاں ایک جماعت کثیر اور جم غفیر آپ کی ارادت میں داخل ہوئی۔ اور گرمی صحبت اور اجتماع احباب بابِ جمعیت مرتبہ کمال کو پہنچ گیا تھا۔ کہ زمانہ عرفات نزدیک آیا۔ پس آپ بیقرار ہو گئے اور اس ہنگامہ کو درہم برہم کر دیا۔ اور شیخت کو ایک طرف رکھ دیا۔ اور یہیں سے لباس احرام پہنکر ایک ناقہ اور دو خادموں کے ساتھ توکل کے قدم بقدم فقر و فاقہ کے ساتھ متوجہ بیت اللہ و روضۂ منورہ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہوئے۔

ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ اس سال یعنی ۱۰۳۷ھ ہجری میں جبل عرفات پر میں نے شیخ کو دیکھا کہ اُن کے احرام کے کپڑے زیادہ دن گذر جانے کی وجہ سے نہایت میلے ہو گئے تھے۔ اور آپ کے سر اور ڈاڑھی کے بال ژولیدہ اور چہرہ غبار آلودہ ہو گیا تھا۔ آپ کی ریش سفید اور چشم سُرخ سفر کا بلکہ نشر دیگر کا پتہ دے رہی تھی۔ شیخ صاحب کمال کے اس حالت کو دیکھ کر میں بہت متاثر الحال ہوا اور میرا اعتقاد آپ کی جانب اور زیادہ ہو گیا۔ بیت

دوست آوارگی ہمی خواہد   رفتن حج بہانہ افتادہ

اس حال میں آپنے فرمایا کہ میں مہینوں اور برسوں جنگلوں اور بیابانوں میں پھرا اور این و آن کو آزماتا رہا۔ مگر اب میں اپنے مولا کے گھر کی جاروب کشی کر رہا ہوں تاکہ یہیں خاک ہو جاؤں۔ مصرعہ

خوشا آں سر کہ بر آں آستانہ خاک شود

ترجمہ: وہ کیا اچھا ہے جو اس آستانہ کی خاک ہو جائے

اس زمانہ میں کہ اب ۱۰۴۹ھ ہجری ہے آپکی عمر شریف قریب نوّے ۹۰ سال کے ہے آپنے بیت اللہ شریف کے قریب ایک زمین خریدی ہے۔ اور وہیں سکونت پذیر ہو گئے ہیں۔

آپ ہمیشہ حجرۂ خلوت میں رہتے تھے۔ اور آنے جانے والوں سے بقدرِ ضرورت مل لیتے تھے۔ اور اُن کا نام و مقام دریافت کر کے رخصت کر دیتے تھے۔ پادشاہانِ ممالک آپکے دیدار سے برکت حاصل کرنے کی فکر میں رہتے تھے۔ اگر آپ کی مرضی ہوتی۔ تو اُن کو اندر طلب کرتے ورنہ کہدیتے کہ دوسرے وقت آؤ۔ الحاصل ممالک عرب و شام و روم کے ملوک و امرا و عوام النّاس جناب شیخ سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے۔ اور آپ اُن ممالک میں آفتاب سے زیادہ مشہور ہیں۔ آپ کے مختلف رسائل اربابِ ذوق و حال کے اطوار و اقوال کے بیان میں ہیں۔ آپنے اہل عرب کی فائدہ رسانی کے لیے حضرات خواجگان قدّس اللہ اسرارہم کے بعض رسائل فارسی کا عربی میں ترجمہ کیا۔ اور اثباتِ پیری مریدی میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ علمائے ظاہر کہتے ہیں کہ پیری و مریدی بدعت ہے۔ آپ نے اُس کا رد فرمایا ہے۔ تعلیم اذکار میں آپ کا ایک رسالہ ہے +

خواجہ عبداللہ امام اصفہانی قدس سرہٗ کے اس قول میں جو نفحات میں مذکور ہے کہ اوّلاً اُس شخص کی صورت کو جس سے یہ نسبت حاصل کی گئی ہے خیال میں لائیں +

حضرت شیخ اس قول میں لکھتے ہیں کہ فَيَنْبَغِي اَنْ تَجْعَلَ صُوْرَةَ الشَّيْخِ عَلٰى كَتِفِكَ الْاَيْمَنِ فِيْ خَيَالِكَ وَتَعْتَبِرَ عَنْ كَتِفِكَ اِلٰى قَلْبِكَ اَمْرًا مُمْتَدًّا وَتَاْتِيْ بِالشَّيْخِ عَلٰى ذٰلِكَ الْاَمْرِ الْمُمْتَدِّ وَتَجْعَلَ فِيْ قَلْبِكَ فَاِنَّهٗ يَرْجِيْ بِذٰلِكَ حُصُوْلَ الْغَيْبَةِ وَاٰثَرُ الذِّكْرِ اِنَّهٗ فِيْ زَمَانِ النَّفْيِ يَنْفِيْ عَنْكَ وُجُوْدَ الْبَشَرِيَّةِ وَفِيْ زَمَانِ الْاِثْبَاتِ يَظْهَرُ فِيْكَ اٰثَرٌ مِنْ اٰثَارِ تَصَرُّفَاتِ الْجَذَبَاتِ الْاِلٰهِيَّةِ وَالْاَثَرُ مُتَفَاوِتٌ بِحَسْبِ الْاِسْتِعْدَادَاتِ فَبَعْضُهُمْ اَوَّلُ مَا يَحْصِلُ لَهُمُ الْغَيْبَةُ وَبَعْضُهُمْ اَوَّلُ مَا يَحْصِلُ لَهُ السُّكْرُ وَالْغَيْبَةُ وَبَعْضُ ذٰلِكَ يَتَحَقَّقُ لَهُ الْعَدَمُ وَبَعْدَهٗ يَتَشَرَّفُ بِالْفَنَاءِ كَمَا قَالَ الشَّيْخُ عَبْدُ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيُّ قَدَّسَ سِرَّهٗ فِيْ تَفْسِيْرِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ وَاذْكُرْ رَبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ اَيْ نَسِيْتَ غَيْرَهٗ ثُمَّ نَسِيْتَ ذِكْرَكَ ثُمَّ نَسِيْتَ فِيْ ذِكْرِ الْحَقِّ اِيَّاكَ۔ ترجمہ۔ پس تو اے طالب صورت شیخ کو اپنے سیدھے کاندھے پر خیال میں لا اور اپنے بازو سے قلب تک ایک خط دراز فرض کر۔ پس اس صورت کے ساتھ امر ممتد کی مشاق کرتا رہ اور اُس خط کو اپنے قلب میں داخل کرتا رہ۔ پس اس سے تجھ کو غیبت

حاصل ہوگی۔ ذکر کا اثر یہ ہو کر نفی کے وقت وجودِ بشریت کی تجھ سے نفی ہو جائے اور اثبات کے وقت تصرفاتِ جذباتِ الٰہیہ تجھ میں پیدا ہو جائیں۔ اور اثر بلحاظ استعداد کے متفاوت ہوتا ہے۔ بعضوں کو سُکر اور غیبت دونو ہوتے ہیں۔ اس کے بعد عدم متحقق ہوتا ہے۔ اور اُس کے بعد طالب فنا سے مشرف ہوتا ہے۔ شیخ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ نے اس آیت کی تفسیر میں کہ یاد کر تو اپنے پروردگار کو جب تو بھول جائے یہ فرمایا ہے کہ اُس کے غیر کو بھول جائے۔ اور پھر ذکرِ حق میں اُس کو بھی بھول جائے۔

آپ کی عمر گرامی تنانوے سال کی تھی کہ مکہ مکرمہ میں شب شنبہ وقت عشا ۲۲ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار مکہ معظمہ کے ایک باغ میں جس کو آپ نے اپنی قبر کے لئے بنایا تھا واقع ہے۔ آپ کی وفات کی تاریخیں فخر العلما و قطب دوراں رفت ہیں۔

خواجہ حسام الدین احمد دہلوی قدس سرہٗ

کے حالات

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے بڑے مریدوں اور مخلص احباب میں سے ہیں۔ آپ کی پیدائش ۹۷۰ھ ہجری میں بلاد بدخشان کے ایک قصبہ قندوز میں ہوئی۔ آپ کا نسب شریف ایک طرف سے حسن بصری قدس سرہٗ تک پہنچتا ہے۔ اور دوسری طرف سے امام زاہد مصنف تفسیر زاہدی سے ملتا ہے۔

آپ کے والد ماجد قاضی نظام الدین بدخشانی اکابر علما سے تھے۔ اور مولانا سعید مرکستانی اور مولانا احمد جندی کے تلامذہ سے تھے۔ آپ ۹۸۱ھ ہجری میں ہندوستان میں آئے۔ اور زمرۂ امراء کبار سلطان ابی المظفر جلال الدین محمد اکبر بادشاہ میں منسلک ہوئے و حضرت خواجہ حسام الدین احمد بھی اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ ہند تشریف لائے اور والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ بزمانہ کم سنی امارت و جاہ کی قیود میں مبتلا رہے۔ اور اسی زمانہ میں حضرت حاجی رمزی سے سند اجازت مصافحۂ نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ حاصل کی۔ جس کا ذکر مفصلاً ہم نے سنوات الاتقیاء میں کیا ہے۔ اور اُن کی برکات صحبت سے درویشی و خدا طلبی کا باغ آپ کے سینۂ بے کینہ کی وسعت میں جڑ پکڑ چکا تھا۔

آپ کا دل ہمیشہ صحبتِ فقراء کی طرف مائل رہتا تھا اور خلوت و گوشہ نشینی کا متلاشی۔ آپ اُس زمانہ میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت مبارک میں حاضر ہُوا کرتے تھے اور حضرت کی توجہات عنایات اور برکات فائضات اور آپ کی صحبت کثیر البرکات سے فقر و نیستی کا شوق آپ کے دل میں روز بروز زیادہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ ایک روز جذبۂ الٰہی پہنچا اور اُس کے عشق کا جنون پرفنون آپ پر غالب ہُوا۔ پس آپ نے تمام اسبابِ دولت کو لُٹا دیا۔ اور اوہم وار ٹاٹ کا لباس پہن لیا۔ چونکہ بادشاہ دارا جاہ کو آپ سے عنایت خاص تھی۔ ابوالفضل وزیر سلطان حضرت قدس سرہٗ کا داماد تھا۔ بادشاہ اور وزیر دونوں نے آپ کو بہت تکلیفیں پہنچائیں تاکہ آپ کو فقر کے رستہ سے غنا کے رستہ پر لوٹا لیں۔ آپ نے یہ حال حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے اُس وزیر کو جو آپ کا دشمن تھا تیغ بیدریغ باطن سے قتل کر دیا۔ جس کا بیان حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی کرامات میں گزر چکا ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ آپ کو ظاہر میں جلال سے اور باطن میں جمال سے تربیت فرماتے تھے۔ ظاہر میں اپنے پاس سے نکال دیتے تھے اور باطن میں بلاتے تھے۔

رُباعی ؎
خوش نازیست نازِ خوب رویاں — ز دیدہ راندن و از دیدہ جویاں
بہ چشمے ناز بے اندازہ کردن — بہ دیگر چشم عذرے تازہ کردن

ترجمہ۔ معشوقوں کا ناز بھی عجیب ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ آنکھ سے کسی کو گرا دیتے ہیں اور پھر اُس کی تلاش کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ بے حد ناز ہوتا ہے دوسری مرتبہ معذرت چاہتے ہیں۔

جناب خواجہ حسام الدین احمد قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ جب میں لاہور میں تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہ گھوڑے پر سوار ہیں اور خلائق کا ایک جم غفیر آپ کی خدمت میں دوڑ رہا ہے اور ہر جانب سے آپ کو لوگ گھیر رہے ہیں۔ کہ یہ بزرگ قطبِ وقت ہیں۔ اس خواب کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہُوا اور قبول کی تمنا کی حضرت نے اظہارِ معذرت فرمایا۔ مجھ پر گریہ زاری اس طرح ہوئی کہ ایک شور پیدا ہُوا اور لوگ چہار جانب سے میری طرف دوڑے اور تمام درویش اور صوفی میری گریہ زاری دیکھ کر رونے لگے۔ میں اُس گریہ و زاری کی حالت میں کہتا تھا کہ یہ کیسا ناز انداز ہے کہ خود مجھ کو دکھاتے ہیں اور میرا دل چھین لیتے ہیں اور اب عذر کرتے ہیں۔ میں کیا کروں اور کہاں جاؤں میرے یہ الفاظ جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے گوشِ الہام نیوش میں پہنچے۔ تو آپ نے تبسم فرمایا

اور مجھ کو اپنے حضور میں طلب فرما کر ذکر کی تلقین کی اور جذبہ کے القا سے نوازش فرمائی۔

بیت: تا نگرید کودکے حلوا فروش ‌‌‌‌‌ رحمتِ حق کے ہمی آید بجوش

جب تک کہ حلوائی کا لڑکا مجبور ہو کر نہیں روتا۔ خدا کی رحمت جوش میں نہیں آتی ✦

ایک دوست حضرت حسام الدین احمد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں میرے اعتقاد اور ارادت کا سبب یہ پیش آیا کہ آپ کی ذات مبارک سے عرصہ دراز سے ملاقات تھی اور کمال درجہ کی صداقت اور خلوص حاصل تھا۔ ایک رات میں حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مکان پر آیا۔ آپ اس وقت وضو کے لئے اٹھے تھے میں بے تکلفی اور اتحاد کی وجہ سے حضرت خواجہ کے فرش پر تکیہ لگا کر بیٹھ گیا۔ اور مجھ کو نیند آ گئی۔ کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ وضو کر کے تشریف لے آئے۔ اور مصلے پر کھڑے ہوئے اور لفظ اَللّٰہُ اَکْبَرُ زبان سے نکلا تو ایسا اچھلے کہ آپ کا سر مبارک چھت تک پہنچ گیا۔ حالانکہ چھت نہایت بلند تھی۔ پھر اتر کر جانماز پر کھڑے ہو گئے۔ اس حالت کو دیکھ کر میرے بدن میں لرزہ پیدا ہوا۔ اور اس بے تکلفی کو بھول گیا۔ اور آہستہ سے وہاں سے نکل آیا۔ دوسرے دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت کچھ ادب اور تعظیم سے پیش آیا۔ آپ نے دل لگی سے دریافت فرمایا کہ خلاف عادت آج یہ تواضع کیسی ہے۔ مجھ کو اپنی شب کی سرگزشت یاد تھی۔ اس کو عرض کیا اور اس کی وجہ دریافت کی۔ اور اس بارہ میں بہت ہی تواضع اور نیازمندی کی۔ تو ارشاد فرمایا کہ روح نے جب اپنے محبوب کا نام سنا تو چاہا کہ جسم سے مفارقت کرے لاچار ہو کر اچھلی اور جسم کو بھی قوت کے ساتھ اٹھا لیا اس کے بعد سترِ حال کی غرض سے ارشاد فرمایا کہ ایسی باتوں سے کیا ہوتا ہے یہ کوئی کمال نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نہایت انکساری کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوا ✦

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد کو تعلیم طریقت کی اجازت عطا فرمائی۔ آپ نے عرض کیا کہ اگر اس خدمت سے مجھ کو معذور رکھا جائے تو انسب ہے مجھ میں اس بارِ عظیم کے برداشت کرنے کی طاقت کہاں ہے۔ حضرت خواجہ نے چونکہ آپ کو اس قول میں صادق دیکھا۔ آپ کے عذر کو پسند کیا۔ اور فرمایا کہ خوب کیا۔ جو آپ نے خود کو اس کام سے رہا کر لیا۔ حضرت خواجہ کے مرض موت میں بیداری اور

اور تیمار داری کے خدمات جو بڑی بڑی برکتوں پر مشتمل تھیں۔ آپ ہی سے متعلق رہیں اور آنحضرت کے تجہیز و تکفین کی خدمت بھی آپ ہی سے وقوع میں آئی۔ اور پیر دستگیر کی وفات کے بعد آپ ہی جانشین ہوئے۔ اور وارد و صادر کی خدمت بھی آپ ہی سے متعلق تھی۔ اور پیرزادوں کی تعلیم اور ان کی بسر برد کا انتظام بھی آپ ہی کے ذمہ تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ کو حضرت خواجہ کے ساتھ عشق و محبت عظیم تھی۔ اور آپ کی شیفتگی و فریفتگی آنحضرت پر کمال درجہ تھی۔ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خواجہ احرار ہی ہمارے حضرت خواجہ کے لباس میں جلوہ گر ہوئے تھے۔

آپ کا طریقہ یہ تھا کہ نماز صبح کے بعد سے طلوع آفتاب تک رو بقبلہ ہو کر مراقب رہتے تھے۔ اور ادائے نماز اشراق کے بعد اپنے پیر بزرگوار حضرت خواجہ قدس سرہ کے مزار فیض آثار پر جو قدم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب شہر سے ۲ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جایا کرتے تھے۔ اور تمام دن وہاں تلاوت قرآن شریف و نماز و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ روزانہ پندرہ پارے کلام مجید آپ تلاوت کیا کرتے تھے۔ اور چند حدیثیں روزانہ مشکوٰۃ شریف کی مطالعہ کیا کرتے تھے۔ اور نماز حضرت کے مزار پر انوار پر ادا کر کے شہر واپس آتے تھے۔

آپ حسن سلوک سے متصف تھے۔ خلقت نوازی بفحوائے اَلشَّفْقَتُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ آپ کے چہرۂ زیبا سے ظاہر تھی۔ باوجودیکہ ارباب دنیا اور اصحاب غنا سے آپ کو نفرت تھی۔ تاہم حاجات فقرا پوری کرنے کے لئے آپ کی سفارشیں اُن کے پاس جایا کرتی تھیں۔ آپکے بعض مخلصین نے آپ کی سفارشوں سے بعض دنیا داروں کو کبیدہ دیکھ کر آپ سے عرض کیا کہ اس بارہ میں آپ کمی اختیار فرمائیں۔ مگر جب کبھی کوئی حاجت مند آجاتا تو چونکہ خلق خدا پر آپ کی بہت شفقت تھی اس لئے آپ بے اختیار ہو جاتے۔ اور جس کام کے لئے حاجتمند التماس کرتے اُس کی بابت آپ فوراً سفارش فرمادیتے۔

ایک دفعہ ایام شباب میں یہ حقیر قلیل البضاعت بطریق سیر لاہور گیا تھا۔ اُس عرصہ میں آپ بھی وہیں مقیم تھے۔ میں بھی آپ کی ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔ آپ اُس وقت وضو کے ارادہ سے اُٹھے تھے۔ حقیر کی ملاقات سے بہت کچھ اظہار مسرت فرمایا اور مصافحہ و معانقہ سے امتیاز بخشا۔ اور فرمایا کہ آپ مکان میں تشریف رکھیں۔ میں بھی وضو کر کے آتا ہوں۔ پھر آپ

تشریف لائے۔ اور ظہر کی نماز میں نے آپ کی خدمت میں ادا کی۔ بات چیت سے فرصت پانے کے بعد آپ کچھ دیر تک رو بقبلہ مراقب رہے۔ اور فقیر بھی آپ کے ساتھ مراقب رہا۔ مراقبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے دستر خوان طلب فرمایا۔ دو کاک اور ایک کاسہ شربت حاضر کئے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ دہلی سے خبر آئی تھی کہ حضرت خواجہ قطب الدین قدس سرہ کا عرس کل ختم ہو گیا۔ کل ہمارے پاس کچھ خرچ کو نہ تھا۔ آج کہیں سے کچھ بہ دست ہو گیا ہے۔ اس لئے آپ کے فاتحہ کی نیت سے کاک پکائے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں آپ کی ہمکاسگی سے مشرف ہؤا۔ چونکہ آپ حاجتمندوں پر بے انتہا شفیق تھے۔ اور خلقت کی حاجت روائی پر آپ بہت حریص تھے۔ اس لئے آپ نے خیال فرمایا کہ ممکن ہے کہ فقیر بھی کسی امیر کے نام آپ کی سفارش لینے کے لئے حاضر ہؤا ہو۔ پس فرمایا کہ آج کل دہلی سے حکم آیا ہؤا ہے۔ کہ اپنے باکمال مریدوں اور درویشوں کے نام لکھ کر بھیج دوں۔ اس کے علاوہ یہ بھی حکم ہے۔ کہ ایسے اُمرا صاحبانِ ہمت کے ناموں سے بھی اطلاع دیجائے جو آپ کے معتقدین اور نیازمندوں میں سے ہوں۔ مناسب ہو تو میں تمہارا نام بھی اُس فہرست میں شریک کر کے کچھ سفارش کروں۔ میں نے عرض کیا کہ فقیر لاہور کی سیر کو محض آپ کی ملازمت کے لئے خالصاً للہ تعالےٰ آیا ہے۔ نہ کسی اور غرض کے لئے۔ آپ اس بات کو سنکر بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ کیوں نہ ہو۔ آخر آپ حضرت مجددی صاحب قدس سرہٗ کے صحبت یافتہ اور اُن سے تربیت یافتہ ہیں +

قدسیہ ایک دن آپ کے حاضرین مجلس مقدس میں سے ایک صاحب نے اغنیاء اور امراءِ وقت کی شکایت شروع کی کہ فقرا کی عزت کا خیال نہیں کرتے ہیں۔ اور اس گروہ کی تعظیم بجا نہیں لاتے ہیں۔ جیسا کہ امراءِ سابق بجالایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اے برادر اس زمانہ کے فقرا کے لئے اس کو بھی خدائے تعالےٰ کی حکمتوں میں سے جاننا چاہئے کیونکہ فقراءِ سابقین دنیا اور دنیاداروں سے اس قدر بچتے تھے۔ کہ ہر چند امرا اُن سے ملاقات اور روابط رکھنے چاہتے تھے۔ مگر وہ اُن کی صحبت سے فرار فرماتے تھے۔ اور اس زمانہ کے فقرا کا یہ حال ہے کہ اگر امرا اُن کی طرف آئیں اور اُن سے اعتقاد اور اتحاد قائم کریں تو اُن کے وضعوں اور اطوار میں یقیناً خلل پیدا ہو جائیگا۔ اس لئے کرم الٰہی نے امرا کی فقرا کے ساتھ کمی عقیدت اور کج اخلاقی کو فقرا کی عہد کا نگہبان اور محافظ

بنایا ہے ۞

حضرت خواجہ زادہ خواجہ عبید اللہ سلّمہ اللہ تعالےٰ نے آپکے مقامات کے بیان میں ایک کتاب علیحدہ تصنیف کی ہے۔ اس لئے فقیر نے یہاں آپکے حالات مفصّل بیان نہیں کئے ۞

آپ کی وفات غرّہ صفر سنہ ۱۰۴۳ ہجری میں جو ایک غمگین سال تھا ہوئی۔ آپکو اکبرآباد میں دفن کیا گیا۔ اور کچھ مدت کے بعد وہاں سے منتقل کرکے دہلی لے آئے۔ آپ کی قبر منوّر قریب مزار پر انوار آپ کے پیر بزرگوار کے واقع ہے ۞

شیخ الہداد قدس سرّہٗ

آپ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرّہٗ کے قدیم اصحاب سے ہیں حضرت خواجہ کے سفر ماوراء النہر سے قبل آپ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت کی عنایت بے غایات حاصل فرمائی۔ اور ذکر و مراقبہ حاصل کیا۔ لیکن اس سفر میں حضرت خواجہ رفاقت آپکو میسّر نہ ہو سکی۔ جو لوگ اس سفر میں حضرت کی رفاقت سے الگ رہے ان کو حضرت نے آپ کی صحبت اختیار کرنے کے لئے حکم دیا۔ اور آپ کو اپنی جگہ پر قائم فرمایا تاکہ لوگوں کا اجتماع قائم رہے چنانچہ حضرت خواجہ نے سفر سے قبل اپنے ایک مخلص کو تحریر فرمایا تھا کہ آج کل سیر ولایت کی خواہش قوی ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ چند روز کے بعد روانگی ہو جائے۔ شیخ الہداد نے جرأت کرکے یہیں رہنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ پس جو لوگ اُن کے رفیق رہینگے اُن کیلئے مبارکبادی اور عظیم کامیابی ہے ؎

داغ بے یاری و درد بے دلی ایں ہمہ برخود پسندیدیم و رفت

ترجمہ۔ تنہائی اور بے دلی کا داغ ہم نے برداشت کر لیا۔ اور چلے گئے ۞

جس شخص کو اُن کی صحبت میسّر آجائے بہت غنیمت ہے قسم ہے عزّت خدا کی کہ میں نے یہ تکلفاً نہیں کہا ہے ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں گر ما نرسیدیم تو شاید برسی

نیز اسی سفر کے اثنا میں آپنے شیخ الہداد کی عرضداشت کے جواب میں جو طریقت کے دقائق وحقائق پر مشتمل تھی یہ خط تحریر فرمایا تھا:۔

مکتوب۔ برادر شیخ ارشاد الہداد اپنے اس دعاگو معتقد کی توجہ اور فاتحہ سے ابداً

کرتے رہیں ہم اپنی اس پریشانی وضع اور بے حد استقامتی پر نہایت بیحیائی ہے کہ
کچھ ہم تصوف میں دم ماریں۔ اور طریق انجذاب کے دقائق اور منتہائے کشف کے حقائق کو بیان کریں

از خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

بہر حال ایک وصیت کرتا ہوں اس کو کسی حال میں ہاتھ سے جانے نہ دینا۔ وہ یہ ہے کہ ہماری
طرح ہرزہ گرد اور بیابان پیما تم مت ہو۔ اپنی نسبت کی محافظت کرو اور اس کو عزیز رکھو
کیونکہ نسبت کبریت احمر سے زیادہ کمیاب ہے۔ فقط ٭

جب حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس سفر میمنت اثر سے مراجعت فرما ہوئے۔ تو
شیخ موصوف حضرت کی خدمت میں ملتزم رہے۔ اور اپنے پیر بزرگوار کے در دولت سے
جام فیضان اور ساغر معارف رابطہ نوش کئے ٭

کہتے ہیں کہ ایک روز شیخ موصوف مسجد فیروزی کی چھت پر چند دوستوں کے ساتھ
مراقب تھے۔ کہ شیخ پر ایک کیفیت غالب ہوئی۔ آپ جوش وخروش اور مستی کی حالت
میں نعرے مارتے ہوئے روانہ ہوئے۔ اور قریب تھا کہ مسجد کی چھت سے جو سطح زمین سے
تیس یا چالیس گز اونچی تھی گر پڑیں ایک نوجوان نے آپ کو پکڑ لیا۔ الحاصل حضرت شیخ
ارباب ولایت کے اخلاق اور اطوار سے متصف تھے۔ آپ پر مستی غالب تھی اور ہمیشہ
خلوت وگوشہ نشینی میں بسر کرتے تھے ٭

اس صاحب کمال کی وفات ماہ رمضان المبارک ۱۰۴۹ھ ہجری میں واقع ہوئی۔
آپ کی قبر انور مزار حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے جانب مغرب میں ہے ٭

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ

اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم اور اس کی حسن توفیق سے یہ نسخہ شریفہ دفتر اوّل
حضرات القدس کا جو ذکر مقامات مشائخ سلسلہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم پر مشتمل ہے
اتمام پایا اور انجام کو پہنچا ٭

خاتمہ

واضح ہو کہ یہ رسالہ مصنفہ اعلم العلما افضل الفضلا مولانا بدرالدین سرہندی
اجل واکمل خلفاء حضرت شیخ الاسلام قطب الانام غوث العارفین حجۃ الحق والدین مجدد الالف ثانی

الامام الربانی شیخ احمد الفاروقی النقشبندی قدس سرہ ہے ۔

خدایا! اگرچہ ہم تیرے دوستوں میں سے نہیں ہیں۔ مگر اُن کی محبت رکھتے ہیں اگرچہ ہم مغرور ہیں مگر معذور ہیں۔ اگرچہ ہم مجرم ہیں مگر مشرک نہیں ہیں۔ اگرچہ عاصی ہیں مگر تائب ہیں اور ان بزرگوں کی طفیل میں ہم کو بخش دے۔ اور ہمارے گناہوں اور جرموں کو عفو فرما۔ غیرت کے حجاب اور بشریت کے برقعے اُن کے چہرے سے اٹھا دے۔ اور ہم کو مرتبہ عزت وصال کی راہنمائی کر۔ اور اُن کے آستانہ عرش نشان کے خاک نشینوں میں بنا! اور اپنی عبودیت کے داغ کو ہماری پیشانی میں ثابت قدم رکھ! اور ان عزیزوں کی شرف صحبت سے ہم گمراہان دشت گمراہی کو شہرستان ہدایت میں پہنچا! اور ہم تشنگان سراب غفلت کو بحر توحید کا آبحیات عنایت فرما۔ تیرے فضل اکبر نے بہت سے ستر سالہ کافروں کو صرف ایک مرتبہ کے کلمہ کے پڑھ لینے میں قرب کے علے الیین میں پہنچا دیا! اور کبھی تیرا عدل نے ستر ہزار سالہ عابد کو ایک سجدہ کے ترک میں بُعد کے اسفل السافلین میں گرا دیا ہے

ایں ابری از صومعہ در دیر گبراں افگنی	ویں آکشی از بتکدہ در حلقہ مرداں کنی
عقل زبوں را کے رسد چون و چرا در کار تو	فرماں دہ مطلق توئی حکمے کہ داری آں کنی

تمام شد کتاب حضرات القدس دفتر اوّل

اردو ترجمہ کتاب نفحات الانس

یہ بےنظیر کتاب حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلےٰ تصنیفات میں سے ہے حضرت موصوف کی تصنیف کسی تعریف کی محتاج نہیں۔ اس کتاب میں حضرت نے تمام اولیاء اللہ کے حالات مع انکی کرامات بتفصیل قلمبند کئے ہیں اور جس طریقے سے بیان ہوئے ہیں وہ عجیب و غریب ہے کتاب ہذا میں مردان خدا کے علاوہ جو خاتونان باصفا اولیاء اللہ گذری ہیں ان کے حالات بھی حضرت نے نہایت تحقیق سے لکھے ہیں اور سب سے اول مسائل تصوف پر ایک زبردست بحث کی ہے نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ قیمت ... ۱۰ء ؎

اردو ترجمہ کتاب رشحات سیف السالکین

اس کتاب میں امام العارفین سراج السالکین محبوب خدائے ذوالجلال حضرت میر کلال علیہ الرحمۃ کے مبارک حالات ہیں مشائخان طریقہ نقشبندیہ کے علاوہ دیگر سلاسل کے لئے بھی از بس مفید ہے قیمت ... ... ۶ ؍